

الدُّرَّةُ الْبَيْضَاءُ

فِي تَحْقِيقِ

صَدَاقِ كَلِمَةِ الزَّهْرَاءِ

مُؤَلَّفَةٌ

يَحْفَظُكَ مَوْلَانَا حَافِظُ شَاهِ عَلِيٍّ أَوْرَقْلَنْدَرَكَا كَوْرِي

مُتَرْجِمَةٌ

مُزَوِّدُ فَتَايَا سَيِّدِ الْاَوْرَعَاءِ

وَاتُوا النَّاسَ حَسَنًا وَنَجَسًا

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله الذي جعل في كتابه تطابقاً بين ذمّه إلى الدنيا وبين جنتها

رسالة

الدَّرَجَةُ الْبَيْضَاءُ

في تحقيق

صَدَاقِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ

تأليف لطيف و ترصيف شریف

حضرت امام الزمان عجل الله فرجه الشريف انفق الثمن نادى العطر الزمان التاج المصع على رؤس القوم
العلامة الفخامة الاشرف مولانا حافظ شاه علي انور قلند راجع شمس علوم بهار في يوم السبت

حسب رأي

مرید صادق الاعتقاد و معتقد و اتق الا نقیاذ و تنویر ریاض شمت و عزت نورس باغ عظمت و
مقبول بایگاه لم یزلی چودری مجموع علی رئیس قصبہ سندھ ضلع دیوبند

بابتہام شیخ قادری بخش

دراصح المطابع محوئی نوایہ ہیر طبع

۲۹۴، ۲۹
۴

STATE LIBRARY
(Section)
TECHNICAL BOOKS



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الخالق الكبير الفتح بارئ النسم وقالوا لا صباح الذي هو نور
والارض مثل نوره كمشكوة فيها مصباح ابدع الخلق وادع في اجنه
الارواح وجعل له السمع والبصر والقوا دليلا حواحق الارواح واصباح
والسلام على من سن لنا النكاح وحرم السفاح هو سيدنا ومولانا محمد
والسيف والسلاح ومصلح الدين حق الاصلاح وعلى اله واصحابه الى
الطرق الصالح والفلاح اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم ما هبت
ودبت الاشباح وتعاقب الغدور والارواح اما بعد جانا چاہیے کہ اللہ تو
نفس انسانی میں دو قوتیں رکھی ہیں مکی و نقسانی۔ اول سے اُسکا میلان اخلاق
ہوتا ہے۔ اور دوسری سے اخلاق مذمومہ کی جانب چنانچہ باوقات مختلفہ ان اخلا
اُس سے ہوتا ہے اس سے یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ امور مذمومہ کا قصد و بجا نہیں۔
کیون ایسے امور کا سرزد ہونا بجا خیال کیا جاتا ہے بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ سب اس وجہ
گئے ہیں کہ انسان اس امر کی کوشش کرے کہ مذمومہ امور کو محمودہ کرنے تاکہ جو مراتب درجا

ہیں اُن پر فائز ہو جائے اور مراتب تکلیف جو مقتضیات تخلیق ہیں ظہور پذیر ہوں اور کسی امر میں اُس سے ایام جاہلیت کے موافق امور سرزد نہ ہوں آئی وجہ سے حضرت شافع علیہ السلام نے ہر امر کے لیے خواہ وہ جزئی امر کیوں نہ ہو ایک طریقہ مدون کر دیا اور خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا

کہ یا ایہا الناس انی ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی ما ان تمسکتم بہ لاتبطلوا بعدی تا آخر اور اصول فن تدبیر منزل تمام فرقوں میں خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی مسلمین یا کفار جو کچھ تمہارے طریقوں اور صورتوں میں تھا آئی وجہ سے حضرت سرور کائنات مغرور موجودات صلی علیہ وآلہ و صحابہ وسلم کی بعثت عرب میں واقع ہوئی اور حکمت الہی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ تمام عالم میں کلمۃ اللہ کا اعلان اس طور پر ہو کہ وہی سب دینوں پر غالب ہو جائے اور اسی کی موافقت کرنے سے سابقہ عادات چھوٹ جائیں چنانچہ منجملہ سن نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خاص سنت

نکاح بھی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ **نکاح کما نکحوا فانی اباحی بکم لا مہر یوم**

القیامۃ حتی بالسقط یا دوسری حدیث ہے کہ **تزوجوا الودود والود فانی مکاخر**

بکم لا مہر یوم القیامۃ یا **من تزوج فقد احرز شطر دینہ** بعض علماء دین نے اسی

وجہ سے غیفلت نکاح میں بیان تک بالفہ کیا ہے کہ اس کو عبادت الہی سے بہتر جانا ہے

جیسا کہ صاحب درنما لکھتے ہیں کہ **لیس لنا عبادۃ شرعت من عہد آدم علیہ السلام**

الی الان تستمر فی الجنة الا النکاح والایمان یعنی کوئی عبادت مسلمانوں کے لیے یہی

نہیں ہے جو مشروع رہی ہر زمانہ آدم علیہ السلام سے اب تک پھر بہشت میں اٹھیں رہے ہجرت نکاح

اور ایمان کے کہ یہ عبادت دائمی ہیں لہذا ہی لحاظ سے بندہ ہر صغیر افراد بشر علی انوار بن قہر

ملے اسے لوگوں میں جہیز مہون دوویہ مضبوط اول قرآن مجید دوسری اپنی اولاد جسک قریبے چچا کے اس وقت

ہجرت ہجرت گمراہ نہیں ہوئے پہلے نکاح کر دیا کہ کثرت اولاد و عبادت میں فوائد و اولاد میں قیامت کے دن جو جہیز

کثرت کے یہاں تک کہچہ نامہ پر بھی ۱۲ سالہ نکاح کر دیت دوست رکھنے والی اور بچہ پیدا کر لیتی جو تو ان سے ناکسریات

بہت جہیز قیامت کے دن ۱۲ سالہ نکاح جس نے نکاح کیا اس نے نصف دین کر جم کر لیا ۱۲ سالہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الخالق الكريم الفتاح بآرئى النسم وقال العزير صباح الذى هو نور السموات
والارض مثل نوره كمشكاة فيها مصباح ابدع الخلق واودع فى اجساد
الارواح وجعل له السمع والبصر والقوادير تاحول حق الارواح والصلوة
والسلام على من سن لنا النكاح وختم السفاح هو سيدنا ومولانا محمد صاحب
السيف والصلاح ومصلح الدين حق الاصلاح وعلى اله واصحابه الهادين
الى طرق الصلاح والفلاح اللهم صل وسلم وبارك عليه وعليهم ما هبت الرياح
ودبت الاشباح وتعاقب الغدور والروح اما بعد جانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے
نفس انسانی میں دو قوتیں رکھی ہیں مکی و نفسانی۔ اول سے اُسکا میلان اخلاق محمود کی طرف
ہوتا ہے۔ اور دوسری سے اخلاق مذمومہ کی جانب چنانچہ باوقات مختلفہ اُن اخلاق کا ظہور
اُس سے ہوتا ہے اس سے یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ امور مذمومہ کا صدور بوجہ انہیں ہے۔ یا یہ کہ
کیون ایسے امور کا صدور ہونا بوجہ خیال کیا جاتا ہے بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ سب اس وجہ سے ہوتے
گئے ہیں کہ انسان اس امر کی کوشش کرے کہ مذمومہ امور کو محمود کرنے تاکہ جو مراتب درجات انسانی

ہیں اُن پر فائز ہو جائے اور مراتب تکلیف جو مقتضیات تخلیق ہیں ظہور پذیر ہوں اور کسی امر میں اُس سے ایام جاہلیت کے موافق امور سرزد نہ ہوں آئی وجہ سے حضرت شافع علیہ السلام نے ہر امر کے لیے خواہ وہ جزئی امر کیوں نہ ہو ایک طریقہ مدوّن کر دیا اور خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا

کہ یا ایہا الناس انی ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی ما ان تمسکتم بہ لوقضی علیا بعدی تا آخر اور اصول فن تدبیر منزل تمام فرقوں میں خواہ وہ عربی ہوں یا عجمی مسلمین یا کفار جو کچھ تمہارے طریقوں اور صورتوں میں تھا۔ اسی وجہ سے حضرت سرور کائنات مقرر موجودات صلی علیہ وآلہ و صحابہ وسلم کی بعثت عرب میں واقع ہوئی اور حکمت الہی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ تمام عالم میں کلہ اللہ کا اعلان اس طور پر ہو کہ وہی سب دینوں پر غالب ہو جائے اور اسی کی موافقت کرنے سے سابقہ عادات چھوٹ جائیں چنانچہ منجملہ سن نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک خاص سنت نکاح بھی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ **تَنَکَّحُوا کُلَّ ذُو فَاخٍ اَبَاہِیْ بِکُلِّ لَامِہِ یَوْمِ**

الْبِیَّامَةِ حَتّٰی بِالسَّقَطِ یا دوسری حدیث ہے کہ **تَزَوَّجُوا الْوُدَّ وَ الْوُلُودَ فَانِیْ مَکَاخِرَ** **بِکُلِّ لَامِہِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ** یا **مَنْ تَزَوَّجَ فَضَدَّ** اس حرز شطر دینہ بعض علماء دین نے اسی وجہ سے فضیلت نکاح میں بیان تک مبالغہ کیا ہے کہ اوس کو عبادت الہی سے بہتر جانا ہے

جیسا کہ صاحب درختار لکھتے ہیں کہ **لَیْسَ لَنَا عِبَادَةُ شَرَعَتْ مِنْ عَهْدِ اَدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ** **اِلَّا اَنْ تَسْتَمِرَّ فِی الْجَنَّةِ اِلَّا النِّكَاحُ وَالْاِیْمَانُ** یعنی کوئی عبادت مسلمانوں کے لیے ایسی نہیں ہے جو مشروع رہی ہو زمانہ آدم علیہ السلام سے اب تک پھر بہشت میں رہائی رہے پھر نکاح اور ایمان کے کہ یہ عبادت دائمی ہیں لہذا ہی لحاظ سے بندہ آخر اصغر افراد بشر علی انور ابن قدوس

ملے اسے لوگوں میں جن چیزوں پر دوویہ مضبوط اول قرآن مجید دوسرے اپنی اولاد جس تک قرآن مجید پر چلے اس وقت تک میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہوئے **مَلَّکُ** کر دیا کہ کثرت اولاد چھوڑ دینا اور ان پر قیامت سے دن و جہنم کثرت کے یہاں تک کہچہ اتنا رہی **مَلَّکُ** نکل کر دہشت دوست رکھنے والی اور لوگ پیدا کر نہ پائی عورتوں سے تاکہ سیرت بہشت چھوڑے قیامت کے دن **مَلَّکُ** جس نے نکاح کیا اوس نے نصف دین کو جمع کر لیا **۱۰** سنہ

علمائے عظام و آسودہ کلماء و عظام فخر المتقدمین سند التاخرین حضرت مولانا و مقتدا شاہ علی کبیر
قلندہ قدس اللہ سرہ الاطہر کو اس زمانہ ماہ ذی الحجہ سنہ تیرہ سو بائیس ہجری میں یہ خیال پیدا ہوا
کہ ایک رسالہ اس طور سے تالیف کرے کہ جس میں علاوہ معانی لغوی و فوائد و آفات نکاح و غیرہ
کے تحقیق تعداد ہر حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مع تحقیق اس امر کے کہ
حساب مروجہ حال سے تعداد صحیح اوس کی کیا ہوتی ہے و کیفیت نکاح نیز اولاد و مہر و اس کے
متعلقات سے ہن تحریر کرے چنانچہ ان سب امور کو کتب معتبرہ حدیث و تفسیر و فقہ سے انتخاب کر کے
یکجا کیا اور نام اس رسالہ کا الدرۃ البیضاء فی تحقیق صدق فاطمہ الزہراء و کما
اللہ تعالیٰ اس کو اپنے فضل و کرم سے مقبول فرمائے اور فقیر کے لیے ذریعہ حصول نعمات دارین
و سبب نجات اخروی کرے تاخرین انصاف آئین و اقصین شرع مبین کی خدمت میں التماس
ہے کہ اگر اس رسالہ کے مطالعہ سے حظ اوٹھائیں تو فقیر کو دعائے حسن خاتمت و سلامتی ایمان
سے فراموش نہ کریں اور اگر کوئی غلطی یا بین تو کتب معتبرہ سے تحقیق کر کے اصلاح کر دیں اور
عیب جوئی و غیبت سے باز رہیں ادیہ رسالہ مرتب ہے ایک مقدمہ اور آٹھ وصلوں اور ایک
خاتمہ پر مقدمہ نکاح کے معانی لغوی اور اصطلاحی اور غایت و فوائد نکاح کے بیان میں
وصل اول ہر کے معنوں کے بیان میں وصل دوم تحقیق مہر فاطمی میں وصل سوم
تحقیق نصاب و درہم و دینار و غیرہ کے بیان میں وصل چہارم مدہم کی مقدار کے بیان میں
وصل پنجم نکاح کے ظاہر کرنے اور شہرت دینے کے بیان میں وصل ششم انتقاد نکاح
اور دعائے تنیت کے بیان میں وصل ہفتم شکر اور چہارم سے اور بادام لٹانے کے
بیان میں وصل ہشتم ولیمہ و دعوت اور اوس کے مصالح کے بیان میں خاتمہ ازواج
سہرات و نباتات مقدمات کے حالات میں

مقدمہ نکاح کے معانی لغوی اور اصطلاحی اور غایت فوائد کبان میں

امام نووی شرح صحیح مسلم مطبوعہ مطبع احمدی دہلی کے صفحہ ۴۴۸ میں لکھتے ہیں کہ نکاح کے معنی ملنے اور ملانے کے ہیں اور اکثر عقد و جماع کے معنی میں بھی آیا ہے امام ابو الحسن علی بن احمد واحدی ثنابری کہتے ہیں کہ ازہری کا قول ہے کہ کلام عرب میں اصل نکاح کے معنی وطی کے ہیں اور بعضے تزویج کو نکاح کہتے ہیں کیونکہ تزویج سبب جماع کا ہے جیسے کہتے ہیں نکح المطور الارض ونکح النعاس صحنہ اصحابا واحدی کہتے ہیں کہ ابو العباس زجاجی کا قول ہے کہ لفظ نکاح کا اطلاق کلام عرب میں وطی اور عقد و دونوں پر آیا ہے اور کلام عرب میں نکاح اسی ترتیب پر رکھا گیا ہے واسطے لزوم شئی کے دوسری شے سے کہ جس میں شئی اولیٰ سوا ہے تو جب وہ لوگ نکح فلان فلائہ نیکھا نکھا اور نکھا کہتے ہیں تو اس سے تزویج عورت مراد لیتے ہیں ابو علی فارسی نے ان دونوں میں ایک فرق باریک نکالا ہے وہ یہ کہ جب عرب کہتے ہیں نکح فلائہ او بفت فلان تو اس سے مراد لیتے ہیں کہ عقد کیا فلان مرد نے فلانی عورت یا فلان کی بیٹی سے اور جب نکح امرأئہ اور زوجتہ کہتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ جماع کیا فلان مرد نے اپنی عورت سے اس لیے کہ اپنی عورت کا قرینہ دلالت کرتا ہے کہ بیان عقد مراد نہیں ہے بلکہ جماع ہی مراد ہے قرآن کہتے ہیں کہ عرب کا مقولہ ہے نکح المرأة بضم النون بضعھا اور کتر ہے کہ ناکھا کہا جاوے جیسا کہ باضعھا کہا جاوے یہ واحدی کے کلام کا آخری جملہ ہے اور ابن فارس اور جوہری وغیرہما جو اہل لغت سے ہیں کہتے ہیں کہ نکاح کے معنی وطی کے ہیں اور کبھی عقد کے بھی ہوتے ہیں جیسا کہ کہا جاوے نکحتھا و نکحتھی یعنی نکاح کیا میں نے اس عورت سے اور نکاح کیا اس عورت نے یعنی نکاح کر دیا میں نے اور یہاں دیکھنے سے چو بجا پانی زمین پر اور غلبہ کیا نیند غلبہ کی آگ پر ۱۲ منہ ۱۵ منہ نکاح کیا فلان مرد نے فلانی عورت سے اور نکاح کرتا ہے اس سے بہت یعنی جمل ۱۲ منہ ۱۵ منہ مرد کا عورت سے یعنی جماع کیا اس سے ۷ منہ

اوسکی عورت کو اور یوں بھی کہتے ہیں نہ کہ معنی وہ عورت نکاح کرنے والی ہے یعنی صاحب زوج
 اور خاوند والی ہے اور استکھام یعنی طلب نکاح کی اوس مرد نے اوس عورت سے یعنی بیاہ کیا اوسکے
 ساتھ یہ کلام اہل لغت کا ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں نکاح کے معنی میں تین قول ہیں ایک عہد
 کا قول ہے کہ نکاح کے معنی حقیقی عقد کے ہیں اور مجازی جماع کے چنانچہ اس قول کو قاضی حسین نے
 جو شافعی ہیں اپنے حاشیہ میں نقل کیا ہے اور اس قول کی صحت یوں ہے کہ نکاح کے معنی حقیقی
 عقد کے ہیں اور مجازی وطی کے اور اسی قول کی تصحیح قاضی ابوالطیب نے بھی کی ہے اور اس کے
 استدلال میں بہت بحث لکھی ہے اور اسی کو مستولی وغیرہ نے قطعی جانا ہے اور قرآن مجید و احادیث
 میں بھی یوں ہی وارد ہوا ہے دوسرا قول یہ ہے کہ نکاح کے معنی حقیقی جماع کے ہیں اور معنی مجازی عقد
 کے یہ قول امام ابو حنیفہ صاحب کا ہے نیز اقول یہ ہے کہ دونوں معنی میں یعنی لفظ نکاح مشترک ہے
 دونوں معنوں میں اور عقد میں واللہ اعلم انتہی اور اسی کے قریب قریب علامہ زرقانی نے بھی شرح
 لموطا امام مالک میں تحقیق کی ہے اور سراج الوباح میں لکھا ہے کہ نکاح بکسرون مصدر ہے نکح کا
 باب کسر اور منع سے اسکے لغوی معنوں میں علما مختلف ہیں اکثر ائمہ کا قول یہ ہے کہ نکاح کے معنی
 حقیقی وطی کے ہیں اور مجازی عقد کے پس جہان کتاب حدیث میں لفظ نکاح کی آدھکی اور قرآن
 سے خالی ہوگی تو اوس سے وطی مراد ہوگی جیسے اللہ جل جلالہ فرماتا ہے وَلَا تَنْكِحُوا اَنْفُسَكُمْ اَبَاؤُكُمْ
 اِیَّیْ سَ عَلِمْتُمْ اَنَّ اَوْسَ عَوْرَتِیْ حَرَمٌ هِیْ وَاجِبُیْ هِیْ کہ جس سے باپ نے نہا کی ہو یا بلک میں
 اذکو اپنے نصرت میں لایا ہو قرآن مجید میں ہے الزَّانِیَ لَا یَنْکِحُ الْاَزَانِیَةَ بیان بھی مراد
 وطی ہے اور یوں ہی آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ نَكَحَ الْبَیْهَمَةَ وَنَكَحَ یَدَهُ وَالْذَّبْرَ
 اور نکاح کا اطلاق عقد پر مجاز ہے یا من قبل اطلاق سبب کے سبب پر کیونکہ عقد بھی سبب اکثر وطی کا
 سبب نکاح نہ کرنا اور عورتوں سے کہ جن سے نہا ہے یا یوں نے نکاح کیا ہو۔ فقیر علامین میں ہے کہ ماہیان معنی میں ہے
 نہ زنا کرنے والا نہ نکاح کرنا اور اسی سے لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ نَكَحَ الْبَیْهَمَةَ دیکھو جو جانوری حرکت کرے بلی کا یا بیتی یا خانگی یا جبین جماع
 کرتے ہیں

ہوتا ہے یا قبیل مجاز اول سے بعضہ کہتے ہیں کہ نکاح وطی اور عقد دونوں منون میں مشترک لفظی
 ہے اور بعضہ کہتے ہیں کہ نکاح کے معنی حقیقی عقد کے ہیں اور وطی کے مجازی اس قول کا اگر حقیقہ
 نے امام شافعی کی طرف منسوب کیا ہے انتہی کذا فی رسالہ نجات الارواح اور در المختار میں ہے کہ
 نکاح علماء اصول و لغت عربی کے نزدیک حقیقت ہے جماع میں اور مجاز ہے عقد میں تو جو بان لفظ
 نکاح کا قرآن و حدیث میں آئے اور قرآن سے خالی ہو تو وہ بان جماع مراد ہوگا اس لیے کہ حقیقت
 مجاز پر مقدم ہے جیسا کہ اس آیت شریفہ ولا تنکحوا ما نکلہ آبائکم وکمہ میں ہے یعنی نہ جماع کرو تم ان
 کہ جن سے تمہارے باپوں نے جماع کیا جو جماع عام ہے حلال ہو خواہ حرام تو جس سے باپ نے زنا
 کی ہے وہ بھی بیٹے پر حرام بغیر بی بی نکاح اس آیت کے کہ حتی تنکحوا زوجا غیرہ یعنی وہ عورت جس کو
 تین طلاقین دی گئی ہوں شوہر اول کو حلال نہیں تا وقتیکہ وہ نکاح کرے اس شوہر سے جو غیر
 ہے شوہر اول کا اس آیت میں نکاح سے مراد جماع نہیں بسبب نسبت کر کے نکاح کے عورت کی نسبت
 یعنی اسناد نکاح کا عورت کی طرف یہ قرینہ ہے کہ بیان معنی حقیقی مراد نہیں اس لیے کہ جماع کرنا عورت
 سے مستبعد نہیں کیونکہ وہ مفعول ہے نہ فاعل اور ممکن اس سے عقد ہے نہ جماع کرنا مگر باعتبار مجاز
 کے اور کوئی شبہ نہ کرے جس عورت کو تین طلاقین دی گئی ہوں وہ شوہر اول پر جب حلال ہے
 کہ شوہر ثانی اس سے جماع کرے اور اس آیت سے فقط نکاح کافی معلوم ہوا ہے اس لیے کہ
 مشروط ہونا جماع کا حدیث علیہ سے ثابت ہے نہ اس آیت سے انتہی اور حدیث علیہ یہ ہے کہ

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر زمر مشہور میں تحت تفسیر اس آیت کے لکھتے ہیں کہ ابن منذر نے مسائل بن جابر سے
 روایت کی کہ وہ کہتے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی عائشہ بنت عبدالرحمن بن عقیق رضی اللہ عنہا کے بارہ میں کہ جو رفاعہ بنت ابی ہب ابن
 عقیق نے چپا کے بیٹے کے نکاح میں تھیں اور انھوں نے ان کو طلاق بائن دی تباہ و فحش نے نکاح کیا عبدالرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہ
 سے اور عبدالرزاق و روایت کی ابن عباس سے کہ جس عورت کو رفاعہ قحطی نے طلاق دی اس کا نام تمیمہ بنت وہب بن عیینہ تھا
 اور وہ بنی نضیر سے تھے اور مالک شافعی ابن سعد و یحییٰ نے زبیر ابن عبدالرحمن بن زبیر سے روایت کی کہ رفاعہ بن سہل قحطی نے
 اپنی عورت تمیمہ بنت وہب کو زنا آنحضرت میں تین طلاقین میں پھر ان کی نکاح کیا عبدالرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بعد از وفات صفیہ صلی اللہ علیہا وسلم

رفاعہ قرظی نے اپنی زوجہ کو طلاق منغلطہ دی تھی اوس نے دوسرے شوہر عبدالرحمن ابن زبیر
 قرظی سے نکاح کر لیا اور آنحضرتؐ کی حضور میں حاضر ہو کر دوسرے شوہر کا نام درج ہوا بیان کیا
 آپؐ فرمایا کیا تو رفاعہ کے پاس جایا جاتی ہے اوس نے عرض کی ہاں آپؐ نے فرمایا یہ نہیں
 ہو سکتا جب تک تو اوس کا اوردہ تیرا عیال نہ چکھے یعنی مزہ صحبت کا۔ تین کتابوں کہ یہ حدیث
 متفق علیہ ہے اور مشکوٰۃ شریف میں بھی منقول ہے رفاعہ رے کے زہر سے ہے اور قرظی قاتل
 کے پیش اور راکے زہر سے بعد اوسکے ظاہر۔ نسبت ہے قرظیہ کی طرف جو یہود کا ایک قبیلہ ہے کنا
 فی المرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔ اور عبدالرحمن ابن زبیر علی قاری کہتے ہیں کہ زبیر بن زاکا زبر اودب کے زیر
 ہے جیسا کہ طیبی نے ذکر کیا ہے اور بعضی شرجون میں اکثر اہل نقل سے زاکا پیش اودب کی زبر بھی
 نقل ہے اور ابن الامام بفتح نون کہتے ہیں اس کو مولف نے اسماء الرجال میں ذکر نہیں کیا ہے تنہی
 امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ زبیر بفتح زاء کسرہ باطلا خلافت ہے اور یہی زبیر بن باطا
 ہیں بعض کہتے ہیں کہ باطی اور عبدالرحمن صحابی تھے اور زبیر نے ایک یہودی کو غزوہ بنی قریظہ میں
 مار ڈالا تھا یہی عبدالرحمن ابن زبیر ابن باطا قرظی ہیں جنہوں نے رفاعہ قرظی کی عورت سے
 نکاح کیا تھا اور اسی کو ذکر کیا ہے ابو عمر ابن عبدالبر اور دیگر محققین نے اودا و مسند و ابونعیم صہبانی
 نے اپنی کتابوں میں جو معرفت صحابہ میں لکھی ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ عبدالرحمن ابن زبیر ابن زبیر
 ابن امیہ ابن زید ابن مالک ابن عوف ابن عمر ابن عوف ابن مالک ابن اوس مکر صواب اول
 ہے انتہی عمدۃ الرعاۃ شیعہ شرح وقایہ میں ہے کہ نکاح بالکسرت میں اس کے معنی ضم اور جمع کے ہیں
 اور اوس کی فردون میں سے وطی زوجہ ہے اسی واسطے بعض کہتے ہیں کہ نکاح کے معنی حقیقی لغت
 میں وطی کے ہیں اور معنی حقیقی شرعی میں اختلاف ہے امام شافعی کی طرف منسوب ایک قول یہ
 ہے کہ نکاح کے معنی حقیقی شرعاً عقد کے ہیں اور مجازی وطی کے اور صحیح ہمارے اصحاب حنفیہ کے

نزدیک یہ ہے کہ نکاح کے معنی حقیقی شرعی و طہی کے ہیں اور مجازی نکاح کے اور بعضے کہتے ہیں
 کہ یہ مشترک لفظی ہے دونوں میں یہ قول ضعیف ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ مشترک معنوی ہی انتہا
 اور مفہوم اصطلاحی نکاح کا یہ ہے کہ عقد وضع لعملا المتعة بالانثیٰ قصداً غایۃ الاوطار ترجمہ
 اردو در المختار میں ہے کہ نکاح فقہاء کے نزدیک عقد مخصوص کا نام ہے یعنی ایسی بندش ایجاب و
 قبول کی جو مفید ہو بلکہ تمتع کے معنی حلال ہو نفع لینا مرد کا اوس عورت سے کہ نہ روکتا جو جس کے
 نکاح کو مانع شرعی جیسے ذی رحم محرم ہونا یا مشرک ہونا یا نابالغ ہونا تو عورت کی قید سے مرد اور
 خنثی مشکل جس کا مرد یا عورت ہونا ہو نہ ثابت نہیں نکل گیا کہ شاید وہ مرد ہو اور معنی شرعی کی
 قید سے مشرک بت پرست اور محارم عورتیں نکل گئیں اور جتنی عورت اور دریائی انسان بھی نکل گیا
 کہ جس کا اختلاف ہے اور حضرت حسن بصریؒ نے جائزہ لکھا ہے نکاح جنسیہ کا لگا ہون سے کذا فی لغتہ
 قصداً یعنی بالقصد تمتع کا فائدہ بخشی اوس کا نام نکاح ہے تو اس قید سے جو مفید حلت جو غنماؤ
 نکل گیا جیسے خرید کرنا لوندی کا حرم بنانے کے لیے یعنی طہی کے لیے تو بیان اگرچہ بنیت و طہی کے
 خرید ہوئی ہو لیکن خرید سے مقصود اصل ملکیت ہے اور قرب کرنا ضمانت ہے تو اس حلت ضمنی
 کا شرع میں نکاح نام نہیں انتہی در المختار میں ہے یس لانا جادة شرعت من عهد آدم علیہ السلام
 لان لان تستقر فی الجنة الا نکاح والايمان یعنی نہیں کوئی عبادت ہے ہم مسلمانوں کے
 لیے جو مشروع رہی ہو زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے اب تک پھر بہشت میں دائمی ہے بجز نکاح
 اور ایمان کے کہ دائمی عبادت ہیں انہیں نسخ کو گنجائش نہیں انتہی اور سبب شریعت نکاح نفل بقا
 ہے جو مقدر ہے علم ازلی میں بروجہ اکمل ورنہ بقاء نوع بسبب و طہی فی وجہ مشروع کے بھی ممکن ہے
 لیکن یہ تاہم ہے باہم حکم کرنے اور خویری اور سنون کے تباہ کرنے کو بخلاف اس کے جو طہی یا
 وجہ مشروع ہو کذا فی فتح القدیر شیخ عبد الحق محدث دہلوی صراط المستقیم شرح سفر السعادت مطبوعہ کلکتہ

کے صفوہ میں لکھتے ہیں۔ جاننا چاہیے کہ فوائد نکاح کے بعد حفظ نسل اور دوام نوع انسانی کے
 پائالذت اور تمت نعمت و حفظ صحت ہے اس لیے کہ جس پر احتقان منی مورت و مولد امراض شدیدہ
 و سبب ضعف قوی و اعضا و اندام جاری ہے اور فخر و مباہات کرنا قوت باہ و شہوت جماع کے
 ساتھ اور مج اور کی اور اوس کے ضد کو ناقص و غیر تابا نا ایک امر مقرر و معروف ہے اور عادت
 دائمی ہے لوگوں میں محبت عورتوں کی اور نکاح معدود ہے کمال نوع انسانی سے اور موجود ہے
 کمال افراد نوع انسانی میں اور تمامی انبیاء و رسل اہل تزوج و تامل تھے پھر حضرت عیسیٰ حضرت یحییٰ
 علیہما السلام کے انتہی بقدر الضرورة۔ اور نظام حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۱۰۶ کتاب النکاح میں
 ہے کہ فوائد نکاح پانچ ہیں شہوت کا کم ہونا اور گھر کا بند و بست ہونا اور کنبکی کثرت اور نفس کا
 مجاہدہ بسبب خبر گیری اہل خیال اور قرضہ صلیح کا پیدا ہونا اور آفات نکاح چھ ہیں طلب حلال
 سے عاجز ہونا اور حرام میں فراخی کرنا اور ادا سے حقوق عورت میں قصور ہونا۔ اور عورت کی
 بد اخلاقی پر صبر کرنا اور عورت سے ایذا اٹھانا اور سبب اہل و عیال حقوق اللہ سے باز رہنا پس
 اگر فوائد نہ موجود ہوں اور آفات جمع ہوں تو مجبور ہونا افضل ہے اور اگر دونوں مقابل ہوں یعنی
 فوائد و آفات برابر ہوں تو جس چیز سے دین کی باتوں میں زیادتی ہو اوس کو ترجیح دی جاوے
 مثلاً نکاح کرنے سے شہوت کم ہوتی ہے اور نکاح کرنے میں غفل دینی یہ ہے کہ صبر نہیں ہو سکے گا عورت
 کی بد اخلاقی پر ترجیح نکاح کو ہے اس لیے کہ اگر نکاح نہ کر لگیا تو زمانہ گرفتار ہوگا اور پسندیدہ خصلتیں
 منکوحہ میں آئندہ ہیں دین اور خلق نیک اور حسن اور کمی ہر اور اولاد کا ہونا اور بارہ ہونا اور صاحب
 نسب ہونا اور بہت قریبی رشتہ دار نہ ہونا اس لیے کہ بہت قریب رشتہ کی عورت خیال میں کم لاتی
 ہے یہ خصلتیں احیاء العلوم سے نقل کی گئیں انتہی اور جاننا چاہیے کہ نکاح سن انبیاء و مرسلین سے
 اوسکے کرنے میں بہت احتیاط سے کام لے تاکہ ان حضرات کی پیروی حاصل کرنے سے متوقع ہیں برکت کا

اور مقاصد نکاح یعنی قضاے حاجت اور براقت اہل اور معاشرت کی وجہ سے خوش عیش ہو اور
کثرت اولاد و رفاد اخراجات سے فائدہ اٹھائے کیونکہ جہان باتون سے ادنیٰ چیز میں بھی
خلل ہوگا تو اس سے انتظامات ٹھیک نہ ہونگے اور بہت قباحتیں پیدا ہونگی اسی واسطے اس کے
آغاز و انجام میں کوشش اور اہتمام طبع لازم ہے تاکہ متعاندین سے ہر ایک واسطے حقوق و لوازم
زوجیت سے فراغ ہو کر اپنے معقود کے نتیجے حاصل کرنے میں مستعد ہوں اور سبب موافقت و حصول
انتظام تدبیر منزل میں مشغول ہوں اور عورت فاحشہ یا مرد او باش و بدوضع و بدکار و نکاح
کرنے میں پرہیز کرے کہ اس میں فسادات اور بہت قباحتیں ہیں اور جب اولاد باعہ و بھائیوں
کا نخل کرنا چاہے تو طرف ثانی میں چار چیزوں کا لحاظ کرے اول دین دوسرے سبب تیسرے
جمال چوتھے مال اور دین کو سب پر مقدم کرے حدیث میں آیا ہے کہ عورتوں سے بہ لحاظ چار
باتوں کے نخل کرنا چاہیے مال اور حسب یعنی علو خاندان و شرافت نسب و جمال و دین پس
کامیاب ہو اس عورت سے جو دیندار ہو خاک آلودہ ہو تیرا ہاتھ یعنی جبکہ تو عورت دیندار کو نہ
اختیار کرے اور اس کو چھوڑے اس حدیث کو بخاری اور ابوداؤد نے روایت کیا۔ اور جب یہ
باتیں اس شخص میں موجود ہوں تو اللہ تعالیٰ کا بہت شکر ادا کرے اور نخل کرے اور لڑکی کے
نخل میں فراخ دستی و خوش خلقی زوج کی اعتبار کرنا زیادہ مناسب ہے اور دین حق کی اتباع و سنت
سنیہ غیر الانام و جماعت صحابہ کرام سے مراد ہے اس کو سب سے مقدم جانے لیتے کہ انہی رسالہ
تحفۃ المشتاق اور کفو کا لحاظ بھی بعد دین کے ضروری جانے لکھنا بالغ ہوتا دمانند و فادۃ متبادر
شدن کہ انہی مفتی الارب جلد دوم۔ درختار مطبوعہ مطبع صدیقی ریل کے صفحہ ۳۴ میں ہے کہ عرب
بولتے ہیں کافاہ جب کسی چیز کے برابر ہو الکفایۃ معتبرۃ فی ابتداء النکاح للزورۃ و صحتہ
برابری معتبر ہے شروع نخل میں تو اگر نخل کے وقت مرد عورت کے برابر تھا چہ کتر ہو گیا یعنی مثلاً

فاسق ہو گیا تو نکاح فسخ نہیں ہوتا۔ کفارت معتبر ہے لزوم نکاح کے لیے یعنی ہر چند نکاح بدون کفارت بھی صحیح ہے لیکن ولی کا حق اعتراض باقی ہے پھر جب برابر سے نکاح ہوا تو لازم ہو گیا اور دوسری روایت پر کفارت کا اعتبار صحت نکاح کے لیے ہے یعنی نکاح بدون کفارت صحیح

نہیں ہوتا من جانبہ اے الرجل لان الشریفة تابی ان تكون فراشا لدنی کفارت کا اعتبار ہے مرد کی جانب سے اس واسطے کہ عورت شریف انکار کرتی ہے کمتر کے فراش ہونے

سے یعنی کمینہ مرد کے نیچے رہنا قبول نہیں کرتی لا تعبد من جانبہا لان الزوج مستقر فلا یغیظہ دناءۃ الفراش برابری معتبر نہیں عورت کی طرف سے اس لیے کہ زوج طالب ہے

فراش کا تو اس کو رنج نہیں آتا کتری مفروش سے وهذا عند الكل فی الصحیح کما فی المجازیۃ لکن فی الظہیریۃ وغیرہا عندہ وعندہما معتبر فی جانبہا ایضاً اور یعنی کفارت کا اعتبار

مرد کی جانب میں نہ عورت کی جانب میں امام ابو حنیفہ و صاحبین سب کے نزدیک ہے قول صحیح میں جیسا کہ فتاویٰ جنازیہ میں ہے لیکن ظہیریہ وغیرہ میں عورت کی کفارت کا اسقاط امام

صاحب کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک کفارت معتبر ہے عورت کی جانب میں بھی انتہی اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جو شخص باعتبار دولت و خوبصورتی و حکومت و علم کے ہم پلہ ہو وہ کفو

ہے یا مال و جمال کو سب پر فوقیت ہے یا یہ کہ تلاش نسب ضروری نہیں کل مق من اخواتہ یا دیانت و تقویٰ و مذہب کی تحقیق ضروری نہیں ہے صرف ظاہری نماز و روزہ دیکھ لینا کافی

ہے تو یہ کہنا اس کا صحیح نہیں ہے نہ قابل تسلیم اس وجہ سے کہ کفو کے معنی جو مساوات کے ہیں اس سے مراد شرعاً مساوات مخصوصہ ہے جلد دوم درختار کے صفحہ ۳۲ میں ہے کہ المراد ہمسائی

مساوات مخصوصہ او کون المرأۃ احق یعنی نکاح کے معاملے میں کفو سے مراد مرد کا عورت سے خاص خاص باتوں میں برابر ہونا ہے یا عورت کا کم ہونا انتہی پر علامہ شیخ محمد امین المعروف بـ

ابن عابدین اپنی کتاب رد المحتار حاشیہ در المختار مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۳۴۵ میں لکھتے ہیں کہ علیٰ
حموی نے معتبرات فی الکفارة کو ان شعرون میں نظم کیا ہے ۵

ان الکفارة تكون في	سبب لها بابت بدیع قد ضبط
نسب اسلام كذلك حرفة	حرية وديانة مال فقط

یعنی کفارة فی النکاح میں چھ باتوں کا اعتبار کیا جاتا ہے جو اس شعر میں نظم ہیں وہ چھ باتیں
یہ ہیں نسبت اسلام پیشہ آزادی دیانت مال انتہی پس انھیں امور کی بنا پر کفارة و عدم کفارة
کا حکم ہوگا علاوہ ان کے اور باتوں کو شرعاً کفو ہونے میں کوئی دخل نہیں۔ رہا مال اگرچہ کفارات میں
مستبر ہے لیکن اس سے مراد صرف اداسے مہر اور زوجہ کے نان و نفقہ کی قدرت ہے۔ جلد دوم
شرح وقایہ کے صفحہ ۳۰ میں ہے والقادر علیہما کفوا لذات اموال عظيمة یعنی نان و نفقہ
و مہر پر قدرت رکھنے والا بڑی مالدار عورت کا کفو ہے کیونکہ مال ایک شخص کے ہاتھ میں ہمیشہ نہیں
رہتا ہے آج ایک کے پاس ہے تو کل دوسرے کے پاس جلد دوم در مختار کے باب الکفارة صفحہ ۳۴۵
میں مال کے متعلق ہے وما لا بان یقدر علی المعجل ونفقة شهر لو غیر محترف والا
فان یکسب کل یوم کفایتها لو تطینوا لکجام اور معتبر ہے کفارات مال میں اس طرح کہ قادر ہو
زوج مہر معجل پر بطور زوج کے اور قادر ہو ایک مہینہ کے نفقہ پر اگر پیشہ ور نہ ہو اور اگر پیشہ ور ہو تو
کسب کر سکتا ہے ہر روز بقدر کفایت عورت کے قدرت نفقہ پر اس وقت ضروری ہے اگر عورت
کو جماع کی برداشت ہو ورنہ فقط قدرت مہر معجل کی کافی ہے انتہی پس ایک مہینہ کی خواہش پر قدرت
رکھنے والا یا روز بروز دوری کرنے والا نہ دولت مند کہا جاسکتا ہے اور نہ اسی حالت پر عرف میں اطلاق
دولت کا کیا جائیگا۔ رہی خوبصورتی ساقط نظر معتبرات فی الکفارة نہ ہونے کے وہ بھی بے اعتباری
ہے کہ ایک دن کے بعد میں تشریف لیجاتی ہے اور چند روز کے بعد کسی ہی حسین عورت ہوا و سکی قد

جاتی رہتی ہے۔ جلد دوم درختار کے صفحہ ۳۶ میں قادی خانہ سے منقول ہے والقرودی کفوہ
 للدفی فلا عبرة بالبلد کما لا عبرة بالجمال یعنی گانوں کا رہنے والا شہر کے رہنے والے کا کفوہ
 ہے تو کفارت میں شہر کا کچھ اعتبار نہیں جیسے خوبصورتی کا کچھ اعتبار نہیں انتہی رہی حکومت سودہ
 ابھی ستمبر کی الکفارة نہیں کیونکہ بعض حکومین جو عموماً معزز و مقرب بھی جاتی ہیں وہ شرعاً مذموم ہیں
 جلد دوم درختار کے صفحہ ۳۵ میں ہے واما اتباع الظلمة فاحس من الکل یعنی حکام ظالمین کے
 تابعین تو سب پیشہ ورون سے خیس تر وید تر ہیں اگرچہ صاحب مروت و مالدار ہوں اس واسطے کہ
 اولن کے مال ظلم و ستم سے جمع ہوئے ہیں انتہی۔ ہاں علم ضرور موجب فضل و بزرگی ہے اور یہ بعض امور کا
 نعم البدل بھی ہو جاتا ہے مگر نہ مطلق علم بلکہ علم دین۔ ورنہ علم دنیا جو فی زمانہ ہندوستان میں شایع ہے
 شرعاً منقوص و مردود ہے اور اکثر اوقات منافی دیانت و تقویٰ و غرض کہ کفوہ نہ ہونے میں سوائے ان
 چاروں مذکورہ کے اور کسی امر کو دخل نہیں اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جس شخص میں یہ چھ باتیں ہوں
 وہی کفو ہوگا ورنہ نہیں بلکہ ان چھ کے سوا کفارت میں اور کسی امر کا اعتبار نہیں کیا جائیگا خواہ وہ سب
 مجتمع ہوں یا نہ ہوں کیونکہ منجملہ امور مذکورہ کے بعض امور مثل آزادی و نسب و پیشہ بعض حالات یا
 اقوام کے ساتھ خاص ہیں اور ان کے سوا دوسرے مقام پر ان کا کچھ اعتبار نہ ہوگا مثلاً لڑائی و سلام
 آپس میں کفو ہیں حالانکہ حریت مفقود ہے یا عرب جن کے نزدیک ماہر شرافت چونکہ نسب پر منحصر
 ہے اور اس سے زیادہ کوئی امر قابل فخر و ناز نہیں اس لیے اعتبار نسب صرف اسی قوم کے ساتھ

خاص ہو گیا جلد دوم شرح وقایہ کے صفحہ ۲۹ میں ہے انما خص الکفائة فی النسب بالعرب
 معنی کفو ہونے میں مساوات نسب کی شرط عرب کے ساتھ مخصوص ہے اگرچہ عرب کے سب قبیلے
 شریف ہیں لیکن وہ قریش جو اولاد نضر بن کنانہ سے ہیں وہ سب سے اشراف ہیں لہذا جس طرح حقیقہ
 بمقابل عرب باوجود شرافت نسب قریش کے کفو نہیں اسی طرح غیر عرب کو دیر اسلام و حریت و دیانت

و مال سے آراستہ ہوں اور ان کے کفو نہیں در مختار کی جلد دوم صفحہ ۳۵ میں ہے العجی لا یكون
 کفو للعربیة ولو کان علماً او سلطاناً و هو الصیحة یعنی غیر عرب اگرچہ عالم یا بادشاہ ہی کیون نہ
 عورت عربی انسل کا کفو نہیں ہو سکتا اور یہی قول صحیح ہے انتہی پس یہ کہنا کہ ملاش نسب ضروری
 نہیں یا کل مومن اسحق کو کفارت سے متعلق کرنا غلطی و جهالت ہے اس وجہ سے کہ مواخات اور
 مکافات ایک چیز نہیں کوئی آدمی دیتا مسلمان ہو جانے سے دینی بھائی ضرور ہو جائیگا مگر
 خاندانی بھائی نہیں کہا جائیگا اب رہا حرفہ سوا اس کا اعتبار عجم کے ساتھ مخصوص ہے رد المحتار
 حاشیہ رد المحتار معروف بہ شامی مطبوعہ مصر کے صفحہ ۳۲۴ میں ہے کہ عجم سے مراد وہ لوگ ہیں جنکا
 سلسلہ نسب قبائل عرب میں کسی سے نہ ملتا ہو اور وہ موسوم ہیں باسم موالی و عتقاء اور عموماً اہل
 شہر اور دیہات ہمارے زمانہ میں انہیں لوگوں سے ہیں خواہ ان کی زبان عربی ہو یا نہ ہو مگر وہ
 لوگ کہ جن کا نسب مشہور ہے جیسے وہ لوگ جو منسوب ہیں خلفاء کی جانب یا انصار وغیرہ کی طرف
 انتہی۔ تو ان میں بجائے نسب کے اسی کا لحاظ و اعتبار ہوگا پس جو لوگ جس حرفہ کے ساتھ مخصوص
 ہیں وہ اس قوم یا برادری کے کفو نہیں جو حرفاً ان سے اعلیٰ ہیں باقی امور عام ہیں اور ان میں
 کوئی تخصیص کسی قوم اور حال کی نہیں ہر قوم اور ہر حال میں ان کا ہونا لازمی و ضروری ہے
 لہذا یہ خیال کہ دیانت و تقویٰ اور مذہب کی تحقیق ضروری نہیں ہے صرف ظاہری نماز و روزہ
 دیکھ لینا کافی ہے یہ بھی غلط ہے در مختار کی جلد دوم صفحہ ۳۵ میں ہے و تعتبر فی العرب و یحجر
 دیانتہ ای تقویٰ فلیس فاسق کفو الصالحۃ او فاسقۃ بنت صالحہ۔ لہذا کان اولاً
 علی الظاہر یعنی اور معتبر ہے عرب و عجم میں کفارت دینداری کی مبنی پر ہیزگاری کی تو مرد و عورت
 نہیں برابر ہے عورت صالحہ یا فاسقہ کے جو صالح کی بیٹی ہے فاسق خواہ معلن ہو خواہ غیر معلن برابر
 قول ظاہر کے کذا فی النہر انتہی اس قول کی تشریح رد المحتار میں بھی کافی موجود ہے۔

فائدہ اس زمانہ میں اکثر لوگ اپنی لڑکیوں اور لڑکے کا نکاح باوجود موجود ہونے لڑکیوں اور لڑکوں پر سے لکھے کے اپنی قرابت اور کنبہ میں۔ اغیار کے ساتھ کر دیتے ہیں اور پاس قرابت نہیں کرتے تو یہ بھی بہت نادبیا اور خلاف شرع ہے کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا وہ اغیار غیر کفو ہیں تو نکاح ہی ناجائز ہے۔ جلد دوم سن ماہن ماجرہ مطبوعہ مطبع صدیقی لاہور کے صفحہ ۲۹ میں ہے

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تخيروا النطفة وانكحوا الاكفاء وانكحوا اليهصر یعنی حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نطفیا کر لو اپنے نطفوں کے لیے یعنی جو رتوں میں سے اچھی جو رتوں کو جن کو اور نکاح کر دو کفو مردوں سے اور بچن کر دو کفو والوں سے انتہی۔ جلد دوم غایۃ الاوطار ترجمہ در المختار کے صفحہ ۲۳ میں ہے یتقی فی غیر الکفو لعدم جوازہ اصلاً وهو المختار اور فتویٰ دیا گیا غیر کفو میں عدم جواز نکاح کا یعنی اگر عورت غیر کفو سے بغیر رضی ولی کے نکاح کر لے تو اصلاً جایز نہیں اور یہی روایت پسندیدہ ہے فتوے دینے کے واسطے اور یہی روایت ہے حسن ابن زیاد کی امام عظم سے کہ اگر زوج کفو ہی تو نکاح بغیر ولی کے نافذ ہو گا اور اگر غیر کفو ہے تو ہرگز نافذ نہ ہو گا اور معراج میں خانیہ سے نقل کیا کہ ہمارے زمانے میں مختار فتویٰ دینے کے واسطے حسن کی روایت ہے اور ذمیرہ میں ہے کہ حسن کی روایت کو اکثر مشائخ نے لیا ہے بوجہ خرابی زمانہ کے یعنی عدم جواز پر فتوے بسبب فساد زمانہ کے ہو ا کیونکہ ہر مکلفہ با شرم و حیا ہے کہ عزت کا خیال رکھے نہ ہر قاضی عادل ہی نہ ہر ولی کو نالاش کا سلیقہ ہے انتہی بحوالہ اربع مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۱۰ میں ہے وروی الحسن عن الامام مائتہ ان کان الزوج

کفاء نفذ نکاحها والا فلم یعتقد اصلاً وفي المعراج معنی الی قاضی خان وغیرہ والمختار للفتویٰ فی زماننا روایۃ الحسن وفي الکافی والذخیرۃ وبقولہ احد کثیر من المشایخ لانه لیس کل قاضی عدل ولا کل ولی محسن المرافعة والمجتوبین یدی

القاضی مذلة الباب بالقول لعدم الاتفاق اذ اصلا انتهى یعنی حسن بن زیاد نے روایت کیا امام ابو حنیفہ سے کہ اگر زوج کفو ہے عورت کا تو مکمل نافذ ہو جائیگا ورنہ نکاح منعقد ہی نہ ہوگا اور معراج میں قاضی خان وغیرہ کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں فتوے کے واسطے حسن ہی کی روایت اختیار کی گئی ہے اور کافی و ذخیرہ میں بھی یہی ہے اور انھیں کے قول کو اکثر مشائخ نے اختیار کیا ہے اس لیے کہ نہ ہر قاضی منصف ہوتا ہے اور نہ ہر ولی لائق کہ فسخ نکاح کی قاضی کے سلسلے بخوبی کوشش کرے لہذا غیر کفو میں مکمل کرنے کا دروازہ حکم العقاد سے بند کر دیا گیا فتاویٰ عالمگیری کی جلد اول مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۹۲ میں ہے وروی الحسن عن ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ ان النکاح لا ینعقد وہ اخذ کثیر

من مشایخنا رحمہم اللہ تذا فی کذا فی المیخط والمختار فی زماننا للفتویٰ روایۃ

الحسن وقال الشیخ الامام شمس الایمۃ السرخسی روایۃ الحسن اقرب الی الاحتیاط

کذا فی فتاویٰ قاضی خان فی فصل شرائط النکاح یعنی حسن بن زیاد نے روایت کی امام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہ نکاح غیر کفو سے منعقد نہ ہوگا اور اسی کو اختیار کیا ہمارے مشائخ رحمہم اللہ نے اسی طرح محیط میں بھی ہے اور مختار ہمارے زمانہ میں فتوے دینے کے لیے بھی حسن کی روایت ہے امام شمس الایمۃ سرخسی کہتے ہیں کہ حسن کی روایت بہت احتیاط کے قریب ہے اسی طرح ہے فتاویٰ قاضی خان میں فصل شرائط النکاح میں انتہی اور اگر انکار کر مراد غیر خاندان والے بن تو بھی ہوتے ہوئے سلمان اور قابل لڑکوں کے اپنے اعزہ میں غیر خاندان کے لڑکے سے کرنا نازیبا ہے کیونکہ اس سے صورت قطع رحم کی پیدا ہوتی ہے جو بلا سبب شرعی شرعاً حرام ہے قسطلانی شیح صحیح بخاری کی جلد نہم صفحہ ۲ مطبوعہ مطبع نوکلشوری کانبور میں ہے للصلۃ درجات بعضها رفع من بعض وادناھا ترک اللہا جوق یعنی صلہ رحمہ کے درجوں میں

سب سے اونے درجہ ترک مہاجرت ہے پھر اسی کے صفحہ ۹ میں ہے ولا شبہة مع علمہ
 بتجرمھا یعنی جان بوجھ کر قطع رحم کرنے کے حرام ہونے میں کچھ شبہ نہیں مظاہر حق تحریر
 مشکوٰۃ شریف مطبوعہ مطبع انتظامی کانپور کے صفحہ ۱۲ باب البر والصلہ میں ہے وعن الجہریۃ
 قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلمی من انسا بکم ما تصلون بہا رحمکم

فان صلة الرحم محبة في اهل مشواة في المال منسأة لا تورد وال الترمذی وقال
 هذا حدیث غریب اور روایت ہے ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے سیکھو تم اپنے
 نسبوں میں سے اس قدر کہ سلوک کرو تم ساتھ اس کے اپنے رشتہ داروں سے اس لیے کہ سلوک
 کرنا رشتہ داروں سے سبب ہوتا ہے محبت کا آثار میں آمد سبب ہوتا ہے کثرت و برکت کا
 مال میں اور سبب ہوتا ہے تاخیر کا اجل میں نقل کی یہ ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے
ف سیکھو تم یعنی باپ و دادا و ماؤں و نانیوں و دادیوں اور ان کی اولاد و تمام اقربا کو بچاؤ
 اور ان کے نام یاد رکھو تا ذوی الارحام یعنی اقربا کو کہ جن سے سلوک کرنا چاہیے ان کو جانو کہ اوکا
 جاننا ضروری ہے اور نافع انتہی اس زمانہ میں اکثر لوگ اپنی لڑکوں اور لڑکیوں کی نشادی سیاہ
 اپنی قرابت قریہ میں نہ کرنے کے وجہ میں یہ حدیث بھی پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم نے فرمایا ہے لا تنکح القرابة القریبة فان الولد یخلق ضاویاً یعنی نکاح نہ کرو نہایت
 قرابت قریہ والی عورت سے اس لیے کہ لڑکا پیدا ہوتا ہے نحیف حکمت اس میں یہ ہے کہ اونٹنا
 شہوت کا قوت حاسہ سے ہے جو دیکھنے اور چھونے سے ہوتی ہے اور قوت حاسہ نئی چیز و نہیں
 قوی ہوتی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے لكل جدید لذۃ اور جو چیز کہ ہمیشہ نظر کے سامنے رہتی ہے
 اس میں قوت حاسہ ضعیف ہوتی ہے اور شہوت پورے طور پر نہیں ہوتی اور نہ نطفہ قوی ہوتا
 پس اس سے لڑکا ضعیف ہوتا ہے اسی وجہ سے بڑھاپے میں جو لڑکا پیدا ہوتا ہے وہ ضعیف ہوتا ہے

تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ کتاب سراح میں لکھا ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ
 اغتربوا ولا تقصوا یعنی نکاح کرو تم اجنبی عورتوں سے اور نہ نخل ح کرہ تم رشتہ قریبی والوں سے
 اور یا اس وجہ سے کہ عرب گمان کرتے تھے کہ جولا کا آدمی کی قرابت قریبہ سے ہوتا ہے بخوف
 یعنی دبا ہوتا ہے مگر کریم ہوتا ہے یعنی بزرگ و نیک بخت اپنی قوم کی طبیعت پر انتہی۔ پس اس
 تقریر سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس سے منع فرمایا تو بنا بر گمان وقاعدہ عورت
 کے فرمایا ہے کہ وہ بسبب ضعف کے اس کو اچھا نہیں جانتے تھے کوئی اس میں فسرعی قباہت
 نہیں ہے بلکہ لڑکا اچھا پیدا ہوتا ہے قرابت قریبہ والی سے پس یہ منع فرمانا بنا بر حکمت کے ہی
 کوئی اس سے یہ نہ سمجھے کہ ایسی قرابت میں نکاح کرنا گناہ ہے اور یہ روایتیں بھی کچھ قوی نہیں ہیں
 کہ ان پر متک کرنے کو لازم سمجھے احتمال ہے کہ یہ حکم منسوخ ہوا ہو اور بڑی سند اس تقریر کی نقل
 جناب رسالت مآب صلعم ہے کہ آپ نے حضرت سیدۃ النساء فاطمہ ہر ازہی اللہ عنہا کا نکاح
 حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کیا اگر یہ منع ہوتا تو آپ کیوں کرتے اور اسی طرح اور صحابہ کرام اور صلح
 امت میں اس وقت تک یہ معاملہ جاری رہا لہذا ان روایتوں کو دیکھا کوئی اس طرح کے رشتہ
 کرنے کو برا نہ جانے واللہ اعلم بالصواب کذا فی رسالہ ہادی الناظرین فی ترجمۃ آداب اصحابین
 مصنفہ نواب قطب الدین خان دہلوی مطبوعہ مطبع مسیحائی کا پور صفحہ ۳۲۔ جلد دوم دنیا نیلا و طار
 ترجمہ در التمار مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی کے صفحہ ۲ میں ہے کہ نکاح واجب ہوتا ہے وقت غلبہ ہوتو
 کے پس اگر یقین ہو جائے کہ بغیر نکاح کے زمانہ گرفتار ہو جاوے گا تو نخل ح فرض ہے کذا فی النہایہ
 اور یہ واجب و فرض اس صورت میں ہے کہ مالک ہو مہر دینے و نفقہ رسائی پر اور اگر نفقہ و مہر کا مقدور
 نہیں تو ترک کرنا و مسکا ناہ نہیں ہے کذا فی البدایع اور نکاح سنت ہو کہ وہ ہے مذہب صحیح پر تو گناہ گار
 ہو گا اس کے ترک سے اور ثواب پاوے گا اگر نیت کرے عفت کی یا اولاد کی۔ اور نکاح سنت ہے

حالت اعتدال میں یعنی جو قادر ہو جماع و مهر و نفقہ پر اور اگر قادر نہ ہو یا زنا اور جور و ترک فرہیض
 و سنن سے ڈرے تو وہ معتدل نہیں سوا اوس کا نکاح بھی سنت مؤکدہ نہیں کذا فی حاشیۃ الدینی
 اور ترجیح دی نہر الفائق میں نکاح اعتدال کے واجب ہونے کو سبب ثابت ہونے موافقت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ثابت ہونے انکار کے اوس پر جو نکاح سے اعراض کرے
 صحیحین میں وارد ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نکاح کرتا ہوں
 عورتوں سے سو جو میری سنت کی رغبت نہ رکھے وہ میرے طریقہ پر نہیں ہے لیکن یہ حدیث دو
 پر دلیل نہیں ہو سکتی جیسا کہ صاحب نہر نے استدلال کیا ہے اس واسطے کہ انکار اس حدیث میں
 تارک نکاح پر نہیں بلکہ بے رغبت پر ہے اور واجب وہ ہے کہ جسکے تارک پر انکار ہو کذا فی حاشیۃ الدینی
 اور نکاح مکروہ ہے سبب خوف ظلم مرد کے عورت پر اور اگر مرد ظلم کو یقینی جانے تو اوس وقت نکاح حرام
 ہے۔ محشی مدنی نے کہا کہ شارح نے قسم سادہ میں نکاح کو ترک کیا یعنی نکاح مباح کو اور نکاح مباح
 اوس وقت ہوتا ہے کہ جب خوف محرم کا ہو ادا سے حقوق سے کذا فی الجہتی انتقی بقدر الصبر و ردة
 قائمہ رسا کہ نجات الارواح میں ہے کہ حموی کہتے ہیں کہ خبیثوں کے نکاح حبت میں عقد کے
 ساتھ ہو گئے جیسا کہ دنیا میں ہے اور سلف نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ آیا حبت میں اولاد پیدا
 ہوگی اور نسل چلیگی یا نہیں تبصرے کہتے ہیں کہ ہرگز نہیں یہ ترمذی کی روایت ہے اور اسکی تحسین کی
 حضرت ابو سعید خدریؓ نے وہ کہتے ہیں کہ پہلے از جب حبت میں لڑکے کی خواہش کرے گا تو ایک سات
 میں مل بھی ہوگا اور لڑکا بھی پیدا ہوگا۔ اور بعضے کہتے ہیں نہ ہوگا طبرانی نے کبیر میں حضرت ام سلمہؓ
 سے روایت کی کہ انھوں نے کہا یا رسول اللہ ایک عورت نے دنیا میں دو تین چار نکاح کیے پھر
 مر گئی اور جنت میں داخل ہوئی اور وہ شوہر بھی سب جنتی ہوئے تو وہاں حبت میں اون شوہروں میں
 سے اوس کا کون شوہر ہوگا آپ نے فرمایا اے ام سلمہ اوس عورت کو اختیار دیا جائیگا اون میں سے

وہ جس سے زیادہ خوش ہوگی اوس کو لیگی اور عرض کریگی کہ اسے پروردگار اس نے میرے ساتھ
نہایت خوش اخلاقی سے بسر کی اسکے ساتھ میرا بیاہ کر دے۔ اسے ام سلمہ حسن ظن دنیا و آخرت
دونوں کی بہترینوں کے لیے کافی ہے۔ اسکو سیدہ سعودی نے حاشیہ اشباہ میں بیان کیا ہے واللہ
سبحانہ و تعالیٰ اعلم انتہی۔ جلد دوم مجموعۃ الفتاویٰ مطبوعہ مطبعہ یوسفی لکھنؤ کے صفحہ ۲۰۰ میں مولوی محمد
عبدالحمید لکھنوی ایک استفتاء کے جواب میں یہ روایت نقل کر کے لکھتے ہیں کہ ادھ بھی مجھ طبرانی و مسند بزار
و مکارم اخلاق خراطی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
ایک عورت نے دنیا میں دو خاوند کیے پھر وہ مر گئی اور خاوند بھی مر گئے اور یہ بھی جنتی ہوئی اور وہ بھی
قواب و جنت میں کس شوہر کے لیے ہوگی آپ نے فرمایا اوس کے لیے جو دنیا میں اوس کے نزدیک
حسن الخلق تھا انتہی اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنے پچھلے خاوند کو لیگی طبقات
ابن سعد میں مروی ہے ابی الدرداء سے کہ کہا او غنوں نے میں نے رسول اللہ صلیم سے سنا کہ فرماتے
تھے کہ عورت آخرت میں اپنے پچھلے خاوند کو لیگی انتہی۔ بقا ہر صورت اوس وقت میں ہوگی کہ تمام
شوہر اوس کے حسن صحبت میں برابر درجہ کے ہوں واللہ اعلم انتہی۔ جلد سوم سنن ابن ماجہ سہمی بہ
رفع العجاہ مطبوعہ مطبعہ صدیقی لاہور کے باب صفۃ الجنۃ میں لکھا ہے کہ ابو امامہ سے مروی ہے کہ حضرت
صلیہ نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا اوس کو بہترین بیان بڑی آنکھ والی
حورون میں سے عنایت فرمائے گا اور شیریں بیان اوس کی جن کا وہ وارث ہوگا دوزخ والوں
میں سے انہیں سے ہر ایک بی بی نہایت خوبصورت ہوگی اور مرد بھی ایسا قوی ہوگا کہ جس کو
جماع سے ضعف نہ پیدا ہوگا۔ یہ زیادتی کہ شیریں بیان اوس کی جسکا وہ وارث ہوگا دوزخ والوں
میں سے ہوگی یہ صرف ابن ماجہ کی روایت ہے مگر اسکے راویوں میں خالد بن بزید نہایت ضعیف
ہے بھی ابن معین کا قول ہے کہ وہ اپنے باپ پر جھوٹ بولنے سے نہیں خوش ہوا یہاں تک کہ اوس نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر بھی جھوٹ باندھا۔ اور اس حدیث کی توجیہ شکل ہے
 اس لیے کہ کافروں کی عورتیں بھی کافرہ ہوتی ہیں پس وہ بھی دوزخ میں رہیں گی اہل جنت کو
 کہاں سے ملنے لگیں اور کافروں کی وہ عورتیں جو مسلمان ہو گئی تھیں اور انھوں نے نکاح نہیں
 کیا وہ قلیل ہیں ہر جنسی کو انہیں سے شتر عورتیں کیونکر ملنے لگیں مین کہتا ہوں کہ اور گزر چکا کہ
 ہر ایک شخص کے لئے دو مقام ہیں ایک جنت میں اور ایک جہنم میں پس ہر ایک کافر کی شتر
 عورتیں جنت میں بھی ہیں جو مسلمانوں کے ہاتھ آئیں گی مگر اس صورت میں شتر سے زیادہ آنا
 جایا میں کس لیے کہ کافروں کی تعداد مسلمانوں سے بہت زیادہ ہے جیسا کہ گزرا مگر اس توجیہ
 پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس صورت میں یہ شتر عورتیں بھی عورتوں سے ہوئیں نہ دنیا کی عورتوں
 میں سے پھر ان کا عطف حدیث میں پر کیسے جائز ہوگا اور ہشام ابن خالد نے جو آئندہ اسکی تشریح
 کی ہے وہ بھی اس کے خلاف ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شتر عورتیں دنیا کی عورتوں میں سے
 ہوں گی چونکہ آسیہ فرعون کی بی بی کو بھی انہیں سے شمار کیا ہے اور مکمل ہے کہ یہ عام ہو شامل دوزخ
 قسم کی عورتوں کو واللہ اعلم ہشام ابن خالد جو راوی ہیں اس حدیث کے کہتے ہیں کہ دوزخ
 والوں سے وہ مرد مراد ہیں جو دوزخ میں جائیں گے اور اہل جنت اور انکی عورتوں کے وارث
 ہو جائیں گے جیسی فرعون کی بی بی کو اس کے وارث بھی اہل جنت ہو جائیں گے کیونکہ وہ منہ
 تقی اور حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ مومن جب اولاد کی
 خواہش کرے جنت میں تو محل اور وضع محل اور بچے کا بڑا ہونا سب ایک ساعت میں ہو جائے گا
 اس کے حسب خواہش و ترندی کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ
 جنت میں جماع ہوگا لیکن اولاد نہ ہوگی اور طاؤس و مجاہد و نخعی سے ایسا ہی منقول ہے اور اسحاق
 کہتے ہیں کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی خواہش کرے اولاد اس کے اولاد ہوگی لیکن کوئی خواہش نہ کرے

نہ کرے گا پس اولاد بھی نہ ہوگی اور آبرزین سے مروی ہے مرفوعاً کہ اہل جنت کے اولاد نہ ہوگی
 انتہی مشکوٰۃ شریف میں باب صفۃ الجنة والہما کی فصل ثانی میں حدیث مرویہ حضرت ابی سعید
 خدریؓ کا ایک منکر ایہ ہے کہ دو سر اگر وہ ہشتیوں کا مانند ستارہ چمکنے والے کے آسمان پر ہوگا۔
 ہر ایک کے لیے اونہین سے دو عورتیں ہونگی ہر عورت کے پاس ستر چلے ہونگے اور ہر ایک ان
 دونوں عورتوں سے اس صفت کی ہوگی جسکی پہلی کی ہڈی کا مغز پشت پہلی سے دیکھا جائیگا
 یہ کنایہ ہے غایت لطافت و صفائی و جمال سے اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور پہلی فصل
 حدیث مرویہ حضرت ابی ہریرہؓ میں ہے کہ ہشتیوں میں سے ہر مرد کے لیے دو عورتیں ہونگی جو ان
 سے (جو جمع حوراء کی ہے) اسکے معنی عورت سفید چشم اور سیاہ چشم کی اور عین جمع عیناء کی ہے اسکے
 معنی فراخ چشم کے ہیں) اگر کوئی یہ اعتراف کرے کہ حضرت ابی سعید خدریؓ کی روایت میں بہتر
 عورتیں ہیں اور اس حدیث میں دو ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ عورتیں دو
 ہونگی اس جنس کی کہ حور لعین ہیں مع اور صفتوں کے جو مذکور ہوئیں۔ اور باقی اور جنس کی ہیں کئی
 مخالفت نہیں ہے اس میں کہ دو عورتیں اس جنس کی ہوں اور دو عورتیں بہت سی اور جنس کی ہوں
 انتہی بقدر الضرورة باقی یہ حدیث متفق علیہ ہے اور حدیث میں عزب کی لفظ آئی ہے اور عرب
 کہتے ہیں اس مرد کو کہ جس کے عورت نہ ہو کہ کافی النہایہ اور جس عورت نے کہ کئی شوہر کر کے بعد
 دیکھے تو بعض حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آخر شوہر کو ملیگی اور بعض حدیثوں سے ظاہر ہوتا
 ہے کہ وہ عورت اختیار دیا ویگی اور شوہر ان میں سے جس کو پسند کرے گی اس کے پاس رہے گی اور آصح
 یہ ہے کہ وہ عورت مرتے وقت جسکے نکاح میں ہوگی جنت میں اوس کی ملیگی اور اگر مرتے وقت
 کسی کے نکاح میں نہ ہوگی تو اختیار دیا ویگی فقہ ابو الیث حنفی علیہ الرحمۃ باب کیسویہ بستان العافین
 مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۵۴ و ۲۵۵ میں لکھتے ہیں کہ جس عورت کے دنیا میں دو خاوند ہوں گے

اوس میں اختلاف ہے کہ آخرت میں کس کو ملیگی نفعہ کہتے ہیں پچھلے شوہر کو ملیگی اور بعضہ کہتے ہیں کہ اوس کو اختیار ہوگا جس کو وہ پسند کرے اور حدیث میں ہویدان دونوں فریق کے قولوں کا آیا ہے لیکن جب کا قول یہ ہے کہ آخر شوہر کو ملیگی وہ اس وجہ سے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے پیغام نکاح بھیجا ام الدرداء کے پاس اونھوں نے کہا ابھی کہ میں نے ابوالدرداء سے سنا ہے کہ وہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر کے بیان کرتے تھے کہ آپ فرماتے تھے کہ عورت اپنے پچھلے خاوند کو آخرت میں ملیگی اور ابوالدرداء نے کہا تھا کہ اگر تم کو آخرت میں میری زوجہ ہونا پسند ہو تو میرے بعد نکاح نہ کرنا اور جس کا قول یہ ہے کہ عورت کو اختیار ہوگا کہ جس خاوند کو وہ چاہے لے لیا اوس کی سند یہ ہے کہ حضرت ام حبیبہ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ بعض عورت ہم میں ایسی ہوتی ہے کہ اوس کے دو خاوند ہوتے ہیں تو وہ آخرت میں کس کی ہوگی آپ نے فرمایا کہ اوس کو اختیار دیا جائیگا وہ اوس خاوند کو اختیار کرے گی جو معاشرت میں اوس کے ساتھ اچھا رہا ہو پھر آپ نے فرمایا کہ خوش خلقی دنیا و آخرت دونوں کی نیکیاں لیگی انتہی اور ابن ربیع کتاب تیز الطیب من الخبیث میں لکھتے ہیں کہ عورت آخر خاوند کی ہوگی اسی کو طہرائی نے عجم کبیر میں ابی الدرداء سے اور خطیب نے حضرت عائشہ صدیقہ سے مرفوعاً روایت کیا اور علامہ سیوطی نے بھی جامع صغیر میں اسی حدیث کو نہیں دونوں کتابوں سے نقل کیا ہے اور حدیث حضرت ام حبیبہ کو جمع الجوامع میں خرابی سے نقل کیا ہے قدوة الحثین امام نووی تہذیب لاسما واللفات میں ام الدرداء کے حال میں لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے پیغام نکاح بھیجا ام الدرداء کے پاس ابوالدرداء کی وفات کے بعد اونھوں نے کہا ابھی کہ ابوالدرداء نے کہا کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ عورت اپنے اخیر شوہر کو ملیگی تو میں ابوالدرداء کے بعد دوسرا شوہر کرنا نہیں چاہتی تاکہ اُن کو پھر میں جنت میں پاؤں اور اونھیں کے پاس رحون علامہ ابن حجر نے اپنی کتاب زواجر من اقتراف الکبار مطبوعہ مصر میں ان دونوں حدیثوں

میں توفیق کی ہے اور لکھا ہے کہ جس عورت کے کئی خاوند دنیا میں ہوں تو اگر وہ کسی ایک
 کی عصمت میں مرجائے تو وہ عورت اسی کی رہیگی اور کسی کی نہ ہوگی کیونکہ وہ آخری شوہر ہے
 اور اگر کسی کی عصمت میں نہ مرے تو اس کو اختیار دیا جائیگا جس کو وہ پسند کرے اس کو لیے کیونکہ
 انہیں سے ایک بھی اولیٰ نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم پھر زواج کی جلد دوم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۸۱
 میں الاموال الرابع فی الجمعة و فیہما میں لکھتے ہیں کہ جو کچھ اس حدیث میں اختیار ظاہری عورت کا
 سمجھا جاتا ہے وہ مخالف ہمارے بعض ائمہ کے قول کے نہیں ہے جو یہ ہے کہ وہ عورت شوہر ہون
 میں سے پچھلے شوہر کو ملیگی اس لیے کہ حدیث میں جو ہے وہ اس عورت کے بارہ میں ہے جو مرجا
 اور کسی کی عصمت میں نہ ہو اور قول مذکور اس عورت کے بارہ میں ہے کہ جو مرجائے اور کسی ایک کی
 عصمت میں ہو تو وہ اسی ایک کو ملیگی نہ دوسرے کو بخلاف اس عورت کے جو مرجائے اور کسی
 ایک کی عصمت میں نہ ہو یعنی اس کے کئی شوہر ہو چکے ہوں اور کوئی اون میں اولیٰ نہ ہو تب اس عورت
 کو اختیار ہو گا انتہی فائدہ امام نووی اپنی کتاب تہذیب لاسماء واللفات میں لکھتے ہیں کہ ابوالدرداء
 کی دو سپیان تھیں اور دونوں کی کنیت ام الدرداء تھی ایک ام الدرداء کبریٰ کہلاتی تھیں اور دوسری
 ام الدرداء صغریٰ کبریٰ صحابیہ ہیں اور صغریٰ تابعیہ کبریٰ کا نام خیمہ ہے خاد معجہ کے زب سے انہیں
 کا ذکر مذہب میں ہے اور ام الدرداء صغریٰ کا نام خیمہ ہا کے پیش اور خیم کے برابر اس کے بعد یاد ساکن
 پھر میں اور بعضے کہتے ہیں خیمہ بنت حنی اور بعضے کہتے ہیں حنی او صابیہ اور بعضے کہتے ہیں وصابیہ
 و صاب ایک گروہ ہے حمیر سے بخاری نے اپنی صحیح میں ابواب صفة الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ ام الدرداء
 فقیہہ تھیں محدثین نے ان کے عاقلہ و فقیہہ و فقیہہ و حلیہ الشان ہونے پر اتفاق کیا ہے ابوالدرداء
 نے دمشق میں انہیں کو چھوڑ کر وفات پائی تب حضرت معاویہؓ نے ان کو پیغام نکلح دیا اور انھوں
 نے انکار کیا اور یہ بلال بن ابی الدرداء کی ماں ہیں انھوں نے ابوالدرداء اور ابوہریرہ و عایشہ

رضی اللہ عنہم سے حدیث سنیں اور ان سے بہت سے کبار تابعین نے روایت کی اور مسلم اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ حمید بن اسحق نے آخر کتاب جمع بین الصحیحین میں لکھا ہے کہ ابو بکر برقانی کہتے ہیں کہ ام الدرداء صغریٰ وہ ہیں جن سے روایت صحیح میں ہے اور ام الدرداء کبریٰ صحابیہ کی کوئی حدیث صحیحین میں نہیں ہے تاریخ دمشق میں ام الدرداء کبریٰ صحابیہ کے حال میں ہے کہ ان کا نام خیرہ بنت ابی حذرہ ہے اور ابی حذرہ کا نام سلامہ بن عمیر یہ تین تھیں عبد اللہ بن ابی حذرہ کی - اور یہ اہل بیت تھیں اور ان کی کنیت ام محمد ہے ام الدرداء ابو الدرداء کے سامنے انتقال کر گئیں پھر اسی تاریخ میں ام الدرداء صغریٰ بھیجیہ کے حال میں ہے کہ انھوں نے روایت کی ابو الدرداء اور ابو ہریرہ اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے اور یہ زاہدہ وفقیہ تھیں تاریخ دمشق میں ہے کہ ام الدرداء صغریٰ ابی ابو الدرداء سے اولیٰ کی وفات کے وقت کہا کہ تم نے دنیا میں میرا پیغام دیا میرے مان باب کو انھوں نے مجھ کو تم سے بیاہ دیا اب میں تم سے اپنا پیغام آخرت میں دیتی ہوں تب انھوں نے کہا کہ میرے بعد نکاح نہ کیجیو بعد ازاں کی وفات کے حضرت معاویہ بن ابی سفیان نے پیغام دیا تو انھوں نے ابو الدرداء کا قول کمال بھیجا تب امیر معاویہ نے کہا کہ بس اب رکی رہو کسی سے نکاح نہ کیجیو اور ایک روایت میں ہے کہ امیر معاویہ نے جب ان کو پیغام نکاح بھیجا ابی الدرداء کی وفات کے بعد تو انھوں نے کہا کہ میں نے ابو الدرداء سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ عورت اپنے آخری خاوند کو ملیگی تو میں ابو الدرداء کے بعد کسی دوسرے سے نکاح نہ کرتی تھی نہیں بلکہ چاہتی ہوں کہ جنت میں میرا نکاح پھر انھیں کے ساتھ ہو اور ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں متم اللہ کی دنیا میں کوئی خاوند نہ کروں گی تاکہ ابو الدرداء کے ساتھ انشاء اللہ پھر جنت میں نکاح کروں - اور ایک روایت میں ہے کہ انھوں نے کمال بھیجا کہ میں ابو الدرداء کا بدلہ

نہیں چاہتی ہوں انتہی بقدر الضرورت

وصلِ اوّل مہر کے معنوں کے بیان میں

مہر کے چند نام ہیں۔ مہر و صداق و صدقہ و خُلّ و عقر و عطیہ و حیا بکسر الحاء و علّائین و فرنیۃ اجر صاحب مہر الفائق نے اس کو نظم کیا ہے ۷

صداق و مہر و خُلّ و فرنیۃ حباء و اجر ثم عقر و علّائین

صداق بفتح صاد و کسر و صاد یہ ماخوذ صدق سے ہے اس واسطے کہ یہ خبر دیتا ہے صدق غبت و راست بازی زوج سے زوجہ کے ساتھ۔ جلد دوم رد المحتار معروف بہ شامی مطبوعہ مصر ص ۳۵۷ میں ہے کہ مہر کی تعریف خنایہ میں لکھی ہے کہ مہر نام ہے اس مال کا جو زوج پر عقد نکاح میں جب ہو مقابلہ بضع میں خواہ معین کرنے سے خواہ عقد سے اس پر یہ اقراض ہو اسے کہ یہ اس مال کو شامل نہیں ہے کہ جو طی بالشہ سے وارد ہوتا ہے اسی وجہ سے بعضوں نے اس کی تعریف یوں کی ہے کہ مہر کہتے ہیں اس چیز کو جس کی عورت مستحق ہو بسبب عقد نکاح یا طی کے مہر الفائق میں اس کا جواب لکھا ہے کہ معروف مہر ہے اور وہ بوجہ حکم نخل کے ہے لنتہ مولوی عبدالحی لکھنوی عمدة الرعاۃ حاشیہ شرح وقایہ مطبوعہ مطبع انوار محمدی لکھنؤ صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں کہ مہر بالغت کہتے ہیں اس چیز کو جو دی جائے زوجہ کو زوج کی طرف سے بعض منافع بضع کے اور وہ حقیقہ کے نزدیک مال یا اسی چیز ہو ناجائز ہے جو حکم میں مال کے ہو اور شافعی کے نزدیک مہر کا مال ہونا شرط نہیں ہے بلکہ تعلیم قرآن وغیرہ بھی مہر ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے انتہی بقدر الضرورة در مختار اور اس کے ترجمہ غایۃ الاوطار

کے صفحہ ۳۹ باب المہر میں ہے کہ اقلہ عشرة دراهم الحدیث البیہقی وغیرہ لا مہر اقل

من عشرة دراهم معنی کمتر درجہ مہر کا دس درہم ہے بدلیل حدیث بیہقی وغیرہ کے کہ نہیں ہے مہر کمتر دس درہم سے اور اگرچہ حدیث ضعیف ہے لیکن سبب کثرت طرق درجہ حسن تک پہنچ گئی ہے

تولانِ محبت کے ہوئی کذا فی الزہر وروایۃ الاقل تخل علی المجل اور روایت اقل دس درم کی
محمول ہی مہر مجل پر مثلاً بخاری اور سلم بن ہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری مرد سے ہر کے واسطے فرمایا کہ تو کچھ تلاش کر لا اگرچہ لپٹے
کی انگوٹھی ہو اور سنن ابوداؤد میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ جس نے
اپنی عورت کے مہر میں دو لب بھر کر ستویا کچھ ردیے اوس نے وطن کو حلال کر لیا حالانکہ وہ ہے کی
انگوٹھی اور اتنے ستوا کچھ دس درم سے نہایت کم ہیں تو اسی روایات کا شارج نے جواب دیا کہ
کتر کی روایت مہر مجل پر محمول ہے اس واسطے کہ عرب کی عادت یہ تھی کہ مہر میں سے کچھ قبل
دخول کے جلد ادا کر دیتے تھے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ سوائے انگوٹھی اور ستو کے اور کچھ مہر نہ تھا علاوہ اسکے
حدیث جابر کی متعہ کے مہر کی ہے تو قیاس بکحل کا متعہ پر جابر نہیں اور ایک شخص نہایت محتاج
تھا چند سو تین قرآن مجید کی اوس کو یاد تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس کا نکاح ایک
عورت سے کر دیا اور فرمایا ملکھتا بما معک من القرآن یعنی میں نے تمھو کو عورت کا مالک کر دیا
بسبب قرآن کے جو تیرے ساتھ ہے اس سے یہ بات نہیں ثابت ہوتی کہ قرآن کو مہر ٹھہرایا اور یہی
واسطے عورت کو قرآن سکھانا شرط نہیں کیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ حفظ قرآن کی بزرگی سے تیرا
نکاح کر دیا اور اغلب یہ ہے کہ مہر اوس کا حضرت نے خود ادا کیا ہو گا اس واسطے کہ محتاج مسکین کے
اخراجات کے حضرت خود کھیل ہو ا کرتے تھے فضة وزن سبعة مثاقیل کما فی الزکوة
چاندی کے دس درم جو وزن میں سات مثقال کے برابر ہیں چنانچہ بیان دکوۃ میں مذکور چچکا
دس درم شرعی کے ساڑھے اکتیس ماشہ ہوتے ہیں جس کے ڈیڑھ ماشہ کم تین روپیہ ہوئے اگر گیارہ
ماشہ کا روپیہ ہو مضروبۃ کا نصف اول و دینا او عرضاً قیمتاً عشرۃ وقت العقد اما فی
ضمانہا بطلاق قبل و طی فیوم القبض درہم سکہ دار ہون یا بے سکے بیسے چاندی کو ٹلے

یا پتر اگرچہ قرض ہو یعنی شوہر کے دس درہم کسی پر قرض تھے اور اوس نے نکاح میں اونہیں دس درہم ہون کا مہر مقرر کیا تو جائز ہے یا کوئی جنس ایسی ہو جس کی قیمت دس درہم ہوں وقت نکاح کے تو اگر بعد نکاح اوس کی قیمت کم ہو جائے تو کچھ ضرر نہیں لیکن جنس کی قیمت کے ضامن ہونے میں بسبب طلاق قبل الوطی کے تو قبضہ کرنے کے دن کا اعتبار ہے مثلاً عورت کا نکاح ایک کپڑے پر ہوا جس کی قیمت دس درہم تھی پھر جس دن عورت نے کپڑے پر قبضہ کیا تو قیمت اوسکی ہیں دس درہم ہو گئی تھی سو طلاق دی اوس کو شوہر نے قبل دخول کے اور کپڑا ضائع ہو گیا تو عورت کو دس درہم پھر دینا چاہیے اس واسطے کہ اگرچہ کپڑا اول دس درہم کا تھا لیکن جس دن عورت کے قبضے میں آیا تو میں کا تھا کذا فی حاشیۃ المدنی نقل عن المحیط انتہی بقدر الضرورة۔ مرزا حسن علی محدث لکھنؤی تحفۃ المشاق میں لکھتے ہیں کہ مقدور سے زیادہ مہر باندھنا مکروہ ہے اور بطریق تفاداً و مبالغات زیادہ مہر باندھنا کراہت رکھتا ہے اوس سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ برکت نکاح خوبی عورت کی قلت مہر میں ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا بلکہ مہر سنون مہر ازواج مطہرات و بنات مقدسات جناب سالت آب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور وہ زیادہ پانچ سو درہم سے ازواج میں اور چار سو شقال چاندی سے صاحبزادیوں میں نہ تھا اور مہر حضرت زہرا کا چار شقال چاندی تھا کذا فی مواہب اللدنیہ مشکوٰۃ شریف کی جلد سوم کتاب النکاح باب الصداق کی دوسری حدیث میں بروایت حضرت ابی سلہ مروی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ حضرت کی بی بیوں کا مہر کتنا تھا تو آپ نے فرمایا کہ بارہ اوقیہ اور ایک نش (اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) حضرت عائشہؓ نے کہا کہ تم جانتے ہو کہ نش کیا ہے۔ میں نے کہا نہیں فرمایا آدھا اوقیہ۔ پس یہ سب پانچ سو درہم ہوئے اس حدیث کو مسلم نے

روایت کیا میں کہتا ہوں کہ یہی حدیث سنن ابوداؤد کے باب الصداق میں بھی ہے اور فصل ثانی مشکوٰۃ میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ خبردار بھاری مہر نہ باندھو عورتوں کا کیونکہ اگر بھاری مہر باندھنا دنیا میں سبب بزرگی اور اللہ کے نزدیک موجب تقویٰ ہے تو اس کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ لائق تھے مجھے نہیں یاد ہے کہ آپؐ نے اپنی کسی بی بی سے نکاح یا اپنی کسی بیٹی کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ پر کیا ہوا اس حدیث کو احمد اور ترمذی و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و دارمی نے روایت کیا اور بارہ اوقیہ کے چار سو اسی درہم ہوتے ہیں اور آئندہ ایک حدیث آتی ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ کا مہر چار ہزار درہم تھا وہ حضرت عمرؓ کے قول سے مستثنیٰ ہے اس لیے کہ ان کا اس قدر مہر نجاشی بادشاہ حبشہ نے سبب تعظیم و تکریم آنحضرتؐ کے حبشہ میں باندھا تھا اور حضرت عائشہؓ کی روایت سے اوپر گذرنا کہ حضرت کی بی بیوں کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا اور اس حدیث میں ہے کہ بارہ اوقیہ تھا۔ تطبیق ان میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے محض اوقیہ ذکر کیے اور کسور کا ذکر نہیں کیا مہند حضرت عمرؓ نے نفی زیادتی کی اپنے علم میں بیان کی شاید ان کو خبر اس زیادتی کی جو حضرت عائشہؓ کی روایت میں ہے نہ پہنچی ہو نیز آپؐ نے بیان افضل و اعلیٰ کا فرمایا ورنہ اس سے زیادہ مہر کے جائز ہونے میں کلام نہیں ہے انتہی قطعی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں صحاح و مسانید اس حدیث کو استدلال کیا ہے پانچ سو درہم کے مہر کے سحب ہونے پر استثنیٰ بیعت الحافل میں ہے کہ اکثر مہر اہر حضرت اور حضرت کی صاحبزادیوں کے پانچ سو درہم تھے پس یہی سنت ہے اسی کو اختیار کرنا اور اسی کی رسم بنانا اور اسی پر قائم رہنا چاہیے واللہ اعلم انتہی مولوی عبدالحی صاحب لکھنؤی اپنی مجتہد الفتاویٰ کی جلد دوم کے صفحہ ۹۲ و ۹۳ میں ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ مہر کی جانب زیادتی

۱۔ جلد دوم مظاہر حق کے صفحہ ۱۱ میں ہے کہ ہر مثل کہتے ہیں باپ کی قوم کے ہر کو جیسے چھ بیٹوں اور بیٹوں اور چچا کی بیٹیوں کا بشرطیکہ مساوی ہوں دونوں حم و جمال و مال و عقل و دین و تجارت یا ثبات میں اور ایک زمانہ اور ایک شہر میں ہوں انتہی۔ باقی تحقیق ہر مثل درمخار اور اس کے ترجمہ فایۃ الاوطار میں دیکھ لینا چاہیے ۲۔ منہ

کی کوئی حد شرعاً نہیں ہے کہ اس سے زائد نہ ہو مگر زیادہ ہر باندھنا ایسا کہ قدرت شوہر ت اس کا ادا کرنا باہر ہے جیسا کہ اکثر بلاد میں اس زمانہ میں دستور ہے مگر اس امر کی طرف ہوتا ہے کہ ادا کرنے کی نیت نہیں ہوتی ہے اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص نیت نہ ادا کرنے کی رکھیگا وہ حکم زانی کا رکھتا ہے
ابن حجر کی زواج عن اقتراف الکباثر میں لکھتے ہیں السابعة والستون بعد المائین ان يتزوج

امراة وفي عزمه ان لا يوفيهما صداقها لو طلبته اخرج الطبرانی بسند رواة ثقات انه صلى الله عليه وسلم قال ايما رجل تزوج امرأة على ما قل من المهر

او اكثر وليس في نفسه ان يودي اليها حقها خدعها فمات ولم يود اليها حقها
لحق الله يوم القيامة وهو زان - اتھی اور شرعاً امر کم باندھنا موافق سنت ہے اور اس کی زیادتی خلاف سنت - تفسیر منشور میں ہے اخرج سعيد بن منصور و ابو يعلى بسند جيد

عن مسروق قال ركب عمر ابن الخطاب المنبر وقال يا ايها الناس ما اكثر اكرام في صداق النساء وقد كان رسول الله صلى الله عليه وسلم واصحابه انما الصدقات

فيما بين خط ربيعة درهم فما دون ذلك ولو كان الاكثر في ذلك تقوى عند الله
و مکرمہ لم تسبقوهم اليها انتھے اور جو لوگ اس سنت سے انکار کرتے ہیں اور رسم آباد واجبہ اور یوں
چھوڑتے اور طریقہ رواجیہ کو مستحسن اور طریقہ شرعیہ کو مستقیم سمجھتے ہیں وہ لوگ گنہگار ہونگے واللہ اعلم

۱۵ دوسرے مٹھوان امر غلط گناہوں کی برکت کے یہ ہے کہ مرد کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کے ارادے میں ہو کہ عورت کا ہر باوجود اس کی طلب کے پورا نہ ادا کرے بطریق مذکور یہ فقہ رادویوں کے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے کم یا زیادہ ہر پورا اور اس کی نیت میں ہو کہ ادا کرنا نہ ہو بلکہ قریب کرنا ہو اور بغیر اسے ہر مرتبے تو قیامت کے روز اس کا حکم زانی کا ہو گا ۱۶ منہ ۱۷ سعید بن منصور و ابو یعلیٰ بسند جيد مشرقی روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے ایک روز منبر پر اگڑا کر فرمایا کہ اسے لوگوں عورتوں کے ہر میں زیادتی کیوں کرتے ہو حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے زمانہ میں ہر جا ہر دور ہم سب زائد نہ تھا بلکہ اس کی کم اور اگر میں زیادتی باعث تقویٰ و مکرمت ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے واسطے زیادہ ہوتے تھے ہاں

وصل دوم تحقیق مہر فاطمی من

مہر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا چار سو متقال فقرہ تھا یہ لکھا ہے روئے الاحباب موابب اللذین
 و مدارج النبوة و مشرق الاسلام و رسالہ نجات الارواح فی احکام الککاح و تاریخ الخیس فی احوال
 افضل النفیس و کتاب المشرع الرودی فی مناقب السادات العلوی و انشاء المقبول بفضل ابنا الرسول
 من اور یہی مہر فاطمی کا چار سو متقال فقہی ہونا مع سارے قصہ نخل کے شیخ نور الدین علی بن محمد بن احمد
 مالکی مکی مشہور یا بن الصبغی نے اپنی کتاب فضائل الہمہ فی احوال الایمہ میں اور شیخ یوسف بن اسماعیل
 بہانی نے رسالہ شرف الموبدلال محمد بن اور سید مؤمن بن حسن بن ہرمن شبلنجی نے اپنی کتاب
 نور الابصار فی مناقب اہل بیت الاطہار میں شیخ ابو علی حسن بن احمد بن ابرہیم بن سنان سے اور
 اونھوں نے مرقعاً حضرت انس سے نقل کر کے لکھا ہے اور شیخ علی بن برہان الدین علی شافعی صاحب سیرت حلبیہ
 نے جلد ثانی سیرۃ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۷۱ و ۲۷۲ میں غزوہ بنی سلیم کے بیان میں لکھا ہے کہ اسی سنہ
 میں نخل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوا پہلی روایت میں اونھوں
 نے قصہ زہرہ خلیہ کی بیج کا چار سو آستی درہم پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پھر حضرت
 عثمان رضی اللہ عنہ کا وہ زہرہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو واپس دینا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا وہ
 اور درہم کو لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کر ملا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت
 عثمان رضی اللہ عنہ کو دعائیں دینا پھر اس قصے میں جو زیادتی بعضوں نے نقل کی ہے اس کا کذب
 و موضوع ہونا فتاویٰ جلال الدین سیوطی سے لکھا ہے پھر یہ لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
 عقد کرنا منظور ہوا تو آپ نے خطبہ پڑھا اس طرح سے کہ الحمد للہ الحق بنعمتہ تا آخر اور بعد اسکے فرمایا
 کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم کیا کہ میں فاطمہ کو علی کے ساتھ بیاہ دوں چار سو متقال قصہ کے مہر پر کیا علی تم

۱۔ یہ رسالہ تالیف ہو شیخ امام احمد دارمی علی بن ابی طالب کا ۱۱۷ھ۔ یہ کتاب تالیف ہو شیخ حسین بن محمد بن حسن الدیلمی کی ۱۲۱ھ۔
 ۲۔ یہ کتاب تالیف ہو علامہ محمد بن ابی بکر خلی باعلوی کی ۱۷۱ھ۔ یہ رسالہ تالیف ہو سید ابوبکر بن شہاب الدین علوی حنفی شافعی حضرت کا ۱۲۱ھ۔

اس پر راضی ہو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بعد خطبہ پڑھنے کے کہا کہ میں رہنی ہوں خطبہ کی جہاز کا ترجمہ یہ ہے کہ سب تعریفیں ثابت ہیں اللہ کے واسطے بطور شکر یہ اوس کی نعمتوں کے اور میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے اوس طور شہادت سے جو اوس کو پسندیدہ ہو اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تم بھی اپنے لیے خطبہ پڑھو تب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا الحمد للہ الذی لا یعودت وھذا

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوجتی ابنتہ فاطمۃ علی صداق مبلغہ اربعۃ درہم فاسمعوا ما یقولوا واشتدوا قالوا ما نقول یا رسول اللہ قال اشھدکم انی قد زوجتہ کذا اس روایت کو ابن عساکر نے روایت کیا ہے اور حافظ ابن کثیر نے کہا کہ یہ خبر متکرر ہے اور اس میں بہت سی حدیثیں متکررہ اور موضوعہ واقع ہوئی ہیں جن کو ہم نے نہیں لکھا جب عقد ہو چکا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طبق چھو ہارسے کا منگوایا اور سامنے رکھا اور حاضرین سے فرمایا کہ لوٹ لو انتہی اور حضرت سید احمد دحلان سیرۃ نبویہ کے صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ مصر غزوہ اسوین ذکر تزیوج حضرت سیدہ مین لکھتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پہلے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کا پیغام اپنے ساتھ دینے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے اور عرض کیا آنحضرت نے کچھ جواب نہیں دیا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں منتظر ہوں اللہ کے حکم کا جہاں وہ فرمایا گیا وہاں اوس کا عقد کرونگا پھر ان دونوں عاصیوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ تم پیغام دو تا آخر قصہ اور اس روایت میں

سب تعریفیں ثابت ہیں اوس اللہ کے واسطے کہ جس کے لیے موت نہیں ہے اور پچھتہ کے رسول ہیں خدا کی رحمت اللہ علیہم اور انھوں نے میرے ساتھ اپنی بیٹی فاطمہ کا نکاح کر دیا مقدار ہر چار سو درہم پر اے حاضرین سنو کہ آپ کیا فرماتے ہیں اور گواہ رہو حاضرین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کیا فرماتے ہیں آنحضرت نے فرمایا کہ میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے فاطمہ کا نکاح علی سے کر دیا ہے

زہ کی فروخت کا تذکرہ اور پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اور تذکرے ہیں لیکن کہیں مہر کا کچھ ذکر نہیں ہے پھر ابن عساکر کی روایت حضرت انس سے نقل کی ہے وہ یہ کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پیغام حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیا بعد پیغام دے چلے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا کہ میں فاطمہ کا نکاح تمہارے ساتھ کروں اور طبرانی نے مرفوعاً برجال ثقات روایت کیا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں بیاہ دوں فاطمہ کو علی کے ساتھ پھر بعد چند دنوں کے حضرت انسؓ سے حضرت ابو بکر و حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اور چند انصار کا بلانا اور اون کا آنا اور مجلس کا منعقد ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ پڑھنا اور یہ فرمانا کہ میں نے فاطمہ کو علیؓ کے ساتھ چار سو مثقال چاندی پر بیاہ دیا۔ اور پھر چوبیس لٹا اور پھر جب جناب امیر علیہ السلام آئے تو اون سے یہ فرمانا کہ میں نے چار سو درہم چاندی پر تمہارا نکاح کیا تم راضی ہو اور اون کا خطبہ پڑھنا اور وہی مقدار بیان کرنا یہ سب لکھا ہے پھر دوسری روایت ابی الحسن ابن شاذان کی نقل کی ہے اور اس میں چار سو مثقال چاندی کے لیے آپ کا فرمانا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اس پر رضامند ہونا نقل کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ پھر بعد عقد کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **بَارَكَ اللهُ لَكُمْ وَبَارَكْ فِيكُمْ** واعترجد كما واخرج منكم الكثير الطيب انتهى بقدر الضرورة اور صاحب

راہب لدنیہ کے اس قول کی شرح میں کہ **حَبَانُ اللهِ** امری ان ازوج فاطمہ من علی بن ابی طالب فاشهد والی قد زوجتہ علی رابع مائۃ مثقال فضۃ ہے علامہ شیخ محمد ابن

سید شہادہم بیان لکھتے والے کے سو کہ یہ یاں وجہ یہ کہ درجہ و مثقال ہم درجہ ہو گا جیسا کہ آئندہ آجی مولوی برہان الدین صاحب نے اپنے رسالے میں لکھا ہے کہ درہم قدیم یعنی مثقال کے ہے کہ جو مقدار میں سو ج کے ہے ۱۷۰ مثقال برکت ہے اللہ تم دونوں کے لیے اور تم دونوں میں اور عزیز کرے تم دونوں کی کوشش کا اور پیدا کرے تم سے اولاد پاکیزہ ۱۷۰ مثقال اللہ تم سے کر دیا کہ میں نکاح کروں فاطمہ کا علی بن ابی طالب تم لوگ گواہ ہو کہ میں نے اس کا نکاح کر دیا چار سو مثقال چاندی پر ۱۷۰ مثقال

عبدالباقی ذرقانی مالکی جلد دوم ذرقانی شرح مواہب لدنیہ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۷۷ میں لکھتے ہیں کہ وہ جو سابق کی حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے اپنی زرہ چار سو اسی درہم کو بیچی تو ممکن ہے کہ درہم انداز کیے گئے ہوں مثقال کے وزن کے ساتھ (یعنی درہم و مثقال ہم وزن ہوں) یا زرہ کی قیمت پر زائد ہوا محمد بن عبد اللہ حافظ محب الدین مکی نے ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ میں لکھا ہے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے مہر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ زرہ تھی اور وہاں اس وقت نہ روپیہ تھا نہ اشرفی اور بعض کہتے ہیں کہ چار سو اسی درہم تھے اور ان دو قولوں کے مؤید بھی موجود ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عقد واقع ہوا زرہ پر اور آپ نے اس کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیا کو بیچ لاؤ آپ بیچ لائے اور اس کی قیمت حاضر کی تو ان دو وزن حدیثوں میں کوئی مخالفت نہیں اور اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ مہر مثل حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا تھا کیونکہ سیوطی نے لکھا ہے کہ میں نے بعض مجاہدین میں تکریتی سے منقول دیکھا ہے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے حق میں مہر مثل متصور نہیں اس واسطے کہ آپ خود نے مثل نہیں سیوطی کہتے ہیں کہ یہ قول عمدہ ہے یا بلاغت چہر ایک روایت ابی الحسن ابن شاذان کی نقل کی ہے کہ اس میں بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ بیشک اللہ نے مجھ کو حکم کیا کہ میں بیاہ دوں فاطمہ کو تمہارے ساتھ چار سو مثقال چاندی پر بنتی بقدر الضرورة اور پھر اسی صفحہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت انسؓ کی حدیث کو ابن مساکر کا غریب کہنا اور اس میں راوی کا محمول ہونا غلط ہے کیونکہ اس کو حافظ ابن حجر نے اسان المیزان میں مقرر رکھا ہے اور صاحب میزان کا یہ کہنا کہ یہ جھوٹ ہے رد کیا گیا۔ کیونکہ اس کا ثبوت زانی کی ہر تکیہ

۱۔ تکریت نامہ کے زیرے عراق میں ایک شہر شہر ہے ابو الفتح ہمدانی لکھا کہ تکریت بردیمان تحصیل ہے۔ یہ نکلا ہے قول عرب سے قول کریمت اسی نام کامل چونکہ اشیاء مطلوبہ دیان اچھی اور پورے ملتے ہیں لہذا اس شہر کا نام تکریت رکھا گیا ۱۲۔ تہذیب سادات اللغات الانام النوری۔

باسناد صحیح موجود ہے اور وہ روایت بھی اسی زرقانی میں مذکور ہے اور زرقانی میں اس بیان
 کی شرح میں کہ جب وہ زرہ مع اوس کی قیمت کے لیکر جناب امیر کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے حضور میں پیش کر دی تو آنحضرت نے ایک ٹھٹی بھرا اوس میں سے لیکر فرمایا کہ ای بلال
 اس کی خوشبو خرید لاؤ لکھا ہے کہ ابن ابی نعیمہ کی روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہے کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا کہ چار سو اتنی کا ثلث خوشبو میں خرچ کیا جائے تو بیٹھی ثلث
 اوس چار سو اتنی کی ہوگی یا اوس سے کتر بھر اوس میں سے اور لیکر ثلث پورا کر لیا ہوگا اور
 ابن سعد اور ابوعبلی کے نزدیک بند ضعیف حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو ثلث خوشبو میں صرف کرو اور ایک ثلث کپڑوں میں رضوۃ الاجنا
 میں ہے کہ حضرت نے قبضہ اون درہون سے لیا اور حضرت بلالؓ کو دیا تاکہ فاطمہ کے واسطے
 خوشبو لاوین اور ام سلیم سے کہا کہ ان بقیہ کو ہمیں فاطمہ کے خرچ کرو ام سلیم نے اون کو لیکر
 گنا تو دو سو درہم تھے اور ایک روایت میں ہے کہ دو دانگ خوشبو میں خرچ کیے گئے اور چار دانگ
 کپڑے اور دیگر اسباب میں اور تواریخ حبیب آلہ میں ہے کہ زرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
 چار سو اتنی درہم کو خریدی اور زر قیمت ادا کر کے وہ زرہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پھیر دی
 کہ اسے بھی آپ رکھے حضرت علیؓ سب درہم زرہ کی قیمت حضور میں لائے آپ نے ایک
 ٹھٹی حضرت بلال کو دی کہ ان درہون کی خوشبو فاطمہ کے لیے لے آؤ اور باقی آپ نے حضرت
 ام سلمہ کو دیکر فرمایا کہ اس سے جیز یعنی خانہ داری کا سامان بی بی فاطمہ کا کرو۔ ایک پلنگ
 دو نہالی کتان کی دو چادر بڑی اور ایک تکیہ اور دو بادوبند چاندی کے اور ایک مشک پانی
 بھرنے کی اور دو گھڑے مٹی کے اور چند چیزیں اسی قسم کی تیار ہوئیں انتہی اور مدارج النبوة کے
 صفحہ ۱۰۱ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ تمہارے

پاس کچھ ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ میں ایک گھوڑا اور ایک زرہ رکھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ
 گھوڑے کی تم کو ضرورت ہے وہ رہنے دو اور زرہ کو بیچ ڈالو اور اس کی قیمت لے آؤ آپ نے
 اس کو چار سو اتنی درم کو بیچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے آپ نے
 اس سے ایک مٹھی لیکر حضرت بلال کو دیا کہ اس کی خوشبو لاؤ اور بقیہ ام سلیم کو دیا کہ فاطمہ کے
 جیزین صرف کرو یعنی سامان و اسباب خانہ داری میں پھر دو کپڑے بڑے کے اور دو نہالی کتان
 کی اور چار تکیہ اور دو چاندی کے بازو بند اور چادر اور تکیہ اور ایک قحج اور چکی اور مشک اور ٹٹا
 اور اسی طرح کی چیزیں ترتیب دین اور روایت ہے کہ آپ نے مقرر کیا کہ اندر گھر کے کام جیسے
 روٹی پکانا جھاڑو دینا۔ اور جو دن حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کریں اور باہر کے کام جیسے
 اونٹ کو پانی پلانا اور بار دار سے کوئی چیز خرید کر نایہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا اون کی والدہ فاطمہ
 بنت اسد کریں نقل ہے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا ان کاموں کے کرتے کرتے رنگے
 مبارک متغیر ہوا اور دست مبارک متاثر اور کپڑے میلے اور غبار آلود ہوئے تو ایک مرتبہ ایک
 خادم کی طلب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں گئیں آپ نے فرمایا کہ میں اسی چیز کو
 تعلیم کرتا ہوں جو خادم سے بہتر ہے جس وقت سونے لگو تو سبحان اللہ تینتیس بار اور الحمد للہ
 تینتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار پڑھ لیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے
 اس درد کو کبھی ترک نہیں کیا یہاں تک کہ شب صغین میں بھی نہیں چھوڑا انتہی۔ میں کہتا ہوں
 کہ مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف کی جلد دوم کتاب اسماء اللہ تعالیٰ کے باب ما یقال عند الصباح
 والمساء والمنام کے صفحہ ۳۱۲ و ۳۱۴ کی فصل اول میں حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ
 رضی اللہ عنہا ائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس ارادہ سے کہ شکایت کریں حضرت
 سے اپنی مشقت کی کہ جو اون کے ہاتھوں کو بوچھلی تھی بسبب چکی پسینے کے اور خبر بھی ملی تھی کہ

حضرت کے پاس مال غنیمت میں غلام آئے ہیں جب یہ آئیں تو اس وقت حضرت گھر میں
 تشریف نہیں رکھتے تھے آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ عرض کر دیجیے گا کہ
 میں خادمہ مانگنے حاضر ہوئی تھی جب حضرت واپس تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ
 عنہا نے جو کچھ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کہہ گئی تھیں عرض کیا حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ پھر
 آنحضرتؐ ہمارے پاس اس حالت میں آئے جب ہم لیٹ چکے تھے اپنے بچوں پر ہم نے اوٹھنی
 کا ارادہ کیا آپ نے فرمایا ٹھیرے رہو اپنی جگہ پر چہر آنحضرتؐ آکر میرے اور فاطمہ کے بیچ میں بیٹھ
 گئے اور میں نے حضرت کے قدم مبارک کی ٹھنڈک اپنے پیٹ پر پائی۔ اور فرمایا میں تم کو ایک
 چیز بہتر اس چیز سے بتاؤ جو تم نے مانگی یعنی بردہ سے اور وہ یہ ہے کہ جس وقت تم اپنے
 بچھونے پر جاؤ تو پڑھو سُبْحَانَ اللَّهِ تَيْنِیسْ بار اور الْحَمْدُ لِلَّهِ تَيْنِیسْ بار اور اللَّهُ أَكْبَرُ چونتیس بار
 پس یہ بہتر ہے خادم سے۔ روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے
 ہیں کہ خادم واحد ہے خادم کا مرد و عورت دونوں پر اسکا اطلاق آتا ہے صراح میں ہے کہ
 خادم یعنی چاکر اور ظاہر ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے لونڈی مانگی تھی جیسا کہ صرف
 مسلم میں ہے فائدہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو اون دونوں صاحبوں کے درمیان آئے بیٹھے تو
 یہ سبب نہایت شفقت اور بے تکلفی کے تھا جیسا کہ کہا ہے جب آئی الفت اوٹھائی گئی کلفت
 (اور پائی میں نے ٹھنڈک الخ) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما
 ایک لحاف میں سوتے تھے اور کہا جزری نے شرح مصلح میں کہ بعض روایات صحیحہ میں تکبیر پڑھتے
 ہیں پس ہمارے شیخ حافظ ابن کثیر کہتے تھے کہ بعد نمازون کے سُبْحَانَ اللَّهِ پہلے پڑھے اور
 ہونے کے اللَّهُ أَكْبَرُ پہلے پڑھے انتہی اور ظاہر یہ ہے کہ کبھی اللَّهُ أَكْبَرُ پہلے پڑھے اور کبھی بعد
 کو نہ کہ عمل دونوں روایتوں پر ہو جائے اور یہ اولیٰ و لایق تر ہے (اور یہ بہتر ہے تمہارے لیے

خادم سے یہ آپ نے مشقت و مکروہات دنیا پر صبر کرنے کی رغبت دلائی یعنی فقرو مرض وغیرہ پر اور اسی سے اشارہ ہے طرف انصاف فقیر صابر کے غنی شاکر پر اور روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ حضرت فاطمہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس ارادہ سے حاضر ہوئیں کہ حضرت سے خادم مانگیں اس وقت حضرت بنین ملے پھر جب آپ نے سنا تو تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تم کو وہ چیز بتاتا ہوں کہ جو خادم سے بہتر ہے صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تیس بار اور الحمد للہ تینتیس بار اور اللہ اکبر چونتیس بار بعد ہر نماز کے اور وقت سونے کی نقل کی مسلم نے فائدہ پڑھنا ان تسبیحات کا وقت سونے کے دور کرتا ہے مشقت خدمت دن کو اور رات کو انتہا میں کہتا ہوں کہ علامہ زرقاتی نے بھی یہی روایت شرح مواہب لدنیہ میں نقل کی ہے اور اسی شرح کی جلد دوم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۹۰ میں لکھا ہے کہ صحیحین اور سند امام احمد میں ہے اور بھی حضرت انس سے مروی ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہؓ حضرت کے حضور میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے پاس بچھونا نہیں ہے بجز بھیر کی کھال کے کہ اسی پر رات کو لیٹتے ہیں اور اسی پر اپنے اونٹ کو چارہ کھلاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اے بیٹی صبر کہ موتی بن عمران اپنی بی بی کے ساتھ دس برس رہے اور اون دو دنوں کے پاس کوئی بچھونا نہ تھا مگر عباسؓ قحطانیہ یعنی سفید فقیرہ الخلی کا فی النہایہ قاموس میں ہے کہ قحطانیہ یعنی بنبت ہے ایک مقام کی طرف کو ذہن حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ کے پاس ایک جادوئی جب اوس کو اوڑھتے تھے لبائی میں تو دونوں صاحبوں کی پیچہ کھل جاتی تھی اور جب اوڑھتے تھے چوڑائی کی طرف سے تو سر کھل جاتے تھے اتنے امام احمد نے مناقب میں حضرت علیؓ سے نقل کیا کہ حضرت فاطمہؓ کے جیز میں ایک خیلہ تھا (خیلہ بالاملام) اوس بچھونے کو کہتے ہیں کہ جس کے لیے غل جو یعنی ہڈی رقیق جمع خیل کی ہے جبکہ ہا، اگرادی جادو سے اور

قریب دو سادہ چمڑے کی جس کے اندر خرہ کی چھال بھری تھی اور ایک روایت میں چاروں
 ہین ان روایتوں میں تو فیق یون ہے کہ ایک چار پائی پر ہوگا اور تین گھر میں اور یہ بات
 دوسری ہے کہ اون دونوں کا بچھنا شب نخاح بھڑکی کھال رہی ہو اور یہ بھی ہے کہ ان
 دونوں کے دبچھونے تھے غالباً جینز مجموعہ اس سب کا ہوگا بعض راویوں نے کچھ لکھا اور بعض
 نے کچھ انتہی اور تعریج الاذ کیا میں ہے کہ حضرت نے اہل بیت سے ارشاد کیا کہ فاطمہ کا جینز تیار
 کر دینی سلمان خانہ داری چنانچہ ایک چار پائی بنائی گئی اور رش خرہ کی رسی سے بنی گئی اور
 ایک تو شک چمڑے کی تیار ہوئی جس میں درخت خرما کا پوست بھر گیا۔ امام احمد نے روایت
 کیا ہے کہ ایک کلی مخطوط ادنا ایک شک اور ایک تکیہ چرمی بھی جینز میں تھا کذا فی الباب اور
 ایک روایت ہے کہ ایک پتنگ دہنالی کتان کی دو چادر بڑی کی ایک تکیہ دو بادوبند چاندی
 کے اور ایک پانی بھرنے کی شک اور دو گھرے مٹی کے اور چند جینز میں اسی قسم کی تھیں روایت
 ہے کہ ایسے امور کا انظار ام سلمہ والدہ حضرت انس رضی اللہ عنہا نے کیا اور صحیح یہ ہے کہ حضرت
 ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جینز تیار کیا تھا انتہی اب پھر اسی مقدار مہر فاطمی کا حال معلوم کرنا چاہیے
 کہ علامہ محب طبری نے بھی ریاض النضرہ میں مقدار مہر فاطمی چار سو شقال فضہ لکھی ہے چنانچہ
 ملا علی قاری نے یہ بیان مع خطبہ نخاح کے حرد اثین شرح حصین میں نقل کیا ہے علامہ شیخ
 ابن حجر مکی ہتیمی شافعی نے صواعق محرقة مطبوعہ مصر کے صفحہ ۸۰ یار حوین باب فضائل اہل بیت
 میں بیان عقد حضرت فاطمہ میں لکھا ہے کہ دوسری روایت میں حضرت انس ہی جوابی الخیر قرظونی
 حاکمی کے ذریعے سے ہے مردی ہے کہ حضرت سیدہ کا پیغام حضرت علیؑ نے بعد پیغام بے چکنے
 حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دیا اور سکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کیا اور فرمایا کہ
 بھکو میرے رب نے اسکا حکم کیا ہے اس کہتے ہیں کہ پھر مجھ کو آنحضرتؐ نے چند دنوں کے بعد بلایا اور

فرمایا کہ ابو بکر و عمر و عثمان و عبدالرحمن اور چند انصاریوں کو بلا لاؤ جب وہ سب حاضر ہو کر جمع ہو
 اوس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ موجود نہ تھے آپ نے فرمایا الحمد للہ الحمد للہ الحمد للہ بنعمتہ
 المعبود بقدرتہ المطاع بسطانتہ الملوہوب من عذابہ و سطوتہ النافذ امرہ فی
 سماءہ وارضہ الذی خلق المخلوق بقدرتہ ومیزہم بالحکامہ واعزہم بدینہ
 واکرمہم بنبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تبارک اسمہ و تعالیٰ عظمتہ
 جعل للمصاہرۃ سبباً لاحقا و امراً مفترضاً و شیخ بہ الارحام رای الف بینہما و جعلہما
 مختلفۃ مشبکۃ والزملانام فقال عز من قائل وهو الذی خلق من الماء بشراً
 فجعلہ نسباً وصہراً وکان ربک قدیراً فاما مر اللہ تعالیٰ یجرى الی قضائہ وقضاؤہ
 یجرى الی قدرہ و لکل قضاء قدر و لکل قدر اجل و لکل اجل کتاب یحیی اللہ ما
 یشاء و یشیت و عندہ امر الکتاب پھر فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو حکم کیا کہ میں نکاح کر دوں فاطمہ کا
 علی ابن طالب سے تو تم سب گواہ رہو کہ میں نے نکاح کر دیا اون کا علی سے چار سو مثقال چاندی
 اگر اس پر علی رہی ہوں پھر آپ نے طبق چھو ہمارے کا منگایا اور فرمایا کہ لوٹ لو پس ہم سب لوٹ لیا
 اتنے میں حضرت علیؑ تشریف لائے آپ نے اون کو دیکھ کر قسم کر کے فرمایا کہ مجھ کو اللہ عزوجل نے حکم
 کیا کہ میں تمہارا نکاح کر دوں فاطمہ کے ساتھ چار سو مثقال چاندی پر آیا تم راضی ہو حضرت علیؑ نے
 عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں رہی ہوں تب آپ نے فرمایا جمیع اللہ شعلکما و اعز جدکما و
 بارک علیکما و اخرج منکم اکثر اطیبنا حضرت انس کہتے ہیں کہ یشاک اللہ نے اون دونوں
 سے بہت اولاد پاکیزہ پیدا کی چھر علامہ موصوف ہی کتاب میں لکھتے ہیں کہ (تنبیہ اول) اظہار اس
 مقصود کا ہمارے مذہب یعنی شافعیہ کے موافق نہیں ہے کیونکہ ہمارے یہاں ایجاب قبول فوراً بلفظ
 تزویج یا نکاح کے شرط ہے نہ کہ حیثیت وغیرہ قسم کے الفاظ سے اور عدم تلقین بھی ہمارے مذہب میں
 ملحوظ کرنا سہو پریشانی نہیں ہے نہ کہ ایسی چیز کہ کوشش ہم دونوں کی باور رکھتے ہیں کہ دونوں ہی اولاد پاکیزہ ہمارے ہیں

شرط ہے لیکن یہ واقعہ اس حال کا محملہ ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام کو جب خبر نکاح کی پہنچی تو پہلے
 نے فوراً قبول کر لیا اور ہمارے بیان یہ ہے کہ جس شخص نے نکاح کر دیا ایک غائب کا یا نجاب
 صحیح جیسا کہ اس نکاح میں واقع ہوا اور اس شخص کو خبر پہنچی اور اس نے فوراً کہدیا کہ قبلت تنہیجا
 اور قبلت نکاحا تو نکاح صحیح ہو گیا اور یہ آنحضرت کا ارشاد کہ اگر راضی ہوں علی اس کے ساتھ یہ
 تعلیق حقیقی نہیں ہے اس واسطے کہ یا موقوف ہے رضامندی زوج پر اور اگر زوج کا ذکر نہیں ہوا
 تو اس کا ذکر تصحیح ہے واقع کے ساتھ قبض شافعیہ نے جن کو فقہ میں مہارت کم ہے بیان پر بحث
 غیر مناسب کی ہے اس سے بچنا چاہیے مین کہنا ہوں کہ مواہب لدنیہ میں ہے کہ عقد حضرت علی
 کا اس حالت میں کہ وہ غائب تھے اور مجلس عقد میں موجود نہ تھے معمول ہے اس بات پر کہ آپ کا کیل
 حاضر تھا یا یہ کہ اس مجمع میں عقد مقصود نہ تھا بلکہ عقد کا اظہار مقصود تھا بعد اس کے جب جناب امیر
 علیہ السلام آئے تو آپ نے عقد کر دیا رزقانی کہتے ہیں کہ اس پر یہ اعتراض وارد ہو گا کہ پھر آنحضرت نے
 یہ کیسے فرمایا کہ تلوک گوادر جو کہ مین نے فاطمہ کو علی کے ساتھ بیاد دیا اہد یہ کہین منقول نہیں کہ جب

حضرت علیؑ آئے تو دوبارہ نکاح آپ نے پڑھا کر یہ کیسے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ امر فی اللہ ان

لزوجک فاطمہ اگرچہ یا خارج ہے مگر متضمن عقد کو ہے اس واسطے کہ آپ نے فرمایا ارضیت
 حضرت علیؑ نے عرض کیا قد رضیت پھر صاحب مواہب لکھتے ہیں کہ یا معمول ہو اس بات پر کہ
 یضامین آنحضرت سے تھا یعنی آپ کو اختیار تھا کہ آپ جس شخص کو جس شخص کے ساتھ چاہیں
 بیادین رزقانی کہتے ہیں کہ مالک اس طرف گئے ہیں کہ تھوڑی تفریق مضربین ممکن ہے کہ حضرت
 علیؑ کی غیبت قریہ ہما و ظاہر حدیث سے یا معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ اسی مجلس عقد
 میں آئے جب کہ لوگ بچہ ہمارے لوٹ رہے تھے یا بعد کوٹ چکنے کے ادا امام ابو حنیفہؒ کی نزدیک تفریق
 مطلقاً جائز ہے مگر شافعی نے اس کو منع کیا ہے اور وہ جو ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت
 نے قبل کیا اس وقت کی صحیح یا صحیح کو نہ لے اللہ نے ہم کو حکم بالکرمین تمہارے ساتھ فاطمہ کو بیاد دیا ورنہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر کو خود بھی خطبہ پڑھنے کا حکم دیا اور ایجاب کر آیا حضرت علیؑ کی موجودگی میں اور حضرت علیؑ نے صحابہ حاضرین کو اس پر گواہ کیا تو ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ خبر منکر ہے اور سید احمد و حلان نے بھی یہی بعینہ سیرۃ نبویہ میں لکھا ہے (تنبیہ دوم) ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتی ہیں کہ یہ روایت غلط ہے اور محمد ابن دینار کے حال میں لکھتے ہیں کہ اس نے جھوٹی حدیث روایت کی معلوم نہیں کہ یہ کون ہے انتہی شیخ الاسلام شیخ ابن حجر لسان المیزان میں لکھتے ہیں کہ خبر مذکور کہ جو منسوب ہے حضرت انسؓ کی طرف کہ وہ کہتے تھے کہ ایک روز ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر تھے کہ آپ پر نزول وحی کی حالت کی غشی طاری ہوئی جب اس سے اتفاق ہوا تو فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں غاطثہؓ کو علیؑ کے ساتھ بیاد دون تو اسے انسؓ تو جا کر ابوبکرؓ و عمرؓ اور ایک جماعت مہاجرین و انصار کو بلا لایا جب وہ سب آئے اور مجلس جمع ہوئی تو آپؐ نے خطبہ پڑھا الحمد للہ الحمد للہ تا آخر بعد اس کے کیفیت عقد اور مقدار ہمارا در عافرانے اور بشارت دیے کہ ذکر کیا تو اس کو ابن عباسؓ نے بھی ذکر کیا ہے حضرت انسؓ کے حال میں ابو القاسم سنبل کی بیعت سے اس سند سے کہ جوادؑ کو محمد بن شہاب بن ابی الحجاز سے ہے اور آون کو عبد الملک بن عمرؓ اور آون کو یحییٰ بن معین سے اور آون کو داؤد بن محمد سے اور آون کو ہشیم سے اور آون کو یونس بن عبید سے اور آون کو حسین سے اور حضرت انسؓ سے ابن ہشام کا قول ہے کہ یہ روایت غریب ہے اور محمد ابن طاہر نے اس کو ذکر کیا ہے کملہ الکامل میں اس کے راوی میں کسی قدر جہالت ہے اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ذہبی کا اس کو جھوٹ کہنا قابل اعتراض ہے البتہ یہ روایت غریب ہے کیونکہ اس کی سند میں جہالت ہے مگر آئندہ بارہویں آیت میں اس کے متعلق تفسیر آتی ہے جو ذہبی پر رد کرتی ہوئی اس بات کو بیان کرتی ہے کہ اس قصہ کی اصل اصیل ہے اس کو یاد رکھنا چاہیے انتہی پھر علامہ نے اسی کتاب کے صفحہ ۹۹ بارہویں آیت آیات فضائل اہل بیت میں بروایت نسائی

بسند صحیح فقہ عقد حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نقل کیا ہے اور ابو علی حسن بن شاذان کی روایت
 متعلقہ عقد مذکور بھی نقل کی اور اس میں مقدار مہر فاطمی چار سو مثقال لکھی ہے اور لکھا ہے کہ اکثر اس
 قصہ کو ابو الخیر قزوینی حاکمی نے بیان کیا ہے اور حضرت امیر علیہ السلام کا عقد باوجود اون کی غیبت
 کے جائز تھا اس وجہ سے کہ خصائص نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا کہ آپ نکاح کر دین جس کا
 چاہیں جس کے ساتھ بلا اجازت کیونکہ آپ مسلمانوں کے واسطے اولیٰ تھے اور ان کی ذاتوں سے اور
 اس کے سوا یہ بھی احتمال ہے کہ یہ نکاح جناب امیر علیہ السلام کے وکیل کی موجودگی میں ہوا ہو اور یہ بھی
 ہو سکتا ہے کہ یہ عقد نہ ہو بلکہ حضرت کو خبردار کرنا منظور ہوا اصحاب موجودین مجلس شریفہ کو کہ آئندہ ایسا
 کیا جائیگا اور یہ ارشاد حضرت امیر علیہ السلام کا کہ ضعیف تھا یعنی میں اس عقد پر رضی ہوا یہ آپ کا خبر دینا
 ہے اس امر پر کہ میرے وکیل کی موجودگی میں جو عقد واقع ہوا اس کے وقوع پر میں رضی ہوں
 پس واقعہ حال محکمہ ہے انتہی ابی العلی نے شرح ترمذی شریف میں لکھا ہے کہ سید جمال الدین محدث
 روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں کہ مہر فاطمی چار سو مثقال چاندی کا تھا۔ اور ایسا ہی اس کو صاحب مہتاب
 لدنیہ نے بھی لکھا ہے اور ان کا بیان یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے
 فرمایا کہ بیشک اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہارے ساتھ نکاح کر دوں فاطمہ کا چار سو مثقال چاندی پر اور
 کلام جامع یہ ہے کہ دس درہم سات مثقال ہونے میں جو کسور کا اعتبار نہ کیا جائے لیکن اشکال وارد
 ہو گا کہ پھر ابن العمام نے کیونکہ مہر فاطمی چار سو درہم ہونے کا قول نقل کیا انتہی ملا علی قاری نے مرقاة
 شرح مشکوٰۃ شریف کے باب الصدق کی فصل ثانی کی حدیث اول مرویہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
 کی شرح میں بھی سید جمال الدین محدث کا روضۃ الاحباب میں اور مظانی کا مہتاب لدنیہ میں
 مہر فاطمی کا چار سو مثقال چاندی ہونا اور پھر اس کلام ابن العمام کا اشکال لکھ کر لکھا ہے کہ بہر حال
 یہ جو مکہ والوں میں مشہور ہے کہ مہر فاطمی انیس مثقال سونا تھا اس کی کوئی اصل نہیں مگر یہ کیا جاتا

ہے کہ اس قدر قیمت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی درہ کی تھی جو اونھوں نے حضرت سیدہ
 رضی اللہ عنہا کو بطور مہر سچل کے دی تھی واللہ تعالیٰ اعلم انتہی۔ فتح القدیر مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۶
 باب المہرین لکھا ہے کہ جس ظاہر حدیث سے مہر کا دس درہم سے کمتر ہونا سمجھا جائے ہاں
 مہر سے مراد مہر سچل ہے اس لیے کہ عرب کی عادت تھی کہ مہرین سے کچھ جلد یعنی قبل صحبت
 کرنے کے دیتے تھے اسی وجہ سے بعض علما اس طرف گئے ہیں کہ بی بی سے صحبت نہ کرے
 جب تک کہ پہلے کچھ دے نہ لے اور یہ منقول ہے حضرت ابن عباس سے اور حضرت ابن عمر
 اور حضرت قتادہ اور حضرت زہری رضی اللہ عنہم سے اون کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت علیؑ نے
 حضرت فاطمہؑ سے نکاح کیا تو صحبت کرنا چاہی تب لاؤن کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
 منع کیا اوس وقت تک کہ وہ کچھ دے نہ لیں حضرت فاطمہؑ کو تب حضرت علیؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ
 میرے پاس کچھ نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ اپنی ذرہ اوس کو دید و تب حضرت علیؑ نے اپنی زرہ اون کو
 دی اور صحبت کی یہ لفظ ابو داؤد کی ہے اور بھی اس کو روایت کیا ہے نسائی نے اور یہ معلوم ہے کہ مہر
 فاطمی چار سو درہم چاندی کا تھا لیکن منقہی بہ جواز و دخول ہے قبل کچھ دینے کے بھی اسکی دلیل یہ ہے
 کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ مجھ کو حکم دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت
 کو اوس کے خاوند پاس پہنچا دینے کا قبل اس کے کہ وہ اوس عورت کو کچھ دے اس کو ابو داؤد نے
 روایت کیا تو ممانعت مذکورہ محمول ہوگی مستحب ہونے پر یعنی مستحب ہے قبل صحبت خاوند کا عورت
 کو کچھ دینا تاکہ وہ خوش ہو اور اوس کے دل کو الفت ہو اور جب یہ امر مقررہ ہے تو پھر جو ارم مخالف

۱۔ حسن حصین کی شرح مطبوعہ غم العلوم لکھنؤ کے صفحہ ۱۱۹ میں جو مسطورہ علی صاحب لکھنؤ کی ہی چارہ نقال
 فضلہ کا مہر فاطمی ہونا لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہر ہارے نکالے اور فرمایا لوٹ لو ہم نے
 لوٹ لیا اور خطبہ نکاح میں طاعن قاری صاحب نے ریاض الغفر سے نقل کیا ہے انتہی اور مولوی صاحب صوف حسن حصین کے
 خاتمے میں لکھتے ہیں کہ یہ شرح حسن حصین کی ہے اسکا نام حدیثین ہے یہی نام میں نے ایک نسخہ شرح میں لکھا دیکھا اور
 کشف الظنون میں مذکور ہے کہ اسکا نام الحدیثین ہی اور یہی مہر میں مشہور انتہی ۱۲۰ صفحہ قیمت زرہ چار سو تھی کہ فی مہر رب المذنبین

ہماری روایت کے ہے اوس کا قیاس بھی اسی استجاب پر واجب ہے تاکہ احادیث میں اتفاق
 ہو جائے پھر اسی طرح معمول ہو گا حکم دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ہے کی انگوٹھی کی تلاش
 کو اس بات پر کہ محبت پیدا کرنے کے طور پر کوئی چیز پہلے دینا چاہیے جب اوس شخص نے دھونڈھا
 اھو کئی چیز نہ پائی تب آپ نے فرمایا کہ اسکے عوض میں آئین اس کو تعلیم کر دے کہ یہ تیری عورت
 ہے اس کو بھی بانی داد دے روایت کیا انتہی بقدر الضرورة۔ میں کہتا ہوں کہ نواب قطب الدین خان
 صاحب نے مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف کی جلد سوم کتاب النکاح باب الصداق کی فصل اول
 حدیث اول کے ترجمے میں تحقیق مقدار مهر میں جو عبارت لکھی ہے وہ بعینہ ترجمہ عبارت فتح القدیر کا
 معلوم ہوتا ہے اوس میں اوغون نے یہ لکھا ہے کہ اور یہ معلوم ہی ہے کہ مہر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
 کا چار سو مثقال چاندی تھا پس اوغون سے اس قدر دینے کا حکم کیا تو واقعی اگر یہ عبارت فتح القدیر کا
 ترجمہ ہے اور اوس میں لفظ مثقال اوغون نے لکھی دیکھی ہے تو اون کے نزدیک اصل فتح القدیر میں
 باللفظ چار سو مثقال کی ہوگی یا اگر درہم کی لفظ ہوگی تو اوس کو یہ سو کا تب سمجھے کیونکہ اس ترجمہ میں
 جا ہی جہاں ذکر مہر فاطمی کا آیا ہے وہاں اوغون نے ہی مقدار چار سو مثقال کی لکھی ہے غالباً
 اون کو یہی اپنے حضرات اساتذہ کرام سے تحقیق ہوا ہو گا اور اسی کے مؤیدات زیادہ تر ہیں جیسا کہ کثر
 نقل ہو چکے اور اور یہ ہیں کہ نواب صاحب موصوف پھر اپنے رسالہ تحفۃ الزوجین میں اسی چار سو مثقال
 مہر ہونے کو مواہب لدنیہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں کہ چار سو مثقال چاندی جو حضرت بی بی صاحبہ
 رضی اللہ عنہا کا مہر تھا اوس کے ڈیڑھ سو روپیہ ہوتے ہیں اگر بارہ ماشہ کا روپیہ ہو مانند ذیل وغیرہ کے
 اور میرزا واج مطہرات کا سو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے اور میرتب صاحبزادیوں کا۔ حضرت
 علی رضی اللہ عنہ کے پانچ سو درہم تھا اور مہر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا ایک ہزار چھ سو روپیہ
 لکھا اور جلد سوم مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف کے کتاب النکاح کے باب الصداق میں لکھتے ہیں کہ مہر

حضرت کی سب بیویوں کا سواے حضرت فاطمہ کے باقی سودہ ہم تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا چار سو شقال چاندنی کا جسکے ڈیڑھ سو روپیہ چوے اگر دو پیہ کلار سیدھے کل کے یا ڈبل تلی یا ہون اور اگر لکھنؤ وغیرہ کے ہون تو ایک سو چھپن روپیہ آٹھ آنہ چار پائی اور چار جزو پائی کے تیس خرو و من سے ہوے۔ روپیہ کلدار سیدھی کل کا اور ڈبل اور تلی دار بوزن ۱۲ ماشہ کے اور لکھنؤ کا ساڑھے گیارہ ماشہ کا اور پائی نام ہے آنے کے باہوین حصہ کا اور آنہ سو طوان حصہ روپیہ ہے اور تہہ جلد چہا مظاہر حق باب مناصب علی بن ابی طالب کے ترجمے میں لکھا ہے وعن بریدۃ قال خطب

ابو بکر وعمر وفاطمة فقال رسول الله انهما صغيرۃ ثم خطبها علي فروجا منه رواه النسائي روايت ہے بریدہ اسلمی سے کہ وہ کہتے ہیں کہ پیغام بھیجا نسبت کا حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نے حضرت فاطمہ سے پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد کیا اور فرمایا کہ وہ چھوٹی ہے اور دوسری روایت میں آیا ہے فکنت یعنی آنحضرت چپ ہو رہے شاید یہ معمول ہو اور دفعہ پر یعنی ایک دفعہ سکوت کیا ہو پھر دوسری بار یہ فرمایا ہو کہ وہ چھوٹی ہے پھر پیغام بھیجا حضرت فاطمہ کا حضرت علی نے پس نکاح کر دیا آنحضرت نے حضرت فاطمہ کا حضرت علی سے رضی اللہ عنہا روایت کی یہ سائی نے اور یعنی روایت میں آیا ہے کہ ام امین کہتی ہیں کہ میں نے حضرت علی سے کہا کہ تم کیون نہیں خود نکاح کرتے حضرت فاطمہ کی حال لکھ تم آنحضرت کے چچا کے بیٹے ہو حضرت علی نے کہا کہ مجھ کو شرم آتی ہے کہ آنحضرت کے سامنے یہ کلام عرض کہ ان بعد اسکے جب آنحضرت نے سنا اور رہی ہوے اور حضرت علی نے بھی آنحضرت کی رضامندی معلوم کی تو اسے اظہار کیا اور آنحضرت نے حضرت فاطمہ کا اور نکاح کر دیا اور روایت کی ابو الخیر قزوینی حاکمی نے حضرت انس بن مالک سے کہ خواستگاری کی حضرت ابو بکر نے آنحضرت سے اون کی بیٹی حضرت فاطمہ کی تو آپ نے فرمایا اے ابو بکر اس بارہ میں مجھ کو تنگ کوئی حکم نہیں تا نل جو ہے پھر خواستگاری کی حضرت عمر نے اور بعض قریش نے آنحضرت نے ہی جواب

دیا جو حضرت ابو بکر کو دیا تھا پھر بعضوں نے حضرت علیؑ سے کہا کہ اگر تم خواستگاری کر دینی صلی اللہ
 علیہ وسلم سے حضرت فاطمہؑ کی تو امید ہے کہ حضرت تمہارے ساتھ اون کا نکاح کر دیں گے حضرت
 علیؑ نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ اشرف قریش نے اون کی خواستگاری کی اور حضرت نے
 نکاح اون کا نہ کیا پھر حضرت علیؑ نے پیغام دیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک مجھ کو اس کا حکم کیا ہے
 میرے رب عزوجل نے حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ پھر مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا بعد چند روز کا وہ
 فرمایا کہ جاؤ بلا لاؤ یہاں ابو بکر صدیق اور عمرؓ ابن الخطاب اور عثمانؓ بن عفان اور عبد الرحمنؓ بن عوف
 اور سعد بن ابی وقاص اور طلحہ اور زبیر اور عبیدہ کو انصار میں سے چنانچہ میں بلایا اور اون کو جب دو جمع
 ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے اور علیؑ مکین گئے ہوئے تھے آنحضرتؐ کے
 کام کے لیے اوس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا الحمد للہ المحمود بنعمتہ اللہ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے
 حکم کیا ہے کہ میں نکاح کر دوں اپنی بیٹی فاطمہ بنت خدیجہ کا علی بن ابی طالب سے جس تم گواہ ہو
 کہ میں نے نکاح کر دیا اور اون کا چار سو مثقال چاندی پر اگر رضی ہوں اس پر علی بن ابی طالب پھر نکالیا
 طباق کچھ روں کا اور اوس کو ہمارے سامنے رکھ کر فرمایا کہ لوٹ لو ہم نے لوٹ لیا تو جب ہم لوٹ رہے
 تھے اوس وقت حضرت علیؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے اون کو دیکھ کر مسکرا کر فرمایا کہ
 اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم کیا ہے کہ میں نکاح کر دوں تم سے فاطمہ کا چار سو مثقال چاندی پر اگر تم رضی ہو
 اس پر حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ میں راضی ہوں یا رسول اللہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 جمع اللہ شملکم واسعد جملکم وابارک علیکم ما واخرج منکم اکثر اطیبتا حضرت انسؓ
 کہتے ہیں کہ قسم خدا کی بیشک اوس نے پیدا کی اور دونوں سے اولاد بہت پاکیزہ تھی۔ او یہی
 نواب صاحب ہادی الناظرین ترجمہ آداب الصالحین مطبوعہ مطبع سچائی کے صفحہ ۳۱ میں لکھتے ہیں
 کہ ہمزواج مطہرات آنحضرتؐ کا سلمیٰ حضرت احمسیہ کے اور ہر حضرت کی صاحبزادیوں کا سو آنحضرتؐ فاطمہ
 علیہا السلام برقیانیہ دونوں کا اور اچھا کہے نصیب تم دونوں کا اور برکت کی تم دونوں اور پھر اہم تم دونوں اولاد پاکیزہ بیت

کے پانچ سو درہم تھا جس کے کھارو ڈبل مالہ پہ چار آنہ۔ اور ہر حضرت ام حبیبہ چار سو درہم۔ یا
چار سو دینار کھارو اور ڈبل ایک ہزار پچاس۔ اور ہر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا چار سو مثقال
نقرہ کھارو ڈبل مالہ (یہ رسالہ ترجمہ ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے رسالہ سخی بہ
آداب الصالحین کا) مولوی فضل احمد صاحب ترجمہ ترمذی شریف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ہر
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب صاحبزادیوں کا سواے حضرت فاطمہؑ کے پانچ سو درہم تھا اور ہر
حضرت فاطمہؑ کا ڈیڑھ سو روپیہ تھا۔ اور تفریح الاذکیا میں بھی مقدار ہر فاطمی چار سو مثقال چاندی
کی لکھی ہے۔ ہواہب لدنیہ سے نقل کر کے اور حاشیہ پر بطور فائدہ کے لکھا ہے کہ حضرتؑ کی صاحبزادیوں
کا ہر ہوا حضرت فاطمہؑ ہر ایک کے پانچ سو درہم تھا مگر حضرت زہرا رضی اللہ عنہا کا ہر چار سو مثقال
نقرہ تھا کہ جس کے کھارو ڈبل پتلی دار ایک سو پچاس روپیہ ہوتے ہیں۔ اور دار سلطنت لکھنؤ کے
حساب سے ایک سو چھین روپیہ آٹھ آنہ چار پائی چار جزو ۲۳ جزو اوس سے ہوتے ہیں اور پانچ سو
درہم کے کھارو ڈبل و پتلی دار ایک سو کسٹہ چار آنہ ہوتے ہیں اور جناب مفتی غایت احمد صاحب کے
تواریخ حبیب آلہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز شرفا و اعیان مہاجرین انصار
کو جمع کر کے خلیہ پڑھ کر نکاح حضرت فاطمہؑ کا حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ کر دیا اور ہر چار سو درہم
چاندی کا بانہا جو حساب سے ڈیڑھ سو تولے ہوتے ہیں اور سن ابوداؤد میں باب الصدوق کی
تیسری حدیث کے فائدہ میں لکھا ہے کہ لیکن ہر حضرت فاطمہؑ کا چار سو مثقال چاندی کے برابر
ڈیڑھ سو روپیہ گینے کے تھا انتہی اور مولوی ابوالقاسم عبدغنی احمدی بہاری نے بھی اپنے رسالہ
تذکرۃ الحسنی معروف بہ دولہاد و لہن کا کھلوانہ مطبوعہ مطبع انوار محمدی لکھنؤ کے صفحہ ۴۷ میں بطور
فائدہ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ نکاح حضرت بی بی فاطمہؑ کا چار سو مثقال چاندی پر بند ہا تھا کہ
جسکے کم و بیش ایک سو چالیس روپیہ چھو دار ہوتے ہیں انتہی۔ اور بھی مولوی حاجی محمد واحد علی

وحید ہوسی نے فتاویٰ مولوی شاد عبدالسلام معروف بہ مسائل ضروری مطبوعہ مطبع خیر المطابع
اکہ آباد کے صفحہ ۳۲ میں بھی چار سو مثقال فضہ مہر فاطمی ہونا لکھا ہے انتہی پس ان سب بیانات
کی نقل سے یہ بات معلوم ہوتی کہ مقدار مہر فاطمی کی چار سو مثقال فضہ ہونے کی طرف اکثر علما
نامدار و فضلاء کبار گئے ہیں و لا کثر حکم الکمل پس یہی مقدار مذکورہ ہی مرجع سمجھنا چاہیے اور
یہ جو حضرت شیخ عبدالحق دہلوی نے حدیث مرویہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ترجمے میں مشکوٰۃ بشرح
میں تحریر فرمایا ہے (کہ حضرت فاطمہؑ خود ازین کسے بود کہ چار صد درہم بود کہ از دو از وہ اوتیہ
چیز کے کتر است) اس ارشاد میں غلبان ہے کیونکہ اولاً سراج النبوة میں خود حضرت شیخؒ نے
چار سو مثقال چاندی لکھی ہے پھر بیان یہ مقدار کیسی اگر یہ سمجھا جائے کہ چونکہ سراج گویا ترجمہ
مواہب کا اس سبب سے اوتھون نے وہاں یہ تحریر فرمایا ہے پس آخر ترجمہ مشکوٰۃ شریف
کس کا ترجمہ ہے اس کی تصریح کچھ کیون نہیں تحریر فرمائی غالباً یہ سوکات ہے ہذا عندی
ولا اعلم ما عند غیری ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً

وصل سوم تحقیق نصاب درہم و دینار وغیرہ میں

قاموس میں لکھا ہے کہ نصاب دس مقدار مال کو کہتے ہیں کہ جب اس مقدار تک وصال ہوئے
تو اس میں زکوٰۃ واجب ہو سخی میں ہے کہ درہم فارسی متر ہے ادھار کا زریجی ایک لغت میں ہے
اور صراح میں لکھا ہے کہ درہم بالکسر و دھام و درہم اور وہ فارسی عرب ہے ہار کا زریجی ایک لغت بھی ہے میں ہی اس کی جمع
دھام و دہیم ہے بلکہ منتخب اللغات میں ہے کہ درہم و درہام بالکسر عرب ہے درہم کا اور اسکا وزن چھ دانگ
ہے اور دانگ دو قیراط اور قیراط دو طسج اور طسج دو و جو میانہ اور دس درہم شرعی سات مثقال ہوتے
ہیں اور وہ ہم شرعی کو درہم بغلی بھی کہتے ہیں کیونکہ اس بغل نام ہے ایک سک بنانے والے کا کہ جس نے
اسے اور کثر کو مکمل کیا ہے ۱۲ منہ سے یہ میرے نزدیک ہے اور میں نہیں جانتا کہ میرے سوا دوسرے کے نزدیک
کیا ہے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی نیابت پہنچا کرے ۱۲ منہ

اس کو بنایا ہے اور قدراوس کی چوڑائی میں کف دست کے برابر ہوتی ہے اور قیاس اللغات میں
 ہے کہ درہم معرب درم اکثر کے نزدیک اس کا وزن ساڑھے تین ماشہ کا ہے اور تحفۃ المؤمنین اور کنز
 میں درہم کا وزن چھ دانگ اور دانگ دو قیراط اور قیراط دو طسوج اور طسوج دو جو میاں اور اصطلاح
 فقہ میں درہم شرعی اوس کو کہتے ہیں کہ جس کی چوڑائی بمقدار کف دست شخص متوسط الحال کے ہو کہ
 جس میں پانی ٹھہر جائے اور سراج میں لکھا ہے کہ درم بکسر اول مخفف درہم کا ہے اور درہم لفظ
 عربی ہے نہ معرب جیسا کہ بعضے گمان کرتے ہیں کہ درم فارسی ہے اور درہم اوس کا معرب اور درہم
 اوس کی جمع جیسا کہ کلام مجید میں سورہ یوسف میں واقع ہے اور کسی نے محققین لغت قرآنی سے
 درہم کو معرب نہیں کہا ہے ہی واسطے سیوطی وغیرہ نے اوس کو معربات قرآنی میں نہیں شمار کیا ہے
 درم مخفف درہم کا ہوگا اور یخفیف فارسیوں کی ہے اگرچہ صراح میں درہم کو معرب درم کا کہا ہے
 امام محی الدین نووی تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں کہ درہم میں تین لغتیں ہیں اور اوس
 نقل کیا ابو عمر زائد نے اپنی شرح مضیع میں اپنے شیخ ابو داؤد سادہ ثعلب سے اور بخون نے سلمہ سے
 اور بخون نے فراہ سے کہ وہ کہتے تھے کہ افصح اللغات درہم باء کے زبر سے ہے اور دوسری لغت درہم
 باء کے دیر اور دال کے کسر سے اور تیسری لغت دہلم ہے انتہی۔ اور دینا صحاح میں لکھا ہے کہ اسکی
 اصل دینار بالکسر وتشدید نون ہے پس ایک حرف دو حرف مکرر سے کہ نون ہے بدل دیا گیا یا کہ
 ساتھ تاشبقہ نہواں مصدر رون کے ساتھ جو فعال بالکسر کے وزن پر آتے ہیں جیسے کذا ابا قول
 حق تعالیٰ میں وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كَذَّابًا پس اگر نون کو باء کے ساتھ نہ بدلتے تو احتمال ہوتا کہ شائد
 یہ لفظ مصدر ہو حالانکہ یہ لفظ مصادر سے نہیں ہے انتہی کہ انی رسالہ کثر الحسنات فی اتیان الزکوۃ حضرت
 شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز مطبوعہ کلکتہ کے صفحہ ۹۲ میں تحت تفسیر آیہ کریمہ

لہ اور ان لوگوں نے ہماری آیتوں کو دست بھٹایا ام سلمہ بہ رسالۃ البغنی لا محمد بن لکھنوی فرنگی علی کاہنہ

قَلْنَا اِهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا کے تفسیر فرماتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ نے کتب اخبار سے روایت کی
 کہ سب سے پہلے روپیہ دانشرفی حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا اور ہونے چاندی کو قیمت میں
 دینا بھی آپ ہی نے رواج دیا انتہی صراح میں ہے کہ شقال یعنی سنگ درو شقال یعنی ہم سنگ
 جیزے اور منتخب اللغات میں ہے کہ شقال بالکسر سنگ درو دینار اور وہ مقدار درہم اور تہالی حصہ
 مساویں حصہ درہم کا ہے غیاث اللغات میں ہے کہ شقال بالکسر نام ایک وزن کا ہے کہ جو
 ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے از کشف و قرا بادین محمد شریف خان شاہجہان آبادی اگرچہ اس میں اختلاف
 بہت ہے مگر اقویٰ یہی ہے مولوی برہان الدین صاحب ساکن دیوہ اپنے رسالہ اوزان میں
 لکھتے ہیں کہ جاننا چاہیے کہ درہم شرعی دو ماشہ اور ڈیڑہ رتی کا ہوتا ہے اور دس درہم شرعی انیس
 ماشہ اور سات رتی کے وزن پر ہیں یعنی ایک تولہ اور نو ماشہ اور سات رتی اور بحساب روپیہ سنگ
 دو روپیہ ایک تکی کم ہوتے ہیں چنانچہ فقیر نے اس کو نظم کیا ہے سے اندرین ملک درہم شرعی +
 بست و یک ماشہ است و ہفت رتی + اس کی دلیل یہ ہے کہ شرح وقایہ اور ہدایہ و بحر الراقب - و
 فتاویٰ عالمگیری وغیرہ کتب معتبرہ میں لکھا ہے کہ درہم چوڑا قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا پس مقدار
 درہم شتر جو ہوے سے درہم شرعی بود ہفتاد جو + این سخن از دلوی عثمان شنو + اور مشہور ہے کہ
 چار جو کی رتی پس درہم ساڑھے سترہ رتی یعنی دو ماشہ اور ڈیڑہ رتی کا ہوا اور دس درہم کہیں ماشہ
 اور سات رتی کا وزن مذکورہ الصد سے ہوا چونکہ روپیہ وزن میں گیارہ ماشہ کا ہے پس لامحالہ
 دو روپیہ رتی کم ہوا اور اگر کسی کو کہیں کم زیادہ ثابت ہو اس کا حساب کرے اسی طرح اور وزن
 مرقومہ میں شرح وقایہ میں ہے کہ قیراط پانچ جو ہے اور بعضے فتاویٰ میں ہے کہ درہم چوڑا قیراط ہے
 اور قیراط ایک جبہ اور چار خمس جبہ کا پس درہم شرعی اس حساب سے پچیس جبہ اور پچھم حصہ جبہ کا ہوا -
 یعنی تین ماشہ اور خمس جبہ کا ہوا اور دس درہم کہیں ماشہ چار رتی یعنی دو تولہ سات ماشہ چار رتی ہوا

جیسا کہ محاسب پر پوشیدہ نہیں ہے اور یہی اس زمرے میں بعض علماء کی زبان پر مشہور ہے۔ پس
 اختلاف کا سبب کیا ہے اور توافق کی وجہ کون جواب یہ اختلاف لفظی ہے آل ایک
 ہے کیونکہ یہ جبہ شرعی ہیں یعنی بوزن دو جو دساتوین حصہ جو کے جیسا کہ مقدمہ میں گذرا۔ پس
 قیراط بمعنی ایک جبہ اور چار پنجم جبہ کا مقدار پانچ جو کے ہوا جیسا کہ ظاہر ہے محاسب کو غور کرنے وقت
 بعد محسوس کے اور رویہ یہ کہ عبارت ہے گیارہ ماشہ عربی سے پس لامحالہ دو روپ رتی کم ہوا
 گمنا معنی قندگر اور جو شرک اس باب میں شہرت یاب ہے ۵۰ درم شرعی زمین سکین شاذ
 جیسا کہ گمنا دوس کو یاد رکھو + واللہ اعلم کس ملک کا حساب ہے اگر دو سر مصرع اس طرح کا
 کان دو تولہ ہفت ماشہ ہشت جو + واللہ اعلم کس ملک کا حساب ہے اگر دو سر مصرع اس طرح کا
 ہوتا کہ چار سو پنج و ہفت ماشہ تولہ دو + واللہ اعلم کس ملک کا حساب ہے اگر دو سر مصرع اس طرح کا
 اگر ناظم کا مقصد درہم سے درہم قدیم بمعنی متقال کہ تلو جو کی ہے ہو اور رتی چار جو کی تو البتہ حساب
 درست ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال اور کنز الحنات فی تیار الزکوۃ کے باب اول بیان اوزان میں لکھا
 ہے کہ مدار الافاضل میں ہے کہ متقال چار ماشہ ساڑھے تیرہ جو کا ہے اور قیراط ایک جبہ اور چار پنجم
 جبہ کا پس متقال چھتیس جبہ ہو گا کہ ساڑھے چار ماشہ ہے اور درہم بارہ قیراط کا ہو گا کہ جو اس
 جبہ اور تین خمس جبہ ہوتا ہے پس درہم ڈھائی ماشہ ایک جبہ تین خمس جبہ کا ہو گا اور ماشہ
 آٹھ جبہ کا ہے اور جبہ صرافان ہند کے عرف میں بوزن آٹھ بیج کے ہے قاموس میں ہے
 کہ قیراط دو طسوج ہیں اور طسوج دو جبہ اور جبہ چھٹا حصہ آٹھویں حصہ درہم کا اور وہ ایک جزو کا
 اور تالیس جزو درہم سے صاحب قاموس کہتے ہیں کہ قیراط اور قیراط بالکسر موافق شہر دن کے وزن
 کے مختلف ہوتا ہے کہ مغلہ میں چار حصہ ششم حصہ دینار سے ہے اور عراق میں زہاد سین
 حصہ دینار سے ہے اور مصر میں ہے کہ قیراط کی اصل قیراط ہے بالکسر وتشدید لکیونکہ جمع اس کی قیراط ہے
 منتخب اللغات میں لکھا ہے کہ قیراط دو طسوج ہے اور طسوج دو جبہ اور قاموس میں ہے کہ دانی دو قیراط ہے

اور صحاح میں ہے کہ دانق چٹا حصہ درہم کا ہی اور دانق جبکہ فارسی میں دانگ کہتی ہیں چٹا حصہ درہم کا ہی تھا

وصل چہارم درہم کی مقدار کے بیان میں

درغمار کے باب زکوۃ المال میں لکھا ہے کہ نصاب الذهب عشرون مثقالا والفضة مائتا درہم کل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقیل والدینار عشرون قیراطا والدھم

اربعة عشر قیراطا والقیراط خمس شعیرات فیکون الدرہم الشرعی سبعین شعیرة والمثقال مائة شعیرة فهو درہم وثلاثة اسباع درہم سونے کی نصاب بیس مثقال ہوا چاندی کی دو سو درہم ہر دس درہم پوزن سات مثقال کے اور دینار میں قیراط کا سہ اور درہم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا تو درہم شرعی اس سب سے شرجو کا ہوا اور مثقال تلو جو کا ہیں مثقال مساوی ایک درہم اور تین سا تو چھ درہم کا ہوا نصاب سونے کا بیس مثقال یعنی پلو تلو وزن پہلی اور نصاب چاندی کی دو سو درہم یعنی ایک سو چالیس مثقال یعنی ۵۲ پلو تلو جبکہ ۵۴ روپیہ بحباب فی روپیہ ساڑھے گیارہ ماشہ اور چھپٹ روپیہ بحباب ۱۱ ماشہ اور ۵۴ پلو روپیہ یعنی چھپٹ روپیہ دو آدھ پائی تقریباً بحباب ساڑھے گیارہ ماشہ رتی زیادہ یعنی بارہ ماشہ تین رتی کم جو درہم چہرہ شاہی روپیہ کا ہے اور جانا چاہیے کہ درہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مختلف تھے بعضی دس مثقال کے دس درہم اور بعضی چھ مثقال کے دس درہم اور بعضی پانچ کے دس درہم حضرت عمر نے سب کو جمع کر کے وزن مساوی نکال لیا اس طرح کہ تینون وزنون کا مجموعہ اکیس ہوتا ہے اور اکیس کو تین پر تقسیم کرنے سے سات ہونے ہیں تو سات مثقال کے دس درہم ٹھہرے اور شاہی میں اس میں باغلوگی ہے پھر درغمار کی کتاب متفرقات البیوع میں لکھا ہے کہ وزن سبعة سے مراد یہ ہے کہ دس درہم سات مثقال کے برابر ہیں اور ہر مثقال بیس قیراط کا اور ہر درہم چودہ قیراط کا اور ہر قیراط

پانچ جو کا انتہی بحر الزین مطبوعہ مصر کی جلد ثانی کے صفحہ ۲۴۲ باب زکوۃ المال میں لکھا ہے
 شقال کہ جو دینار ہے میں قیراط ہے اور درہم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا اور اسی میں ہے
 کہ اصل یہ ہے کہ زمانہ نبویؐ اور زمانہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ میں درہم مختلف تھے تین قسم کے
 بعض میں قیراط کے مثل دینار کے تھے اور بعض بارہ قیراط کے یعنی تین جنس دینار کے اور بعض میں
 قیراط نصف دینار کے تو پہلی وزن عشرہ کما دیگی دینار سے اور دوسری وزن ششہ یعنی چھ میں
 بوزن چھ دینار کے اور تیسری وزن حشہ یعنی ہر دس درہم بوزن پانچ دینار کے جب اس میں
 آئیں میں لوگوں کے جھگڑا ہوا تب حضرت عمرؓ نے ہر قسم کے درہم نکال کے باہم بنائے اور تین درہم
 مساوی بنائے اور ہر درہم چودہ قیراط کا نکالا اسی پر اس وقت تک عمل ہے ہر چیز میں زکوۃ دینا
 سرقہ اور ہر ادا تقدیر۔ دیتوں میں اور ضرب میں لکھا ہے کہ جمع اور ضرب بنی امتیہ کے زمانہ میں نبویؐ
 اور قریشیانی نے ذکر کیا ہے کہ پہلے درہم گھٹی سے مشابہ تھا پھر حضرت عمرؓ کے زمانے میں گول ہو گیا
 پھر اوس پر اور دینار پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا گیا اور ناصر الدولہ ابن حمدان نے صلی اللہ
 علیہ وسلم کی عبارت بڑھادی اور غایۃ میں لکھا ہے کہ مصر کا درہم چونٹے حبہ کا تھا اور بڑا تھا درہم زکوۃ
 سے تو اوس درہم سے نصاب ایک سو اسی درہم اور دو سبہ ہوتے ہیں اور فتح القدر میں اس پر اس طرح
 تعقب کیا ہے کہ اہل کلام میں اعتراض ہوتا ہے اوس بنا پر جو فقہانے درہم زکوۃ میں اعتبار کیا ہے
 کیونکہ صاحب غایۃ کی مراد اگر حبہ سے جو ہے تو درہم زکوۃ شتر جو ہے جبکہ دس درہم جو وزن سات
 شقال کے ہوں اور شقال شتر جو کا ہو تو درہم اوس وقت میں چھوٹا ہو گا۔ نہ بڑا اور اگر حبہ سے مراد
 دو جو ہیں جیسا کہ تعریف سجاوندی میں حبہ کی تفسیر میں واقع ہوا ہے تو یہ خلاف واقع ہے اس واسطے
 کہ واقعہ یہ ہے کہ مصر کا درہم چونٹے جو سے زائد نہیں ہے کیونکہ ہر چارم درہم کا انداز کیا گیا ہے چار خوب
 سلہ خروب ایک بجلی درخت خارد کو کہتے ہیں جس کا پھل مثل سیب کے ہوتا ہے لیکن بڑا اور ایک قسم شامی ہوتا ہے
 اوس کا پھل مثل خیار شہر کے ہوتا ہے اگرچہ یہ دونوں ایک قسم کے ہوتے ہیں

کے ساتھ اور خر نوہ ۴ قح متوسط کا ہے انتہی اور ولوالجی نے بیان کیا ہے کہ زکوٰۃ واجب ہے غلافہ
 میں جبکہ وہ دو سو ہوں کیونکہ یہی آج کل لوگوں کے درہم ہیں اگرچہ زمانہ اول میں نہ تھے اور ہر
 زمانہ میں اس زمانہ والوں کی عادت کا اعتبار ہوتا ہے دیکھو وجوب زکوٰۃ کے لیے چاندی سے
 دو سو کی مقدار مقرر ہوئی بوزن سبغہ اگرچہ زکوٰۃ میں دو سو کی مقدار زمانہ نبوی میں معتبر تھی بوزن
 اور زمانہ حضرت عمر میں بوزن ستہ تو ہر شہر والوں کے درہم دیناروں کے وزنوں کے موافق ہوئی
 اگرچہ وزن گھٹا بڑھا ہے کہ انبی الخلاصہ انتہی اور ابن الفضل سے منقول ہے کہ وہ بر دو سو درہم بخاریہ
 میں پانچ درہم واجب کہتے تھے اور اسی کو اعتبار کیا ہے شری نے اور اسی کو اختیار کیا ہے مجتہبی اور
 جمیع النوازل اور عیون اور معراج اور خانیہ میں اور اسی کو ذکر کیا ہے فتح القدر میں اور بعد اس نقل
 کے صاحب فتح القدر نے لکھا ہے کہ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ قید لگا دینا چاہیے کہ اہل شہر کے اوزان جب
 ہی معتبر ہیں کہ جب ان کے عدم اہل اوزان زمانہ نبوی سے لگتے ہوں اور وزن زمانہ نبوی وہ ہے
 کہ جہاں دس درہم بوزن پانچ مثقال کے تھے کیونکہ یہی اہل اس چیز کا ہے جس سے نصاب زکوٰۃ کی
 انداز دو سو رکھی گئی ہے حق کہ درہم مسعودیہ میں کہ جن کا چلن کہ میں ہے دو سو معتبر نہ ہونگے اگرچہ
 ایک قوم کے درہم ہیں انتہی بظاہر جن حرجہ مشکوٰۃ شریف کی جلد دوم باب ما یجب فیہ الزکوٰۃ
 کی پہلی فصل کی پہلی حدیث کے حرجہ میں لکھا ہے کہ حق کی قیمت چالیس درہم ہوتی ہے پس
 پانچ درہم کی قیمت دو سو درہم ہوئی اور اوقی جمع اوقیہ کی ہے اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور
 پانچ اوقیہ کے دو سو درہم ہے پس یہ نصاب ہے زکوٰۃ چاندی کی اگر چاندی اس سے کم ہو تو زکوٰۃ
 نہیں ہے اور جب اس قدر ہو تو پانچ درہم دینے آتے ہیں اور سولہ درہم کے اگر چاندی ہو بغیر سکہ

لے قح بالغ یعنی گندم ۱۱ ثوب ۱۵ غلافہ یعنی بھر دھاوا ملے اور درہم کو کہتے ہیں کہ جن میں بیل یعنی آسیرش
 دوسری چیز کی بھی ہو اور وہ درہم کوٹے کہ جاتے تھے۔ یہ منسوب ہے غفرین بن عطاء کندی کی طرف جو زمانہ ہارون
 رشید میں امیر غسان تھے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ ہارون رشید کے مامون تھے کہ انی بعض روایتیں ۱۲ اس

کی قسم زیور وغیرہ سے یا روپیہ کسی سکے کے ہون محاسی پر قیاس کر کے زکوٰۃ دے تفصیل اس کی یہ ہے کہ درہم تین ماشہ اور ایک تہی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوتا ہے پس درہم میں چاندی چھ سو تیس ماشہ ہوتی ہے اور ان پر زکوٰۃ کے پانچ درہم ہیں اور پانچ درہم میں چاندی ہر پندرہ ماشہ چھ رتی ہیں اگر روپیہ بارہ بارہ ماشہ کے ہیں جیسے گلہ رسید می کل کے اور ڈبل اور ٹپلی دار تو چھ سو تیس کے ساڑھے باون روپیہ ہوئے ان پر ایک روپیہ زکوٰۃ کا ہوا جو بارہ ماشہ اور پانچ آنہ کا ہے اور اگر روپیہ ساڑھے گیارہ ماشہ کے ہیں مثلاً لکھنؤ وغیرہ کے تو چون روپیہ بارہ آنہ چھ پائی اور چھ جزو تیسین جزو پائی سی ہوئے ان پر ایک روپیہ ہی ساڑھے گیارہ ماشہ کا اور پانچ آنہ دس پائی اور بائیس جزو پائی سے زکوٰۃ ہونی حسب تفصیل ذیل۔

شمار درہم - تعین زکوٰۃ وزن چاندی - تعین زکوٰۃ - سکے بارہ ماشہ کا - زکوٰۃ - سکے ۱۱ ماشہ کا - زکوٰۃ
 ۵ درہم ۴۳ ماشہ ۵ ماشہ پانچ ۵ درہم ۳۳ ماشہ ۳۳ ماشہ پانچ ۱۱ ماشہ پانچ ۱۱ ماشہ پانچ
 یہ حساب نصاب سمجھنے کے لیے لکھا گیا اور اگر روپیہ زیادہ ہوں نصاب سے تیسیدھا حساب یہ کیسا احوالی روپیہ سیکڑہ کے حساب سے زکوٰۃ دے اور نصاب سونے کی اس میں ذکر نہیں ہوئی نصاب دس کی بینل شغال ہے یہاں کے حساب سے ساڑھے سات تولہ بھر ہوتے ہیں پس سونا جب اتنا ہو تو چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ہے اور اس سے کم ہو تو زکوٰۃ نہیں دینا چاہیے اور اگر سونا و چاندی مل کر بقدر نصاب کے ہوں تو زکوٰۃ دینا چاہیے مثلاً اگر ایک کے پاس سو چھپیس روپیہ بھر چاندی کا زیور ہو اور سو چھپیس کا سونے کا تو وہ صاحب نصاب ہے۔ اس کو زکوٰۃ دینا چاہیے اسی طرح اگر سو چھپیس روپیہ کا اسباب تجارت ہو اور سو چھپیس روپیہ نقد بھی صاحب نصاب ہے اور سونا و چاندی کسی طرح کا زیور خواہ زیور ہو خواہ پتر خواہ دے خواہ ظروف ہر قسم میں زکوٰۃ واجب ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ کوئی کناری اور کنخاب وغیرہ میں جو چاندی ہوتی ہے اس کا بھی اندازہ کر کے زکوٰۃ دے اگر نہ دے

کو بونچے اور موتی مزجگیا قوت وغیرہ جواہرات پر دکوۃ بنیں اگرچہ لاکھوں روپیہ کا ہو مگر ہمارے
 نیت تجارت کی ہو تو ہے انتہی رسالہ اوزان مطبوعہ مطبع مجبائی دہلی کے صفحہ ۷۷ میں لکھا ہے کہ
 محققین وزن درہم اور شقال کی مظاہر حق سے یہ ظاہر ہوتی ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ درہم
 تین ماشہ اور ایک تہی اور پانچواں حصہ رتی کا ہوتا ہے اور شقال ساڑھے چار ماشہ کا اور درہم
 تین ماشہ اور ایک رتی کا سا درہم دو تولہ اور آٹھ ماشہ کا مشہور ہے اور شقال دو دینار درہم وزن
 ہوتا ہے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے ایک مکتوب میں کہ جو قاضی ثناء اللہ بانی سنی کے
 نام ہے تحریر فرماتے ہیں کہ فقیر کو ایک زلمے میں شقال اور درہم کے بانٹوں میں پریشانی پیدا ہوئی
 تھی کیونکہ ہندوستان کے بانٹ تو تولہ اور ماشہ اور رتی ہیں اور وہ عرب میں نہیں ہوتے بلکہ وہاں
 کے بانٹ شیرین یا قیراط تو اس امر کا امتحان کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ عرب ہندوستان کا شیر برابر قیراط
 میں نہیں ہوتا ہے لہذا مقدار درہم کے تعین میں دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا کتب فقہیہ و حدیث
 شل مغرچ اللہ سے پایا جاتا ہے کہ درہم وزن میں چھ دانق کے ہے اور دانق کامل کہ جو مصر کا بنا
 ہوا ہوا درہم گھسا ہوا نہ ہوا آدھے ماشہ اور پون بیچ کے برابر نکلا جیسا کہ امتحان کرنے سے معلوم ہوا وہ مقدار بھی
 برابر وہ جو کہ ہندوستانی جس سے ہوئی بعض میں کم اور بعض میں زائد بقدر نصف جو کے چھ دانق
 ایک بار وزن میں تین ماشہ اور پانچواں حصہ ماشہ کے برابر نکلا اسی کو ہم نے اختیار کیا اور شقال دو دنیا
 ایک وزن پر ہوتا ہے آبدلے اسلام میں بھی شقال مختلف نہ تھا اتنی وجہ سے درہم کا معیار
 شقال کھا گیا نہ برعکس نے الحال دینار ملک اسلام عرب میں ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے شاید بعض
 اس سے بھی کم ہوتے ہوں فی الحال جو جھکو تحقیق ملک عرب میں ہوئی وہ یہ ہے لنتہ۔
 مرزا حسن علی محدث لکھنوی رسالہ تحفۃ الشائق میں تحریر فرماتے ہیں کہ چار تولہ شقال چاندی حساب
 سے ایک سوڑھ روپیہ ساٹ ماشہ بھر ہوتی ہے اور دو تولہ درہم شرعی تولوں کے حساب سے

ساڑھے باون تولہ ہوتے ہیں اور اس ملک کے روپیہ کے حساب سے سناون روپیہ تین ماشہ جبکہ
 روپیہ گیارہ ماشہ کا سمجھا جائے اور مثقال ساڑھے چار ماشہ کا وزن میں برابر ایک سو جو متوسط
 مقطع الاطراف کے (مقطع الاطراف سے مطلب یہ ہے کہ جو میں جو دونوں جانب بالائے
 ریشہ نکلے ہوتے ہیں وہ کٹے ہوئے ہوں) اور درہم شرعی تین ماشہ اور ایک جو اور پنجم حصہ جو کا ہوتا
 ہے تپ اس حساب سے دس درہم شرعی جو ادنیٰ نصاب مہر ہے حقیقہ کے نزدیک ساڑھے کنیس
 ماشہ کا ہوتا ہے اور بیڑ دینار سرخ شرعی سونے کا وزن ساڑھے سات تولہ کا اور دینار شرعی
 وزن میں مثقال کے برابر اور تولہ بارہ ماشہ کا اور ماشہ آٹھ رقی معارف متوسط کا جسکو فارسی میں
 سرخ اور عربی میں مین الدیک کہتے ہیں اور جو پیمائش میں برابر چھ بالون گھوڑے کے ہوتا ہے اور
 برابر آٹھ چاول باریک کے وزن میں اور رقی برابر دو جو اور تین ربع اور ایک جزو کے چھتین جزو
 کے اجزائے جو سے ہے اور اس کی تفصیل کتب فقہ و طب میں موجود ہے۔ یہ تحقیق متعلق ہی نصاب
 شرعی درہم و دینار اور سونے اور چاندی سے اور یہ وزن کہ جسکا نام وزن سبہ ہے معتبر ہے زکوۃ
 اور تہ اور دیت اور تمام معاملات میں جہاں کہ درہم و دینار کا ذکر آئے عرفاً اور طب میں بھی درہم کا وزن
 ساڑھے تین ماشہ کا ہے واللہ اعلم۔ مولوی محمد سراج الدین صاحب اپنے رسالہ جامع البرکات فی
 مسائل الزکوۃ مطبوعہ مطبعہ حسنی لکھنؤ کے بارہویں فصل بیان اوزان سند جب صفحہ ۶۱ میں لکھتے ہیں کہ
 بموجب بیان جامع الرموز اور برجندی وغیرہ کے یہ ہے کہ مثقال میں قیراط سبہ اور قیراط پنج جو متوسط
 بغیر چھلے لیکن دونوں طرف سے نوکین کٹی ہوں تو مثقال تو جو ہوے اور یہی مشہور ہے تاخرین میں
 اور معتبر ہے شرع میں اور اہل حجاز ہی پر ہیں اور اہل ہرات کے عمل میں بھی یہی ہے لیکن متقدمین کے
 نزدیک مثقال چھ دانق اور دانق چار طسوج اور طسوج دو حبه اور حبه دو جو اور جو چھ رائی ہے اور
 یہی مشہور ہے اہل حساب کے نزدیک اور اسی پر عمل ہے اہل سمرقند کا اور اس حساب سے مثقال آٹھ قیراط

اور ایک جو ہوے جس کے چھانڈے جو ہوے۔ تو یہ جو کہتے ہیں کہ وزن شمال کا مختلف نہیں ہوا
 جیسا کہ بعض افاضل نے لکھا ہے درست نہیں لیکن پہلا قول معتبر ہے بوجہ حدیث کے جو
 فتاویٰ فنیہ میں نقل کی ہے الوزن وزن مکة والمکیال مکیال المدینة یعنی وزن معتبر
 مکہ کا وزن ہے اور میانہ مدینہ کا اب یہ جاننا چاہیے کہ حضرت عمرؓ کے وقت میں درہم اور دینار
 جمع کیے گئے اور وزن سب سے کا تحقیق ٹھیک اور اسی پر اتفاق ہو گیا وزن سب سے کہ شمال میں اور درہم
 میں سات اور دینار کی نسبت ہے یعنی اگر شمال دینار کوڑی بھر ہو تو درہم اسی کوڑیوں سے
 سات کوڑی بھر ہوگا اور جب شمال سو جو ٹھیک ہے تو درہم سو جو ٹھیک اور جب جبہ دو جو ہو تو شمال
 پچاس جبہ ہوگی اور درہم پچیس جبہ کا اور جس کے نزدیک شمال چھانڈے جو کی ہے اور درہم
 سو جو اور پچم حصہ جو کا اس کے نزدیک شمال اڑتالیس جبہ کا اور درہم پچیس جبہ اور ایک جو
 اور ایک پچم حصہ جو کا ہوگا پھر یہ معلوم کیا چاہیے کہ اس ملک میں حساب ہے ماشہ اور تولکا اور تولہ
 بارہ ماشکا اور ماشہ رتی کا اور رتی چار جو کی۔ اب اس حساب کو اس ملک کے حساب پر اولاً لایا
 تو حساب کر کے اور تول کے جو دیکھا تو سو جو دسی سارے چار ماشہ کے ہونے میں تو شمال سارے
 چار ماشہ کے ہوئی اور درہم وزن سب سے حساب سے تین ماشہ اور ایک رتی اور ایک جو پچم حصہ
 رتی کا ہوا تو شمال چھتیس رتی اور درہم پچیس رتی اور ایک پچم حصہ رتی کا ہوا اور یہی اب مشہور
 معتبر ہے علماء کے نزدیک۔ اب اگر حباب اور رتی کے ایک ہی معنی ہیں تو شمال پہلے حساب کی جب
 اڑتالیس رتی کی اور تیسرے حساب کے بوجہ جو اس ملک کا ہے چھتیس رتی کی ہوئی تو اب
 پہلے حساب کو اور تیسرے حساب کو لایا چاہیے اور دوسرے کو الگ کیا چاہیے کہ وہ معتبر نہیں تو جاننا
 چاہیے کہ پہلے حساب میں شمال سو جو کی اور پچاس رتی کی اور تیسرے حساب میں شمال چھتیس رتی
 کی اور رتی چار جو کی تو شمال ایک سو جو اس جو کی ہوئی لیکن یہ جو جوئے کیے گئے ہیں جیسا کہ پہلا

کے سوناروں سے پوچھا گیا اور قول کے دکھایا اور دو جو متوسط لیے ہیں تو دونوں قریب تری ہیں اور تولا تو کچھ ایسا تفاوت نہیں پایا تو یہاں کی رتی وہاں کی رتی سے بڑی ٹھہری۔ اب سو جو کو اگر اقداریے چھتیس رتی پر تو دو جو ادرسات تس یعنی سات نہم حصہ جو کی ٹھہرتی ہے اس واسطے کہ سو کو چھتیس^۲ پر بانٹا تو دو در صبح پہنچے اور اٹھائیس^۳ بچ رہے اور وہ چھتیس کے سات تس یعنی نہم حصہ ہیں تو جب اٹھائیس^۳ کو نو میں ضرب دیا یعنی نو بار لیا تو دو سو باؤن نہم حصہ ہوئے اس کو چھتیس^۳ پر بانٹا سات سات نہم حصہ پہنچے اور اس^۴ کی کو کچی رتی کیسے اور اس کو کچی اور دونوں میں فرق سات نہم حصہ کا ہے اور قیراط پانچ جتھے وہ ایک تہی اور چار پنجم حصہ تہی کی ٹھہرتی ہے اس واسطے کہ رتی تین جو کی دو نہم حصہ جو کی کم۔ باقی رہے دو جو اور دو نہم حصہ جو کے اور یہ چار پنجم حصہ تہی کے ہیں کیونکہ تہی پچیس^۵ نہم حصہ جو کی ہوئی اور دو جو اور دو نہم حصہ جو کے بیس نہم حصہ جو کے ہیں اور بیس^۵ پچیس کا چار پنجم حصہ ہے اور پہلے حساب میں رتی دو جو کی تو قیراط اڑھائی رتی ہوئی اور یہ اپنی اپنی اصطلاح ہے اس واسطے کہ جو اگر بڑے لیجیے تو کچی رتی دو جو کی ٹھہر جائیگی مثلاً۔ اور جب مثال ساڑھے چار ماشہ ہوئی تو بیس^۶ مثال جو نصاب سونے کی ہے ساڑھے سات تولہ ہوئی۔ اور دو تولہ ہم جو نصاب چاندی کا ہے وزن سبب کے حساب سے ایک سو چالیس مثال مثال ہوئے جس کے ساڑھے باؤن تولہ ہوتے ہیں اور لکھنؤ کے روپیہ سے جو گیارہ ماشہ کا ہے ساؤن روپیہ تین ماشہ چاندی ہوتی ہے اور یہی مشہور اور معمول ہے علما میں اور بعض کہتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ رتی جو تین جو دو نہم حصہ جو کا کم ٹھہری ہے کچھ کم ہے چار جو والی اتنی سے۔ اور روپیہ جو گیارہ ماشہ کا ہے چار جو والی اتنی سے ہے اور اس اتنی سے گیارہ ماشہ اور دو رتی ہے تو اس قول کے بموجب پورے چھپتیس روپیہ لکھنؤ کے نصاب چاندی کا ہوتا ہے لیکن وزن کرنے سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ پلن کا سکہ لکھنؤ کا یعنی چھوٹی گولی کے روپیہ سے کم ہے پاؤ رتی کے قریب اور یہی وزن ہر جگہ

سمجھنا چاہیے مثلاً دس درہم شرعی کہ جس سے کم ہر درست نہیں امام عظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک
 اور چور کا ہاتھ کاٹنا نہیں درست اس سے کم میں بموجب حساب مشہور کے ساڑھے اکتیس ماشہ
 چاندی ہوتی ہے اقد پنج سو درہم جو ہر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بیوں کا ہے اس کو ایک
 اکتیس^{۱۳} تولہ تین ماشہ چاندی ہوتی ہے جسکے ایک سو تین^{۱۴} روپیہ دو ماشہ چاندی ہوتی گیارہ
 ماشہ کے روپیہ سے اور جو دورتی زیادہ ہو گا تو ایک سو چالیس روپیہ ہوے اور چار سو مثقال جو
 ہر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا یعنی حضرت فاطمہ وغیرہ رضی اللہ عنہن کا ہے
 اس کی ڈیڑھ سو تولہ چاندی ہوتی اور گیارہ ماشہ کے روپیہ کے ایک سو تیرے روپیہ ساٹھ
 سوے اور جو دورتی زیادہ ہو تو ایک سو ساٹھ ہی ہوے اور صدقہ فطر کا آدھا صاع عراقی ہے کیون
 اور صاع عراقی آٹھ رطل اور رطل بنی اسرائیل آدھا صاع عراقی ہے چار ماشہ چار ماشہ
 تو صاع تین ہزار دو سو چالیس ماشہ کا ہوا اور آدھا صاع سولہ سو تیس ماشہ جس کے ایک سو تین^{۱۵}
 روپیہ تین ماشہ وزن ہوا لکھنؤ کے روپیہ جو گیارہ ماشہ کا ہے جس کا ڈیڑھ سیر اور تین روپیہ
 اور تین ماشہ بھر ہوا لکھنؤ کے سیر سے جو چھپاؤ سے روپیہ بھر ہے یہ حساب شرح وقایہ کے طور پر ہے
 اور درختار میں لکھا ہے کہ صاع معتبر وزن ایک ہزار چالیس درہم ہے جسکے ہوے تین ہزار دو سو پچتر
 شہ جسکے ہوے دو سو تیرے تولہ جس کے ہوے دو سو ستانوے روپیہ نو ماشہ وزن میں جس کے
 ہوے تین سیر ڈیڑھ چھٹانک لکھنؤ کے سیر سے جس کا نصف ہوا ڈیڑھ سیر اور پون چھٹانک جس کا
 نصف ایک چھٹانک ڈیڑھ سیر آدھے صاع کا اوکیا جاتا ہے اور یہی کفارہ نماز کا ہے یعنی جو
 کوئی مر جائے لود اس کے ذمہ نمازین قضا ہوں تو ہر نماز چھپے چھٹانک ڈیڑھ سیر اس کی طرف
 سے دیا جاوے اور ایک دن رات کی چھ نمازین ہوتی ہیں مع وتر کے تو چھ نمازوں کا نو سیر اور
 ڈیڑھ پاؤ ہوا اوتسی طرح جتنی نمازین گئی ہوں حساب کر لیں اور اگر روزہ قضا اسکے ذمے پڑے

تو ہر روزہ پیچھے بھی اتنا ہی ہے یعنی چھٹانک ڈیزہ سیر اور یہ مذہب امام غنیم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے
اور امام شافعیؒ کے نزدیک پورا صاع حجازی ہے اور وہ پانچ رطل اور ایک تہائی رطل کا ہے
اور رطل آٹھ اونس حصہ صاع عراقی کا ہے جس کے ستیشت روپیہ اور ایک ماشہ اور تین تی وزن
ہوتا ہے جس کا ڈیزہ پاؤ اور ایک تولہ اور تین تی ہو اور وزن معتبر سے اور ثلث رطل کا اودہ پاؤ اور
چار ماشہ اور ایک رتی ہو اور مجموعہ صاع مدنی چھٹانک دوسیر پورا ہو اگر کوئی کہے کہ بموجب حدیث
کے جو فتاویٰ فقیہین لایا ہے چاہے کہ صاع حجازی معتبر رکھیں اوس کا نصف صدقہ ٹھیرا وین
جواب اس کا یہ ہے کہ اگر اوس کا نصف صاع غیر اتے تو ایک سیر آدمی چھٹانک ہوتا اور صاع عراقی
کا نصف پون چھٹانک ڈیزہ سیر ہوتا ہے تو احتیاط اسی میں تھی اور اس صاع کا استعمال بھی مدینہ
میں ہوا ہے اگر کوئی کہے کہ پورا صاع کیون نہیں پھیراتے جواب اس کا یہ ہے کہ حدیث میں اصل
بھی آیا ہے اور پورا صاع بھی تو آدھا محمول ہے وجوب پر اور پورا نفل پر یعنی آدھا دینا واجب اور
پورا دینا مستحب لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک پورا صاع حجازی واجب ہے اس میں احتیاط زیادہ ہے
جانتا چاہیے کہ حدیثوں میں جو نصاب کے بیان میں متقال کا لفظ آیا ہے تو یہ دلیل ہے کہ وزن مراد
ہے نہ سکہ اس واسطے کہ متقال نام وزن کا ہے اور کبھی دینار اور درہم کو بھی وزن کی جگہ بولتے ہیں
اگرچہ یہ سکہ کے نام ہیں اور جو حدیث فقیہین میں آئی ہے وہ بھی دلالت کرتی ہے کہ وزن مراد ہے
سکہ نہیں مراد ہے اور وزن سب سے جو خلافت فاروقی رضی اللہ عنہ میں پھیرا یہ بھی وزن کے مراد ہو
کی دلیل ہے تو پھر جو کوئی یہ کہے کہ ہر شہر کا درہم و دینار معتبر ہے اور اس پر بنار کھڑکے کہ ہندوستان
میں دو سو درم دو سو روپیہ ہوے اور میں دینار بیس شرنی اور دس درم ہر شرعی کے دس روپیہ
ہوے تو یہ قول بجا نہیں ہے اس واسطے کہ اس میں لازم آتا ہے کہ دو سو روپیہ تک زکوٰۃ نہو تو
اس میں بڑی حق تلفی و فتنہ لگے اور تبدیل مقدار شرعی کی بلکہ اس سے لازم آتا ہے کہ شیو سلطان

وقت کے دو سو روپیہ تک زکوٰۃ معاف ہو اور ایک روپیہ اس کا چار روپیہ بھر کا تھا
 ہمارے روپیہ سے دو سو روپیہ اس کے ہلکے آٹھ سو ہوئے قریب چودہ نصاب شرعی کے
 نو کس قدر تبدیل مفاد پر شرعی کی ہوئی۔ اور اسی طرح اشرفی کو سمجھنا چاہیے کہ اشرفی مرشد آبادی
 شلاً تولہ بھر کی ہے تو بین تولہ سونے تک زکوٰۃ معاف بخیری اور اسی طرح دس روپیہ نہ ہون تو ہر
 نہ بندھے اور اس میں صحیح کھجج ہے اور خلاف احادیث کے اگر کسی فقہ نے مراد لیا ہوگا تو وزن
 درہم اور دینار اپنے ملک کا لیا ہوگا نہ یہ کہ جو چاندی کے چلے وہ درہم ہے آج سو نے کے چلے
 وہ دینار کیونکہ عرب میں ریال چاندی کا چلتا ہے اور وہ دو روپیہ کے زیادہ کا ہوتا ہے تو وہ بھی
 درہم ہوا اور دو سو ریال نصاب بخیرے اور دکن میں ہین سونے کے چلتے ہین اور وہ شمال سے
 کم ہوتے ہین تو چاہیے میں ہین نصاب بخیرے تو ساڑھے سات تولہ سے کم پر بھی زکوٰۃ آجاوے
 اور یہ سب بعید قیاس شرعی سے ہے کہ افراط اور تفريط حد سے زیادہ لازم آتی ہی انتہی



وصل پنجم نکاح کے ظاہر کرنے اور شہرت دینے کی بیان میں

سختب ہے نکاح کا ظاہر کرنا اور شہرت دینا اور نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا اور نکاح کا مسجد میں ہونا۔ جلد دوم مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ مطبع انتظامی کانپور کے صفحہ ۱۲۷ میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح ظاہر کیا کرو تم اس نکاح کو اور کیا کر داس کہ مسجدوں میں اور بجایا کرو وقت نکاح کے دف نقل کی یہ ترمذی نے اور کیا یہ حدیث غریب ہے **ف** ظہر کر یعنی ساتھ گواہوں کے جس امر واسطے وجوب کے ہوگا یا ظاہر کرو ساتھ شہرت دینے کے پس امر اجاب کے لیے ہوگا اور سختب ہے نکاح کرنا مسجد میں اور اسی طرح ہونا نکاح کا دان جمعہ کے اور نکاح کرنے سے مسجد میں اور دن جمعہ کے برکت حاصل ہوتی ہے انہی اور بھی اسی کتاب میں محمد بن حنبلہ مجبی سے روایت ہے اونہوں نے نقل کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرمایا آپ نے کہ فریق در میان حلال اور حرام کے آواز کرنا اور دف بجانا ہے نکاح میں **ف** مراد آواز کرنے سے گانا بنے یا ذکر کرنا اور مشہور کرنا نکاح کا لوگوں میں اور غرض اس حدیث سے یہ نہیں ہے کہ بغیر آواز اور دف کے نکاح ہوتا ہی نہیں۔ اس لیے کہ نکاح دو گواہوں کے سامنے بھی ہو جاتا ہے بلکہ مراد اس حدیث سے رغبت دلانا ہے طرف ظاہر کرنے نکاح کے اور اس کے مشہور کرنے کے اور حد مشہور کرنے کی اس سے معلوم ہوئی کہ جس مکان میں نکاح ہو دوسرے مکان میں ظاہر ہو جائے۔ تو دائرہ بجانے اور آواز کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے اور یہ حد نہیں ہے ظاہر کرنے کی کہ علون میں اور شہروں میں معلوم ہو ساتھ بجانے نوبت اور باجوتہ کے لئے۔ ملا علی قاری جلد سوم مرقاة شرح مشکوٰۃ شریف مطبوعہ مصر صفحہ ۴۷۵ میں اور پڑالی حد کے اس قول **و لجعلوا فی المساجد** کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد میں اور نکاح مسجدوں میں کرو۔

نکاح کرنا زیادہ باعث ہوتا ہے اعلان کی طرف یا حصول برکت مکان کی وجہ سے اور نکاح
 میں لائق ہے کہ نفیلت زمان کی بھی رعایت کی جائے تاکہ نکاح نور علی نور و سرور علی سرور
 ہو جائے۔ ابن الہمام نے کہا کہ عقد نکاح کا مسجد میں ہونا مستحب ہے اس لیے کہ نکاح عبادت ہے
 پس اس کا جمعے کے دن ہونا بہتر ہے انتہی۔ اور یہ یا نال نیک لینے کے لیے ہے یا توقع زیادتی
 ثواب کے واسطے یا اس واسطے کہ اس سے کمال اعلان حاصل ہو انتہی رسالہ نجات الارواح
 میں ہے کہ افضل مہینوں کا نکاح کے لیے شوال کا مہینا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے
 عقد کیا حضرت عائشہؓ سے شوال میں اور ادن کو اپنے گھر میں لائے شوال میں اور افضل ایام
 نکاح کے لیے جمعے کا دن ہے اور افضل جگہ مسجد ہے انتہی جلد دوم مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف
 کے صفحہ ۱۲۷ میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ کہا اونھوں نے کہ نکاح کیا مجھ سے پیغمبر خدا
 صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شوال میں اور گھر میں لائے محکم ماہ شوال میں یعنی تین برس کے بعد پس
 کون عورتوں میں رسول خدا کی تھی بہت نصیبہ و رجبہ سے حضرتؐ کے نزدیک نقل کی یہ مسلم نے
 ف اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ جو جاہل لوگ شوال کے مہینے میں نکاح کرنے کو محس جانتے ہیں یہ
 عقیدہ باطل ہے۔ بلکہ سوچیں اس میں نکاح کرنا اور زفاف کرنا۔ جیسا بیان کے جہلا کا عقیدہ ہے
 ایسا ہی اہل جاہلیت کا عقیدہ تھا چنانچہ حضرت صدیقہؓ نے اون ہی کا عقیدہ رد کرنے کے لیے
 کلام مذکور فرمایا انتہی میں کہتا ہوں کہ ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ بعضوں
 نے کہا کہ حضرت صدیقہؓ کا یہ فرمانا اس سے فرض اہل جاہلیت پر رد کرنا تھا کہ اون کے نزدیک
 ماہ ہرما سے حج میں نکاح یا ہ مبارک نہ تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس وجہ سے تھا کہ حضرت صدیقہؓ
 نے سنا تھا کہ بعض لوگ مرد کے بنا کرنے کو اپنی عورت سے شوال میں برا جانتے تھے کیونکہ اون کو وہم
 تھا کہ شوال نکاح سے اشکال سے جس کے سننے ازال کے ہیں آپ نے اس وہم کے رد کرنے کے لیے
 فرمایا کہ میں عورت کو ہر ماہ حج کے اپنے گھر میں لانا ہوتا ہے

وصل پنجم نکاح کے ظاہر کرنے اور شہرت دینے کی بیان میں

مسحّب ہے نکاح کا ظاہر کرنا اور شہرت دینا اور نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا اور نکاح کا مسجد میں ہونا۔ جلد دوم مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ مطبع انتظامی کانپور کے صفحہ ۱۲ میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح ظاہر کیا کرو تم اس نکاح کو اور کیا کرو اس کو مسجدوں میں اور بجا یا کرو وقت نکاح کے دف نقل کی یہ ترمذی نے اور کما یہ حدیث غریب ہے **ف** ظاہر کرو یعنی ساتھ گواہوں کے پس امر واسطے وجوب کے ہوگا یا ظاہر کرو ساتھ شہرت دینے کے پس امر اتجاہ کے لیے ہوگا اور مسحّب ہے نکاح کرنا مسجد میں اور اسی طرح ہونا نکاح کا دن جمعہ کے اور نکاح کرنے سے سجا میں اور دن جمعہ کے برکت حاصل ہوتی ہے انتہی اور بھی اسی کتاب میں محمد بن حاطب جمعی سے روایت ہے اوغنون نے نقل کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فرمایا آپ نے کہ فرق درمیان حلال اور حرام کے آواز کرنا اور دف بجانا ہے نکاح میں **ف** مراد آواز کرنے سے گانہ ہے یا ذکر کرنا اور مشہور کرنا نکاح کا لوگوں میں اور غرض اس حدیث سے یہ نہیں ہے کہ بغیر آواز اور دف کے نکاح ہوتا ہی نہیں۔ اس لیے کہ نکاح دو گواہوں کے سامنے بھی ہو جاتا ہے بلکہ مراد اس حدیث سے رغبت دلا نا ہے طرف ظاہر کرنے نکاح کے اور اس کے مشہور کرنے کے اور حد مشہور کرنے کی اس سے معلوم ہوئی کہ جس مکان میں نکاح ہو دو سکر مکان میں ظاہر ہو جائے۔ تو دائرہ بجانے اور آواز کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے اور یہ حد نہیں ہے ظاہر کرنے کی کہ محلوں میں اور شہروں میں معلوم ہو ساتھ بجانے نوبت اور باجون کے لئے۔ ملا علی قاری جلد سوم مرقاة شرح مشکوٰۃ شریف مطبوعہ مصر صفحہ ۴۲ میں اور پڑالی حدیث کے اس قول **ولجعلوا فی المساجد** کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد میں اور نکاح مسجدوں میں کرو

نکاح کرنا زیادہ باعث ہوتا ہے اعلان کی طرف یا حصول برکت مکان کی وجہ سے اور نکاح میں لائق ہے کہ فضیلت دامن کی بھی رعایت کی جائے تاکہ نکاح نور علی نور و سرور علی سرور ہو جائے۔ ابن العمام نے کہا کہ عقد نکاح کا مسجد میں ہونا مستحب ہے اس لیے کہ نکاح عبادت ہے پس اس کا جمعے کے دن ہونا بہتر ہے انتہی۔ اور یہ یا فال نیک لینے کے لیے ہے یا توقع زیادتی ثواب کے واسطے یا اس واسطے کہ اس سے کمال اعلان حاصل ہو انتہی رسالہ نجات الارواح میں ہے کہ افضل مہینوں کا نکاح کے لیے شوال کا مہینا ہے جیسا کہ وارد ہوا ہے کہ آنحضرتؐ نے عقد کیا حضرت عائشہؓ سے شوال میں اور ان کو اپنے گھر میں لائے شوال میں اور افضل ایام نکاح کے لیے جمعے کا دن ہے اور افضل جگہ مسجد ہے انتہی جلد دوم مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۱۲۷ میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ کہا اونھوں نے کہ نکاح کیا مجھ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شوال میں اور گھر میں لائے بمثل ماہ شوال میں یعنی تین برس کے بعد پس کون عورتوں میں رسول خدا کی بقی بہت نصیبہ و رحمہ سے حضرتؐ کے نزدیک تعلق کی یہ سلم نے ف اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ جو جاہل لوگ شوال کے مہینے میں نکاح کرنے کو محسوس جانتے ہیں یہ عقیدہ باطل ہے۔ بلکہ مستحب ہے اس میں نکاح کرنا اور زفاف کرنا۔ جیسا بیان کے قبل کا عقیدہ ہے ایسا ہی اہل جاہلیت کا عقیدہ تھا چنانچہ حضرت صدیقہؓ نے اون ہی کا عقیدہ رد کرنے کے لیے کلام مذکور فرمایا انتہی میں کہنا ہوں کہ ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ بعضوں نے کہا کہ حضرت صدیقہؓ کا یہ فرمانا اس سے غرض اہل جاہلیت پر رد کرنا تھا کہ اون کے نزدیک ماہ ہمارے حج میں نکاح یا ہ مبارک نہ تھا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس وجہ سے تھا کہ حضرت صدیقہؓ نے سنا تھا کہ بعض لوگ مرد کے نیچے گرنے کو اپنی عورت سے شوال میں برا جانتے تھے کیونکہ اون کو وہم تھا کہ شوال نکاح ہے اثنال سے جس کے معنی ازال کے ہیں آپ نے لوں وہم کے رد کرنے کے لیے لے لیا کہتے ہیں عورت کو نہ نکاح کے اپنے گھر میں لانا۔

یہ فرمایا۔ ابو الکلام نے شرح نقایہ میں لکھا ہے کہ مکروہ جانا بعض روافض نے دو عیدوں کے درمیان میں نکاح کو اور سیوطی نے صحیح مسلم کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ابن سعد نے اپنی طبقات میں بی حاتم سے روایت کی کہ جو لوگ نکاح کو شوال میں مکروہ جانتے ہیں وہ اس وجہ سے کہ اول زمانہ میں شوال ہی میں طاعون ہوا تھا انوی نے کہا کہ اس حدیث سے تزویج اور تزویج اور دخول کا شوال میں سخت ہونا معلوم ہوا اور اس پر ہمارے اصحاب نے تصحیح کی اور اسی حدیث سے دلیل لائے اور اس امر پر کہ جو قصد کیا حضرت عائشہؓ نے مبنی اہل جاہلیت کے وہم کی تردید اور فی زمانہ بعض علماء کے تحلیہ کا رد انتہی۔ اور ترمذی شریف کے صفحہ ۳۵۶ باب ما جاء فی الاوقات التي يستحب فيه النکاح میں بھی یہ حدیث مروی ہے بلکہ آخر میں لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس حدیث کی روایت ثوری سے معلوم ہوتی ہے کہ جنہوں نے اسمعیل سے روایت کی انتہی۔

تحقیق لفظ خطبہ۔ جانتا جا رہا ہے کہ خطبہ (رخ) کے زیر سے اس کے معنی عورت چاہنا اور رخ کے پیش سے اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو حمد اور نعت کے ساتھ متضمن خطاب و نصیحت و وعظ و خلق اللہ جو اور دیا چاہے کتاب کے معنی میں بھی آتا ہے کذا فی المنع والکنز انتہی من غیاث اللغات تطاہرن میں ہے کہ خطبہ رخ کے پیش اور زیر دونوں طرح سے علمائے صحت کو پہنچایا ہے جو زیر سے ہے اس کے معنی پیغام نکاح بھیجنا اور جو پیش سے ہے اس کے معنی خطبہ کے جو نکاح میں پڑھتے ہیں اور قاموس میں لکھا ہے کہ خطبہ کہتے ہیں کلام شریع کو جو مشتمل ہو حمد و ثنا اور درود اور وعظ و نصیحت کو اور نکاح میں خطبہ پڑھنا سنت ہے انتہی ثقی لارب میں ہے خطب بالفتح حال و شان۔ و کار خود ہو یا بزرگ۔ کہتے ہیں ما خطبتک خطاب جمع اور اس کے معنی خواستگاری کے ہیں خطب بالکسر و عورت کہ جس کی خواستگاری کی ہو۔ خطبہ بالکسر و بالضم کذا لک و مرد و خواتین۔ خطاب جمع۔ کہا جاتا ہے می خطبہ و خطبتہ و هو خطبہا و خطبتہا و کسر و ضم ہر دو ایک کلمہ ہے کہ عرب بذریعہ

اوس کے نکاح کر گئے ہیں۔ مخاطب کہتا ہے خطبہ اور مخطوب کہتا ہے خطبہ بالضم وہ کلام جو خدا کی تعریف اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور نصیحت خلق میں ہو شریح و مقفی خطب جمع خطابت خطیبی کردن انتہی بقدر الضرورة الحصن حصین میں ہے کہ جو متولی عقد کا ہو تو خطبہ عقد یہ کہ

الحمد لله محمدًا ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات

أعمالنا من يهد الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له واشهد أن لا إله

إلا الله وحده لا شريك له واشهد أن محمدًا عبده ورسوله يا أيها الناس اتقوا

ربكم الذي خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها وبث منهما رجالاً كثيراً

ونساءً واتقوا الله الذي تساءلون به والأرحام إن الله كان عليكم رقيباً ذكراً

يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون يا أيها الذين

آمنا اتقوا الله وقوا أنفسكم وأهْلَكُمْ لعلكم ترحمون يا أيها الذين آمنوا

اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون يا أيها الذين آمنوا

اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون يا أيها الذين آمنوا

اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون يا أيها الذين آمنوا

اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون يا أيها الذين آمنوا

اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون يا أيها الذين آمنوا

اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون يا أيها الذين آمنوا

اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون يا أيها الذين آمنوا

اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون يا أيها الذين آمنوا

اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون يا أيها الذين آمنوا

اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون يا أيها الذين آمنوا

اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون يا أيها الذين آمنوا

اس خطبہ کی عبارت ان کتابوں سے مروی ہے ۱۲

کے واسطے زوج سے یہ کلمات پڑھواتے ہیں بہت خوب ہے اور موجب حصول برکت کا۔ بسبب
تجدید ایمان کے۔ چاہیے کہ دو گھنٹہ کو بھی کہلوائیں۔ اور وہ کلمات یہ ہیں اُمنت باللہ وملائکتہ
وکتبه ورسوله والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعداللو
تذات من الکفر والشک والنفاق والبدعة وسائر الفسوق والمعاصی اسلمت
واقول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی ایمان لایا میں اللہ اور اس کے ملائکہ اور کتابوں پر مبنی
اور دن قیامت پر۔ اور تقدیر الہی پر کہ نیک و بد اس کی طرف سے ہے اور ایمان لایا میں اور پڑھا
جانے مُردوں کے بعد مرنے کے اور بنیادی چاہی میں نے کفر اور شرک اور نفاق و بدعت اور تمام
بدکاریوں اور گناہوں سے اور اسلام لایا میں اور کتابوں میں کلمہ کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ
تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بھیجے ہوئے ہیں انتہی کہ انی تحفۃ الشان۔ میں کتابوں کے
طریقہ تجدید ایمان بفضل یہ دیکھا جاتا ہے کہ اولاً زوج کو پانچون کلمے پڑھاتے ہیں پھر اُمنت باللہ یہ
طریقہ بھی خوب ہے اور اس بارہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے کسی نے استفسار کیا ہے
چنانچہ وہ استفسار ذیابری عزیزی بطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۲۷ میں ہے
اوس کا ترجمہ یہ ہے سوال عقد نکاح کے دن اعلام کلموں کا اور صفت ایمان مجمل اور مفصل
کی کس وجہ سے آیا یہ نظر تلقین کے ہے یا استحکام عقد کے جواب از روئے شریعت غزالی
مومن و کافر میں نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ اور ظاہر ہے کہ انسان سے لاعلمی کی حالت میں یا از روئے
سہو کے اکثر کلمہ کفر صادر ہو جاتا ہے کہ آدمی اوس پر متنبہ نہیں ہوتا اس صورت میں اگر نکاح
متناکحین کا واقع ہوا تو منعقد نہیں ہوتا ہے اس واسطے متاخرین علمائے محققین۔ احتیاطاً
صفت ایمان مجمل اور مفصل کی بحضور متناکحین کہتے ہیں اور کہلاتے ہیں تا انقضاء نکاح بحالت
اسلام واقع ہو۔ فی الحقیقت علمائے متاخرین نے اس احتیاط کو عقد نکاح میں جو بڑھایا ہے تو یہ

برکت اسلامی سے خالی نہیں ہے جو لوگ کہ اسلام سے بہرہ نہیں رکھتے ہیں وہ اس کے لطف پر کب پہنچتے ہیں۔ معلوم نہیں کہ کتنی اموات کہ اکثر فرقہ خانیہ میں جاری ہے سب توجہ اس کا کیا ہم پہنچایا ہے اس واسطے کہ کل فرقہ اسلامیہ اس پر متفق ہیں کہ ایمان بعد البعث درست نہیں ہے اور بعث عبارت ہے انتقال روحانی سے انتہی اور چونکہ سنتوں بحکام سے ہے خطبہ قبل العقد اور خطبہ میں کوئی خاص متعین نہیں ہے لیکن افضل وہ ہے جو مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یا ائمہ کبار سے لہذا فقیر اس جگہ پر ایک خطبہ جو جامع ہے ان خطبوں کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ کبار نے پڑھے ہیں جمع کر کے درج رسالہ ہذا کرتا ہے وہ یہ ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله نور النور ومُدبر الامور خَلَقَ النورَ مِنَ النورِ وانزل النورَ على الطورِ
في كتاب مسطورٍ بقدر مقدورٍ حمدًا بالكتابِ نفسه وافتتح بالحمدِ كتابه
هو بالعزِّ مذکور وبالْفخر مشهور وعلى التراء والضراءِ مشكور وفي الظاهر
والباطن مکنون ومستور مُمِيت التعمير برحمته والهادي الى شكره بمنته
المدح بنعمته والعبود بقدر رتبه المطاع بسلطانه المرهوب من عذابه و
سطوته والنافذ امره في سماءه وارضه والذى خَلَقَ الخلق بقدر رتبه و
امرهم باحكامه واعزهم بدِينه واكرمهم بنبيته سيدنا محمد صلى الله
عليه وسلم نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونؤكل عليه ونعوذ
بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهدي الله فلا مضل
له ومن يضلله فلا هادي له واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك
له واشهد ان سيدنا محمدًا عبده ورسوله أرسله بالحق بشيرا ونذيرا

بين يدي الساعة من يطيع الله ورسوله فقد رشد ومن يعصهما فإنه
 لا يضره الله شيئا ولا يضره الله شيئا يا أيها الناس اتقوا ربكم الذي خلقكم
 من نفس واحدة وخلق منها أزواجها وبت منهم رجالا كثيرا ونساء
 واتقوا الله الذي تساءلون به والارحام إن الله كان عليكم رقيباً
 يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون
 يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وقوا لوقول الله لا يصح لكم أعمالكم ولا يغفر
 لكم ذنوبكم ومن يطيع الله ورسوله فقد فاز فوزاً عظيماً يا أيها الناس
 إن الله تبارك اسمه وتعالى عظمته جعل المصاهرة سبباً لاحقاً و
 أمراً مفترضاً وشجع به الارحام والزما لانام فقال عز من قائل وهو الذي
 خلق من الماء بشراً فجعله نسباً وصهراً وكان ربك قديراً وقال فانكحوا ما
 طاب لكم من النساء مثنى وثلاث ورباع وانكحوا الاياعي منكم والصالحين
 من عبادكم واماءكم ان يكونوا فقراء يغفر لهم الله من فضله والله واسع عليم
 فامر الله تعالى بحري الى قضائه وقضاؤه بحري الى قدره ولكل قضاء قدره
 لكل قدر اجل ولكل اجل كتاب يحى الله ما يشاء ويثبت وعنده ام الكتاب وان
 جمعنا هذا ما قدر الله وامر به اقامه للسنة النبوية فقد ورد في الخبر عن سيد
 النكاح من سني فمن رغب عن سني فليس مني وايضا ورد عننا كحوا نكحوا فاني
 اباي بكم الا ممر يوم القيامة نسئل الله ان يجعلنا ممن يطيعه ويطيع رسوله
 ويتبع رضوانه ويحجب سخطه فانما نحن به وله اللهم صل وسلم على سيدنا
 ومولانا محمد النبي الاقي وعلى آله واصحابه وازواجه لعل بيتك وسلم تسليما كثيرا

وصل ششم انعقادِ نکاح اور دعائی تہنیت کے بیان میں

بعد خطبہ کے ایجاب قبول کرایا جائے۔ فتاویٰ عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ کن نکاح ایجاب و قبول ہے کذا فی الکافی اور ایجاب کہتے ہیں اس لفظ کو جو پہلے بولا جائے کسی جابستہ ہو اور قبول اس کے جواب کو کہتے ہیں کذا فی الغایۃ انتہی۔ درختارین ہے کہ ویعتقد ملتبساً

بایجاب من احدهما وقبول من الآخر وضعاً للمضی لان الماضی ادل علی تحقیق کزو جت نفسی وابتنی او مؤکلتی منك ویقول الآخر تزوجت یعنی نکاح منعقد ہوتا ہے جب ملے ایک کے ایجاب اور دوسرے کے قبول سے درانحالیکہ ایجاب و قبول موضوع ہوں فعل ماضی کے واسطے اس واسطے کہ فعل ماضی خوب تر دلالت کرتا ہے تحقق اور وقوع پر کیونکہ زمانہ حلی کی کچھ حقیقت نہیں کہ وہ مرکب ہے ماضی اور استقبال سے اور زمانہ مستقبل وقت تکلم کے معدوم المضمون ہے اس واسطے ایجاب اور قبول کے لیے صیغہ ماضی کا معین ہوا جیسے کوئی کہ نکاح کیا میں نے اپنی ذات کا یا اپنی بیٹی کا یا اپنی مؤکلہ کا کچھ سے اس کلام اول کو ایجاب کہتے ہیں مرد کہے یا عورت۔ دوسرا کہے میں نے قبول کیا اپنی ذات کے واسطے یا اپنے بیٹے کے واسطے یا اپنے مؤکل کے واسطے اس دوسرے کلام کو قبول کہتے ہیں خواہ مرد کی خواہ عورت زَوْجْتُ نَفْسِي عاقبہ اصل کہے اور زَوْجْتُ ابْنَتِي دلی کہے اور زَوْجْتُ مَوْلَاتِي نکاح کر دیا میں نے اپنا ۱۲ عقد کر دیا ۱۱

وکیل کہے ویعتقد ایضاً بما ای بلفظین وضع احدهما لای للمضی والاخر للاستقبال اول الحال فالاول الامر کزَوْجْتِي او زَوْجْتِي نَفْسُک او کوئی امر آتی یعنی اور بھی منعقد ہوتا ہے نکاح اون دو لفظوں سے کہ اون میں ایک تو موضوع ہو ماضی کے واسطے اور دوسرا حال یا استقبال کے واسطے سوا دل میں استقبال سے مراد امر کا صیغہ ہے

جیسے کہ مرد کے ولی سے یا عورت کے وکیل سے کہ میرا نکاح کر دے یا خود عورت سے کہے کہ میرا نکاح
اپنی ذات سے کر دے یا یوں کہے کہ تو میری جو رہو جو باہنقی۔ اس قدر بعد ضرورت کافی ہے
اور تفصیل اگر دیکھنا ہو تو کتب فقہ میں موجود ہے۔ بعد خطبہ الفاظ ایجاب و قبول باوازیبند اس طرح
کہلائے کہ نکاح کر دیا میں نے تمہارا غلام نے کی لڑکی یا فلاں عورت سے جس نام سے وہ مشہور ہو اور
اس قدر مہر کے تم نے قبول کیا وہ کہے کہ قبول کیا میں نے اور گواہ اس کے قول کو سنیں۔ اور اگر

عاقبت زبان عربی سمجھتے ہوں تو عربی میں کہلائے تبلیغ در مختار میں ہے کہ غلط و کیلا ہوا
النکاح فی اسم ایہا نفیر حضورہا لم یصح للہما لہ یعنی عورت کے نکاح کا وکیل جو کہ گیا
عورت کے باپ کے نام میں بدوین حاضر ہونے عورت کے تو نکاح صحیح نہ ہوگا بسبب عدم نیاز
کے یعنی زید کی بیٹی کو بھول کر خالد کی بیٹی کہہ گیا اور عورت وہاں موجود نہیں تو نکاح نہ ہوگا اور اگر
عورت وہاں موجود ہے تو وکیل کا بھولنا ضرر نکاح میں نہیں کرتا کہ اس کے موجود ہونے اور

اوس کی طرف اشارہ کرنے سے امتیاز حاصل ہے مسئلہ وکذالو غلط فی اسم ابنتہ
الاذا کانت حاضرة و اشار الیہا فیصم اور اسی طرح اگر بھول گیا مرد اپنی بیٹی کے نام میں
نکاح کرنے کے وقت تو نکاح صحیح ہوگا لیکن جب بیٹی مجلس عقد میں حاضر ہو اور اس کی طرف
اشارہ کرے کہ اس کا میں نے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا تا م کی غلطی اس صورت میں مضر نہیں اس

واسطے کہ اشارہ قوی تر ہے نام سے مسئلہ ولولہ بنتان و اراد تزویج الکبریٰ فغلط
فتاویٰ باسم الصغریٰ صحیح للصغریٰ خانیہ یعنی اگر ایک مرد کی دو بیٹیاں ہوں اور اس نے
بڑی بیٹی کے نکاح کر دیئے کا ارادہ کیا اور غلطی سے چھوٹی بیٹی کا نام لے گیا تو چھوٹی بیٹی کا نکاح صحیح
ہو جائے گا کذا فی الخانیۃ بشرطیکہ کوئی مانع نکاح نہ ہو اور اگر چھوٹی بیٹی کسی کی منکوحہ ہو یا زوج
کی محرم ہو تو اس صورت میں نہ چھوٹی کا نکاح صحیح ہوگا نہ بڑی کا چھوٹی کا اس واسطے نہ صحیح ہوگا

کہ عمل نکاح نہیں اور بڑی کا اس واسطے نہیں کہ اوس کا نام مذکور نہ ہو اگذا فی حاشیۃ المدنی انتہی
فتاویٰ عالمگیری میں فتاویٰ ظہیریہ سے منقول ہے کہ ایک لڑکی ہے جس کا چھٹاں میں نام اور
تھا اور جب بڑی ہوئی تو دوسرے نام سے موسوم ہوئی۔ تو کون سا نام نوحہ میں لیا جائے گا کہ
اوس کا دوسرا نام نکاح میں لیا جائے بشرطیکہ وہ دوسرا نام مشہور ہو اور صحیح تر میرے نزدیک یہ ہے
کہ دونوں نام ایک ساتھ لیے جائیں مسئلہ ایک شخص کی ایک لڑکی ہے جس کا نام فاطمہ ہے
اوس نے ایک دوسرے شخص سے کہا کہ میں نے تیرا نکاح کر دیا اپنی لڑکی عایشہ کے ساتھ اور اوس
عورت کی طرف اشارہ نہیں واقع ہو یعنی وہ دہان موجود نہیں ہے یا موجود ہے مگر اوس کی طرف
اشارہ کر کے نہیں کہا تو فتاویٰ فضلی میں مذکور ہے کہ یہ نکاح معتقد ہوگا اور اگر صرف اتنا کہا کہ میں نے
تیرا نکاح اپنی بیٹی کے ساتھ کیا اور اس سے زائد نہیں کہا اور اوس کئے والے کی بیٹی بھی ایک ہی ہے
تو نکاح جائز ہے کذا فی المحیط انتہی فتح القدیر میں ہے کہ عورت کا نکاح کرنا چاہیے اوس کے مشورہ نام
سے حتیٰ کہ اگر عورت کے دو نام ہوں ایک بچپن کا اور دوسرا جوانی کا تو نکاح میں دوسرا نام لے کیونکہ
وہ عورت اسی نام سے مشہور ہوگی انتہی۔ رسالہ تحفۃ المشتاق میں ہے کہ صیغہ باء الفاعل عقد
عربی زبان میں کہلانا مستحب ہی اگر نکاح عربی سمجھتا ہو تو لفظ عربی میں عقد کرے اور اگر معنی نہ سمجھتا ہو
تو جس لغت اور زبان میں سمجھتا ہو اسی زبان میں کہنا درست ہے اور وہ الفاظ نکاح اور تزویج
اور طلاق کے ہیں اور جو کہ بصیغہ مفید ملکیت تنہا کے ہوں مانند بیہ کے اور عاقد نکاح میں دو طرح کا
ہے ایک اصیل اور دوسرا وکیل۔ اگر خود متولی ایجاب یا قبول کا نکاح میں اپنے لیے ہے تو اصیل
ہوگا اور اگر دوسرے کے لیے اوس کی اجازت سے ہے تو وکیل ہوگا۔ اور یہ پانچ صورتیں رکھتا
ہے شخص زوج دوسری یا ہم بھڑوگاہان عقد باندھیں اور یا ایک طرف سے وکیل در دوسری طرف سے اصیل ہو تو ہر
رکھتا ہی با عروس کی طرف سے وکیل اور طرف ثانی میں خود زوج اور یہ صورت سائر میں یا یکی ہی زوج کی طرف سے وکیل اور

طرف ثانی میں عروس دعا قہر اور دونوں طرف سے وکیل علیحدہ ہو مثلاً زوج کا وکیل زید ہو اور زوجہ
 کا وکیل عمر۔ یا ایک ہی شخص دونوں طرف سے وکیل ہو مثلاً زوج اور زوجہ دونوں نے زید کو
 اپنا وکیل بنایا نکاح میں اور اس صورت میں زید وکیل اور دونوں زوج اور عروس کا ہوا پہلی
 صورت میں زوج کے عروس کو خطاب کر کے عربی میں اَنْكَحْتُكَ نَفْسِي بِاَرْوَجُكَ نَفْسِي عَلٰی
 هَذَا الصَّدَاقِ اور فارسی میں نکاح کردہ دام ترا بفن خود برین مقدار مہر۔ اور اردو میں نکاح کر دیا
 میں نے تیرا اپنے ساتھ اس قدر مہر پر بعد ازاں اسی وقت اسی محل میں بلا فضل عروس عربی
 میں کہ قبلت نکاحك وتزويجك من نفسي على هذا الصداق اور فارسی میں قبول کردم
 نکاح ترا بفن خود برین مہر۔ اور اردو میں قبول کیا میں نے نکاح تیرا اپنے ساتھ اس قدر مہر پر اور
 دوسری صورت میں عروس کا وکیل عربی میں کہ اَنْكَحْتُكَ وَزَوْجَتُكَ نَفْسَ مَوْكَلَتِكَ
 فَلَانَةُ بِنْتِ فُلَانٍ عَلٰی هَذَا الصَّدَاقِ اور فارسی میں نکاح کردہ دام ترا بفن موكله خود را
 کہ فلانہ بنت فلان ست برین قدر مہر۔ اور اردو میں نکاح کر دیا میں نے تیرے ساتھ نفس موكله اپنی
 کا کہ فلانی بیٹی فلانے کی ہے اس قدر مہر پر پھر اسی وقت شوہر کے قبلت نکاح مَوْكَلَتِكَ
 هَذِهِ وَتَزْوِيْجَهَا مِنْ نَفْسِي عَلٰی هَذَا الصَّدَاقِ۔ اور فارسی میں قبول کردم نکاح موكله تو
 کہ این است از نفس خود بر این قدر مہر۔ اور اردو میں قبول کیا میں نے نکاح تیری اس موكله کا
 ساتھ اس قدر مہر پر۔ اور تیسری صورت میں وکیل زوج کے اَنْكَحْتُكَ وَزَوْجَتُكَ نَفْسَ
 مَوْكَلِي فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ عَلٰی هَذَا الصَّدَاقِ اور فارسی میں نکاح کردہ دام ترا بفن
 موكل اور افغان ابن فلان بر این قدر مہر۔ اور اردو میں نکاح کر دیا میں نے تیرے ساتھ نفس
 اپنے موكل کا کہ فلان ابن فلان ہے اس قدر مہر پر پھر اسی وقت دو لہن کے قبلت نکاح نفس
 مَوْكَلَتِكَ مِنْ نَفْسِي عَلٰی هَذَا الصَّدَاقِ اور فارسی میں قبول کردم نکاح نفس موكل ترا بفن خود

برین قدر مہر اور دو مین۔ قبول کیا مین نے نکاح نفس ہوکل تیرے کا اپنے ساتھ اس قدر مہر پر لیا
چوتھی صورت مین دو مین کا وکیل کے عربی مین انکھت و زوجت نفس موکل فی فلانة

بنت فلان من نفس موکلت فلان ابن فلان علی هذا الصداق اور فارسی
مین نکاح کردہ دادم نفس ہوکل خود را فلانہ دختر فلان با نفس ہوکل تو فلان پسر فلان بر این قدر
اور دو مین نکاح کر دیا مین نے نفس اپنی ہوکلہ فلانی بیٹی فلانے کا ساتھ نفس ہوکل تیرے کے
جو فلان بیٹا فلان کا ہے اس قدر مہر پر چھرا سی وقت زوج کا وکیل کے عربی مین قبلت

نکاح نفس موکلتک و تزویجها من نفس موکلی علی هذا الصداق اور فارسی مین
قبول کر دم نکاح نفس ہوکل تر لبا نفس ہوکل خود بر این قدر مہر۔ اور اردو مین قبول کیا مین نکاح
تیرے نفس ہوکلہ کا نفس ہوکل کے ساتھ اس قدر مہر پر۔ اور پانچویں صورت مین زوج سے

خطاب کر کے کہے آنکھتک و زوجتک فلانة بنت فلان علی هذا الصداق اور
فارسی مین نکاح کردہ دادم فلانہ بنت فلان ابر این قدر مہر اور اردو مین نکاح کر دیا مین نے فلانہ
بیٹی فلانے کا تیرے ساتھ اس قدر مہر پر اور زوجہ کی طرف مخاطب ہو کر کہے آنکھتک و

زوجتک فلان بن فلان اور فارسی مین نکاح کردہ دادم تر ابا فلان ابن فلان برین قدر
مہر اور یہ خطاب بہ زوجہ ہے اور بالفلانة بنت فلان یہ خطاب زوجہ ہے۔ اور اردو مین نکاح
کر دیا مین نے تیرا فلانی بیٹی فلانے کے ساتھ اس قدر مہر پر اور یہ خطاب عروس ہے اور ابا فلانا

بیٹا فلان کا اس قدر مہر پر اور یہ خطاب زوجہ ہے۔ اور اس صورت مین ایک صیغہ ایجاب و
قبول مین کفایت کرتا ہے اور بھی ایک خطاب دونوں شخص کے ساتھ ایک لفظ کے ساتھ
کافی ہے لیکن بصیغہ تثنیہ مانند آنکھتکما و زوجتکما علی هذا الصداق اور فارسی مین نکاح

کردہ دادم شما ہر دو را بر این قدر مہر۔ اور اردو مین نکاح کر دیا مین نے تم دونوں کا اس قدر مہر پر

اس واسطے کہ اس صورت میں ایک شخص متولی عقد نکاح کا دونوں طرف سے ہے حاجت دوسرے کے قبول کی نہیں ہے اور یہ حکم خاص مسئلہ نکاح میں ہے عقد بیع میں نہیں اس واسطے کہ عاقد بغیر محض ہے اس وجہ سے کہ کل حقوق زوجیت دہلی اور ادا سے ہر زوجین سے تسلیں رکھتی ہیں دلیل کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے اور اس مسئلہ کی تفصیل کتب اصول فقہ میں ہے جب عقد نکاح سے فراغت ہو تو چاہیے کہ عقد کرنے والا دعائے برکت کرے زوج اور زوجہ کے لیے

جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے **بارک الله لك وفيك و عليك و جمع بینکما علی خیر** سنن ابی داؤد میں باب فیما یقال للمتزوج من حضرت ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب وقت دعا کرنے کے تھے کسی کے لیے بے نکاح کے تو فرماتے تھے **بارک الله لك وبارک**

علیک و جمع بینکما فی خیر سنن ابن ماجہ مطبوعہ مطبع صحر المطابع لکھنؤ کے صفحہ ۳۸ میں باب تہذیبۃ النکاح میں حضرت ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت کی عادت تھی کہ جب آپ دعا کرتے تھے نکاح کے بعد تو فرماتے تھے **بارک الله لکم وبارک علیکم و جمع بینکما فی خیر**

ترمذی شریف میں حضرت ابی ہریرہ سے اسی باب میں یہ دعا منقول ہے **بارک الله لك وبارک علیک و جمع بینکما فی خیر** حسن حسین میں ہے **بارک الله لك رواہ البخاری و مسلم**

کلاهما عن انس ۲۲ حرز و **بارک الله علیک و جمع بینکما فی خیر رواہ الاربعة و ابن**

حبان والحاکم کلھما عن ابی ہریرہ - قولہ **علیک مشکوٰۃ** میں علیکما ہے اور یہی مناسب

ہے اس واسطے کہ آئندہ آپ فرمایا ہے کہ **جمع بینکما فی خیر** اور ابن حبان وحاکم و شعبین نے

ابی ہریرہ و انس سے روایت کیا ہے لفظ **بارک الله لك** کو عینی شرح بخاری شریف کی جلد

سوم صفحہ ۲۴۰ مطبوعہ مصر باب کیف یکنی للمتزوج میں بروایت ترمذی ہی دعا منقول

ہے **بارک الله لك وبارک علیک و جمع بینکما فی خیر** ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح

سے حرزی مراد کتاب الحوزۃ الثمین ہے جو مصنفہ طاعنی قاری علی بن یوسف دعا یا فی حدیث حرز الثمین میں بھی منقول ہے ۲۲۱

ہے اس کو ابو داؤد نے قتیبہ سے اور نسائی کبیر نے۔ اور عمل الیوم و الیلہ من عبد الرحمن ابن ابی عبید سے اور ابن ماجہ نے سوید ابن سعید سے نکالا ہے انتہی۔ شیخ ابن حجر نے فتح الباری میں باب کیف یدعی للفتوح میں لکھا ہے کہ قوی تر اس سے وہ ہے جس کو روایت کیا اصحاب السنن نے اور جس کی تصحیح کی ہے ترمذی اور ابن جبان و حاکم نے طریق سہل بن ابی صالح سے اونھوں نے اپنے باپ سے اونھوں نے حضرت ابی ہریرہؓ سے کہ آنحضرت ﷺ جس وقت کسی کو بعد نخلح کے دعا دیتے تو فرماتے تھے بارک! اللہ لک وبارک علیک جمع

بینکما فی خیر نسائی شریف کے صفحہ ۸۳ مطبوعہ مطبع نظامی کراچی میں باب کیف یدعی للرجل اذا تفرج من ہے کہ حضرت عقیل ابن ابی طالب نے ایک عورت قبیلہ بنی جشم کی ساتھ نخلح کیا اون سے لوگوں نے کہا بالرفاء والبنین حضرت عقیل نے کہا یہ نہ کہ بلکہ وہ کو جو آنحضرت ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بارک اللہ لکم وبارک فیکم فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف مطبوعہ مطبع انصاری دہلی کے اکیڈمیں پارہ کے صفحہ ۸۰ میں لکھا ہے کہ بالرفاء والبنین وہ کہہ تھا جس کو اہل جاہلیت کہا کرتے تھے اس سے مانعت آئی جیسا کہ روایت کیا اتقی ابن محمد نے طبرستان غالب سے اونھوں نے حسن سے اونھوں نے ایک مرد بنی تمیم سے اس مرد نے کہا کہ ہم جاہلیت

میں کہا کرتے تھے بالرفاء والبنین جب زمانہ اسلام ہوا تو آنحضرت ﷺ نے ہم کو سکھایا کہ گو بارک اللہ لکم وبارک فیکم وبارک علیکم۔ اور روایت کیا اس کو نسائی نے اور طبرانی نے دوسری طریق سے حسن سے اونھوں نے حضرت عقیل بن ابی طالب سے کہ وہ بصرہ میں آئے اور اونھوں نے ایک عورت کے ساتھ نخلح کیا لوگوں نے اون کو مبارکباد دی کہ بالرفاء والبنین اونھوں نے کہا یہ نہ کہ بلکہ وہ کو جو آنحضرت ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بارک وبارک علیکم اور اس کے رجال سب ثقہ ہیں مگر حسن بن عقیل ہی نہیں شاہجیسا کہ کہا جاتا ہے انتہی میں کہتا ہوں کہ میرے پیش نظر سلف یعنی عورت و مرد میں اتفاق ہوا اور بیٹے پیدا ہوں *

وصل ہفتم شکر اور چھوہارے باوام وغیرہ کی کٹانے کی بیان میں

مرزا حسن علی صاحب محدث لکھنوی اپنے رسالہ تحفۃ الشاق میں لکھتے ہیں کہ جو کچھ اوس وقت ارفتم شیرینی موجود ہو اوس کو بطریق منبہ شکر کرے کہ طریقہ صحابہ عہد شریف جناب رسالت مآب اور حضور معلای علی جناب ہی تھا جیسا کہ خزائنہ الروایۃ وغیرہ سے ثابت ہے انتہی اور امام طحاوی نے جلد دوم شرح معانی الآثار مطبوعہ مطبع مصطفائی لکھنؤ کے صفحہ ۴۲

میں خاص ایک باب منع کیا ہے باب انتحاب ما یمنثر علی القوم مما یفعلہ اللہ فی النکاح کے نام سے یعنی اوس باب میں بیان ہے اس چیز کے لوٹنے کا جو قوم پر نثار کی باقی ہے اور اوس کو لوگ نکاح میں کرتے ہیں اوس میں لکھا ہے کہ عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم نے بیعت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس امر پر کہ ہم لوٹیں گے اور عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے انتحاب کیا وہ ہم سے نہیں ہے حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہب سے منع کیا اور فرمایا کہ من انتخب فلیس منا خالد جینی نے اپنے باپ سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے کہ منع فرمایا آنحضرتؐ نے خلتہ اور ہبر سے۔ ثعلب بن حکم قبیلہ بنی لیث کے کہتے ہیں کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مقام سے گذرے کہ جہان دیگیان تھیں اور اون میں بکری کا وہ گوشت پک رہا تھا جس کو لوگ لوٹ کر لائے تھے تو آپ نے حکم دیا کہ ان دیگیوں میں جو کچھ ہے اوس کو زمین پر گرا دو اور فرمایا لکائن الذمۃ للاحق بل ثعلب بن حکم کہتے ہیں کہ حضرت کے زمان برکت نشان میں ایک بار بکری کا گوشت لوگ لوٹ لائے

نہب بمعنی قیمت کتاب مثل کتاب جمع ہے اسکے معنی ہیں جو چیز کہ لوٹ میں آئے تہیہ بمعنی فارت انتحاب بمعنی غارت کردن انتحاب فارت واو نال انتہا جو شخص لوٹے وہ ہم میں سے نہیں ہے انتہا بمعنی برودگی و یا ہم انتہا کیا خشتک حرہ ہم

آپ نے فرمایا کہ لوٹنا نہیں درست ہے بعد اوس کے حکم دیا کہ دیکھو یوں کوزمین پر گرادو اور سناک
 نے بھی انہیں اسناد سے یہ حدیث روایت کی ہے آئی زائدہ کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ
 وغیرہ نے حدیث بیان کی سناک کی روایت سے اور اوس کے اسناد بھی ایسی ہی بیان کیے
 ابو جعفر کہتے ہیں کہ ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ جب کوئی شخص کسی قوم پر کوئی چیز نثار کرے
 اور اوس کو اوس چیز کا لینا مباح کر دے تو اوس کا لینا اون کے لیے مکروہ ہے اور اوس شخص یعنی نثار
 کرنے والے پر حرام اور ابو جعفر کی رائے اس سلسلہ میں یہ ہے کہ یہ نثار اوس لوٹ میں سمجھی جائیگی
 جس سے آنحضرتؐ نے ان حدیثوں میں ممانعت کی ہے مگر اور لوگ اس میں مخالف ہیں اون کا
 قول یہ ہے کہ جس لوٹ سے آنحضرتؐ صلعم نے ان حدیثوں میں ممانعت کی ہے وہ اوس خیر کی
 لوٹ ہے جس کی اجازت مالک نے نہ دی ہو اور جس کے لوٹنے کی اجازت مالک نے دی ہو
 اور لوٹنے والوں کو اوس چیز کا لینا مباح کیا ہو وہ ایسی نہیں ہے یعنی جائز ہے کیونکہ یہ لوٹ وہی
 ہے جس کی اجازت دی گئی ہے اور پہلی لوٹ وہ تھی جس سے ممانعت کی گئی تھی تو جس کو آنحضرتؐ
 نے مباح فرمایا ہے ہم نے اوس کی مثال بھی پائی چنانچہ عبداللہ ابن قریط سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ
 صلعم نے فرمایا کہ دوست ترونون میں اللہ کے نزدیک یوم نحر ہے پھر یوم عرفہ ایک مرتبہ اوسی روز
 آنحضرتؐ کے حضور میں بائچ یا چھ بدینہ پیش کیے گئے آپؐ نے اون کی قربانی کی جب وہ زمین پر
 گر کے ٹھنڈے ہو گئے تب آپؐ نے آہستہ سے کچھ فرمایا جو میں نہیں سمجھا۔ میں نے اپنے پاس والے
 شخص سے پوچھا کہ آپؐ کیا فرمایا۔ اوس نے کہا کہ حضرتؐ نے فرمایا تھا کہ جو شخص چاہے انہیں سے
 گوشت کاٹ لے جائے تو جب آنحضرتؐ نے یہ فرمایا اور گوشت کاٹ لیجائے تو مباح کیا تو اس
 ارشاد سے معلوم ہوا کہ جس چیز کو اوس کا مالک لوگوں کے لیے مباح کر دے وہ کھانے والی چیز ہو
 یا کوئی اور تو لوگوں کو اوس کا لینا درست ہے اور یہ خلاف اوس لوٹ کے سمجھی جائیگی جس سے

پہلی حدیثوں میں ممانعت آئی ہے اور ہمارے اس بیان سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ پہلی
 حدیثوں میں جس لوٹ سے ممانعت آئی ہے وہ وہ خیر ہے کہ جس کی اجازت مالک نے نہ دی ہے
 اور جس کی اجازت دی اور مباح کیا اس کا بیان اس دوسری حدیث میں واقع ہوا اور بھی ایک
 حدیث منقطع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے اس لوٹ کا حکم کہ جس سے
 ممانعت کی ہے اور اس لوٹ کا جس کو مباح کر دیا ہے علیحدہ علیحدہ بیان کر دیا ہے بیان پر ہمارا
 مقصد اس کے ذکر سے صرف حکم کی تفسیر ہے خالد بن معدان معاذ ابن جبل سے روایت کر کے
 کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان انصاری کے نخلح میں تشریف لائے
 جب اس کا نخلح ہو چکا تو آپ نے فرمایا کہ سعد قاعے تم لوگوں کے رزق میں برکت دے اور
 اس نکاح کو مبارک کرے۔ الفت و فال نیک و کسادگی رزق کے ساتھ پھر آپ نے فرمایا کہ دف
 بجاؤ اپنے دوست کے سر پر تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ چند لڑکیاں آئیں اور ان کے ساتھ
 طبق تھے کہ جن میں نور اور شکر تھا یعنی بادام اور شکر اس وقت حاضرین نے اپنے ہاتھوں کو
 روک لیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاتھ روک لینے کی کیا وجہ۔ کیونہیں لوتے
 ہو اور ان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ چونکہ آپ نے لوتنے سے ممانعت فرمائی تھی اس وجہ
 سے ہم نے ہاتھ روک لیا آپ نے فرمایا کہ وہ لشکر کے اسباب لوتنے سے ممانعت تھی لیکن یہاں
 میں لوتنے کے لیے میری ممانعت نہ تھی راوی کہتا ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ
 ان لوگوں کو کھینچتے تھے اور وہ لوگ آپ کو (یعنی ان باداموں اور شکر لینے کی جانب) اور ایک
 گروہ متقدمین نے بھی اس میں اختلاف کیا ہے عبد اللہ ابن مبارک سے منقول ہے کہ حضرت
 عبد اللہ ابن مسعود کے لڑکے کتب میں پڑھتے تھے انھوں نے ایک موقع پر اور لوگوں میں شریک ہر
 لوتنا چاہا آپ نے اس کو ناپسند کیا اور ان کو دو درہم کے جزمول لے دیے پس ممکن ہی کہ فیصل

حضرت ابن مسعود کا اس بنا پر ہو کہ اون کو خوف ہوا ہو کہ لڑکے اوس لوٹ میں کہیں ارنہ جائیں یا چوٹ نہ کھا جائیں علاوہ اس کے ہیثم سے منقول ہے کہ وہ سخت کہتے تھے نکاح میں شکر رکھنے کو مگر اوس کے لٹانے کو مکروہ جانتے تھے علی بن ابیجد کہتے تھے کہ مجھ سے سعید نے بیان کیا حصین کی روایت سے کہ عکرمہ بھی اس کو مکروہ جانتے تھے حکم کہتے ہیں کہ میں ایک روز ابراہیم اور شعبی کے ساتھ جاتا تھا اون دونوں میں باہم ہی شمار کی کیفیت کا جو نکاح میں ہوتی ہے تذکرہ آیا تو ابراہیم نے کہا کہ یہ مکروہ ہے اور شعبی نے کہا کہ مکروہ نہیں ہے ممکن ہے کہ ابراہیم نے اس کو لوٹنے والوں کی خوف ہلاکت کی وجہ سے مکروہ جانا ہو پھر اسی زمانے میں صالح بن عبد الرحمن نے مجھ سے بیان کیا سعید ابن مسعود کی روایت سے اور انھوں نے ہشام سے اور انھوں نے سفیرہ سے اور انھوں نے ابراہیم سے کہ وہ کہتے تھے کہ میں اون چیزوں کے لینے کو جو نکاح میں لونی جاتی ہیں اس وجہ سے مکروہ جانتا ہوں کہ لوگ اوس شے شمار کردہ شدہ کو بچوں کے لیے لے آتے تھے اور یہ اون کو کچھ پسندیدہ نہیں معلوم ہوا پس اس روایت مرویہ ابراہیم سے کہ جو انھوں نے اپنے قبل والے شخص سے روایت کی اور وہ شخص مقتدا بھی تھا یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اوس شے شمار کردہ شدہ کو بچوں کو دے دیتے تھے تو یہ مکروہ جانا ابراہیم کا اس وجہ سے نہ تھا کہ وہ اوس کو حرام سمجھتے تھے بلکہ وجہ خوف ہلاکی لوٹنے والوں کے تھا جیسا کہ لو پر بیان ہوا یونس حسن سے روایت کر کے کہتے ہیں کہ وہ اس لوٹنے میں کچھ مضائقہ نہیں سمجھتے تھے امام طحاوی کہتے ہیں کہ مجھ سے حدیث بیان کی یزید بن سان نے اور اون سے یحییٰ بن العطان نے اور اون سے اشعث نے اور اون سے حسن نے کہ وہ کہتے تھے کہ جوز کے لوٹنے میں میرے نزدیک کوئی مضائقہ نہیں محمد بن سیرین کا قول ہے کہ اوس زمانے میں لوگ ایسی چیزوں کو لوٹ کر اپنے ہاتھوں میں رکھا کرتے تھے پس وہ حدیثیں کہ جن سے اباحت معلوم ہوتی ہے وہ ہمارے نزدیک موجب ہیں اون

احادیث سے کہ جن سے کراہت ثابت ہوتی ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور
امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہم کا ہے اور شیخ نصر بن محمد بن ابی ہریرہ سمرقندی نے بھی اپنی کتاب
بستان العارفین میں ایک سو بیست و نین باب اسی خاص بیان میں منع کیا ہے اوس کا ترجمہ
ہم بحیال تکرار بیان نقل نہیں کرتے جس کا دل چاہے اوس میں دیکھ لے۔ شرح مشرق الاسلام
مطبوعہ مصر کے صفحہ ۴۴۶ فصل سنن النکاح وفضائلہ میں لکھا ہے کہ اور سنن ہے لٹا نا سکر کا
شکر بضم سین مطلق و تشدید کاف شکر کہتے ہیں اور شکر بفتح شین مجرور کاف مخففہ لفظ غمی ہے
اور لٹا نا لوز کا۔ لوز بفتح و سکون بعد فارسی میں بادام کو کہتے ہیں زوج کے سر پر اور قوم کا
اوس کو لٹا نا اور یہ فعل بطور تبرک ہے اور آثار و اخبار سے ثابت ہوا ہے بستان میں حسن اور
عکرمہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے کہ کچھ مضامعہ منین نکاح میں شکر کے لوٹنے میں شعی کہتے
ہیں کہ مکروہ اوس وقت سمجھا جائے کہ جب بلا خوشی خاطر مالک کے ہو اور جب خوشی خاطر
اوس کی اسی میں معلوم ہو تو اوس کے لینے میں کچھ حرج نہیں معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ وہ
کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جوان انصاری کے نکاح میں تشریف لے گئے جب
اوس کا نکاح ہو چکا تو لڑکیاں طباق لائیں جس میں بادام اور شکر تھے تو حاضرین متوقف رہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ کیوں نہیں لوٹتے ہو تو انھوں نے عرض کیا کہ یا
رسول اللہ آپ نے منہ سے منع فرمایا تھا آپ نے اوس کے جواب میں فرمایا کہ میں نے ممانعت
اموال شکر کے لوٹنے سے کی تھی نہ نکاح میں ان چیزوں کے لوٹنے سے امام ابو الیث کہتے ہیں
کہ اسی ارشاد سے ہم اخذ کرتے ہیں کہ نکاح میں ان چیزوں کا لٹا نا اور لٹانا جائز ہے اور خاص کہ
امیر و نادر لشکر والوں پر لٹانا جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں وہ البتہ جائز نہیں اتنی فتاویٰ عالمگیری
مطبوعہ مصر کی جلد پنجم کے صفحہ ۳۴۵ باب سیزدہم در بیان منہ و شرہ اہم و سکر میں لکھا ہے کہ اہل

سمرقند کے قادیانی میں لکھا ہے کہ نہ جائز ہے جب کہ مالک مال اوس کے لیے اجازت دیدے
 اور جب کوئی شخص ایک مقدار شکر یا چند عدد درہم قوم کے ساتھ رکھ کر کہدے کہ میں کا دل چاہتا
 اس میں سے لے لے یا کہے کہ جو شخص اس سے کوئی چیز لے وہ اوسی کی ہے تو جب کوئی اوس میں سے
 کچھ لے لے تو وہ اوسی کی ملک ہو جائیگی غیر کو اوس میں سے کچھ لینا جائز نہ ہوگا اسی طرح ذخیرہ میں
 بھی ہے اور درہم و دینار اور پیون کا لٹا نا کہ جن پر خدا کا نام لکھا ہو بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور
 بعض کے نزدیک مکروہ نہیں اور یہی صحیح ہے جیسا کہ جو اہر اخلاطی میں ہے اور شایخ نے اون درہم
 دینار اور پیون کے لٹانے میں جن پر کلمہ شہادت لکھا ہو کلام کیا ہے چنانچہ بعضوں کے نزدیک
 مکروہ نہیں ہے اور بعضوں کے نزدیک ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی طرح ذخیرہ میں ہے اور کچھ مضائقہ
 نہیں شکر اور درہم کے لٹانے میں ضیافت اور عقد نکاح میں جیسا کہ قواسی سر جہ میں لکھا ہے
 انتہی بقدر الضرورة تین کتابوں کہ جلد دوم روضۃ الاحباب مطبوعہ مطبع انوار محمدی لکھنؤ کے صفحہ ۱۲۲
 میں ہے کہ بعد نکاح جناب ایئر کے لوگ خرے لائے تو ہر شخص نے اپنے لیے لوٹ لیا اسی وجہ سے فقہا
 دین پناہ کا قول ہے کہ کچھ مضائقہ نہیں تیار کرنے شکر اور بادام میں ممانی اور عقد نکاح میں چنانچہ
 بعض علماء اس کے استجاب کے بھی قائل ہوئے ہیں انتہی اور مدارج النبوة کے صفحہ ۹۵ میں ہے
 کہ آنحضرتؐ نے ایک طبق چھو ہمارے کا لیکر حاضرین مجلس پر لٹا دیا اسی جگہ سے ایک جماعت فقہا
 کا قول ہے کہ سب سے پر گندہ کرنا شکر اور بادام کا ضیافت اور عقد نکاح میں انتہی مولوی حمید الحق
 صاحب مغفور لکھنوی اپنے مجموعہ الفتاویٰ کی جلد دوم صفحہ ۹۱ و ۹۲ میں ایک استفتاء کے جواب میں
 تحریر فرمانے ہیں کہ پینا کپڑوں کا حسب مقدار زوجہ کی طرف سے زوج کو اور زوج کی طرف سے
 زوجہ کو شرعاً ممنوع نہیں ہے اور نہ داخل بدعات میں ہے اور اسی طرح کھانا کھانا مجلس نکاح میں بعد
 نکاح کے اور چھو ہمارے وغیرہ تقسیم کرنا بھی بدعت میں نہیں ہے کہ جس کے کرنے سے آدمی گنہگار نہ

بلکہ من قبیل مباحات کے ہے اور جو چیز کہ دربارہ کھلانے اور پلانے اور پنانے کے مباح ہی ہو سکے کرنے میں بہ نظر اتحاد و دوستی و حسن اخلاق کے کوئی مضائقہ نہیں البتہ اگر اس کو سنت سمجھے اور غیر سنت کو سنت گمان کرے تو بے شک گنہگار ہوگا۔ اور یہ اس صورت پر ہے کہ ان امور کا ثبوت بوجہ من لوجہ زمانہ آنحضرت صلعم و صحابہ سے نہ ہو اس صورت پر صرف نہ ہونا ان امور کا کہ قسم عبادات سے نہیں ہیں اور ان زمانوں میں بانٹ بدعت ہوئے کا نہ ہوگا اور بعض روایتوں سے کھانا کھلانے کا ثبوت مجلس نکاح میں اولیاء و عروس کی جانب سے اور غریم تقسیم کرنا زمان برکت نشان آنحضرت صلعم میں ثابت ہے شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ ہجۃ اہل العروبہ اخبار الخدوش میں قصۃ نکاح حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان میں لکھا ہے کہ یہ نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بولایت نجاشی بادشاہ حبشہ کے حبشہ میں ہوا تھا۔ طبقات ابن سعد سے نقل کر کے کہ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بعد فراغ نکاح کے لوگوں نے اونٹنا چاہا تو نجاشی نے کہا کہ بیٹھو کیونکہ سنت انبیاء سے ہے کہ جس وقت نکاح کرتے ہیں تو کھانا کھلاتے ہیں۔ چنانچہ کھانا منگوایا اور لوگوں نے کھایا اور چلے چلے گئے اور یہی اور ہم اوسط طبرانی میں روایت ہے کہ جناب سول اللہ صلعم تشریف لائے ایک نکاح میں بعد اُنکے تشریف لائے کہ چند طبق لائے کہ خیمہ اخڑٹا در بادام اور خرے محمود لٹائی گئے تو لوگوں کو لوٹنے سے باز رہی پس فرمایا جناب سول اللہ صلعم فرمائی کہ کیوں نہیں لٹتی ہو لوگوں نے کہا کہ آپ نے منع فرمایا تھا لوٹنے سے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک میں نے منع کیا تھا شکر کے مال لوٹنے سے نہ اس سے لیو تم اللہ کے نام سے انتہی باقی سندان روایتوں کی ضعیف ہیں اور کوئی روایت اس باب میں ایسی واقع نہیں ہوئی ہے جو خالی خدشات سے ہوا الحاصل در صورت ایسے امور کے ثبوت کے زمان آنحضرت صلعم میں کوئی کلام نہ ہوگا اور در صورت نہ ہونے ثبوت کے بھی ان امور کا کرنا بدعت سیئہ سے نہ ہوگا بلکہ امور محدثہ مباحہ سے واللہ اعلم انتہی۔ میں کہتا ہوں کہ مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ

شریف کی جلد سوم کتاب النکاح باب الصداق مطبوعہ مطبع انتظامی کانپور کے صفحہ ۱۵۱ کی تیسری فصل میں پہلی حدیث یہ ہے کہ روایت ہے حضرت ام حبیبہؓ سے کہ وہ یقین نکاح میں عبد اللہ بن جحش کے پس مر گئے عبد اللہ حبشہ میں پھر نکاح کر دیا اون کا نجاشی بادشاہ حبشہ نے نبی صلعم کے ساتھ اور مہر مقرر کیا نجاشی نے حضرت ام حبیبہؓ کا آنحضرتؐ کی طرف سے چار ہزار اور ایک روایت میں چار ہزار درہم یعنی اس روایت میں لفظ درہم کا صریح مذکور ہے اور پہلی روایت میں نہیں اور مراد یہی ہے۔ اور بھیج دیا حضرت ام حبیبہؓ کو پیغمبر خدا صلعم کے پاس ساتھ شریل بن حسنہ کے نقل کی یہ بوداؤد اور سائی نے ف سب مشکوٰۃ کے نسخوں میں عبد اللہ بن جحش ہے اور یہ غلط ہے صواب عبد اللہ ابن جحش ہے ساتھ صیغہ تصغیر کے چنانچہ سنن ابوداؤد میں اور اصول وغیرہ میں یوں ہی ہے۔ اور یہ عبد اللہ اسلام لایا تھا اور مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ کو گیا حضرت ام حبیبہؓ کو ساتھ لیکر بھروبان جا کر مرتد ہو گیا یعنی نصرانی ہوا اور وہیں مرا اور حضرت ام حبیبہؓ اسلام پر ثابت رہیں پھر بھیجا حضرت نے عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی کے پاس کہ جو لقب ہے بادشاہ حبشہ کا اور نام اوس کا اصحمہ تھا۔ کہ پیغام بھیج نکاح کا حضرت ام حبیبہؓ کو حضرت کی طرف سے پھر نجاشی نے حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح حضرت سے کیا اور چار سو دینار کا مہر باندھا اور قصہ نکاح کرنے کا یوں منقول ہے کہ نجاشی نے بھیجا حضرت ام حبیبہؓ کے پاس اپنی لونڈی کو کہ ابرہہ نام تھا اوس نے جا کر کہا کہ بادشاہ نے یہ کہا ہے کہ رسول خدا صلعم نے لکھا ہے مجھ کو کہ نکاح کروں تیرا اون سے حضرت ام حبیبہؓ نے یہ سن کر بھیجا آدمی خالد بن سعید کے پاس اور وکیل کیا اون کو۔ اور دیے حضرت ام حبیبہؓ نے ابرہہ کو دو کپڑے اور انگوٹھی جاذبی کی۔ اس خوش خبری سنانے کے عوض میں جس شب شام کا وقت ہوا تو حکم کیا نجاشی نے حاضر ہونے کا جعفر بن ابی طالب کو اور اور مسلمانوں کو کہ وہاں تھے پس وہ لوگ حاضر ہوئے اور خلیفہ پڑھائی ہوئی

۱۲۱۲ھ میں مدینہ منورہ میں واقعہ الاحباب میں متواتر رخ لکھے ہیں ۱۲۱۲ھ

الحمد لله الملك القدوس السلام المؤمن المهيمن العزيز الجبار الشهدان لا
 اِلهَ اِلاَ اللهُ وان محمدًا عبده ورسوله ارسله بالهدى ودين الحق ليظهره
 على الدين كله ولو كره المشركون اما بعد پس تحقیق قبول کیا میں نے اوس چیز کو کہ فرمایا
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر مقرر کیا میں نے چار سو دینار سونے کے پھر حاضرین نیازین
 آگے قوم کے پس کہا خالد بن سعید نے الحمد لله وأحمدہ واستغینہ واستغفرہ واشہد
 ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وآت محمدًا عبده ورسوله و

ارسله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون اما بعد پس
 تحقیق قبول کیا میں نے اوس چیز کو کہ فرمایا رسول خدا صلم نے اوز کح کر دیا میں نے اون سے
 ام حبیبہ بیٹی ابی سفیان کا پس مبارک کرے اللہ واسطے رسول خدا صلم کے اور اونٹنی گنیں
 دینارین طرف خالد بن سعید کے اونٹون نے لیلین پھر لوگوں نے اونٹنے کا ارادہ کیا تب کہا
 بخاشی نے بیٹھے رہو سنت انبیاء کی یہ ہے کہ وقت نکاح کے کھانا کھلایا جاتا ہے پھر کھانا منگایا او
 سمون نے کھایا اور تفرق ہوئے اور یہ نکاح سکنہ ہجری میں ہوا اور خالد بن سعید چچا کے بیٹے تھے
 حضرت ام حبیبہ کے باپ کے اور ابوسفیان باب ام حبیبہ کا وقت نکاح کے شرک تھا دشمن
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ بعد ازان سلمان ہوا۔ انتہی

وصل ہشتم ولیمہ کے بیان میں

ولیمہ اوس کھانے کو کہتے ہیں جو خاوند کی طرف سے ہوتا ہے شب زفاف کے بعد اور یہ
 کھانا مسنون ہے اقل درجہ یہ ہے کہ اس میں ایک بکری فسخ کرے اور ستوا دو چوا اور تھائی پر
 بھی ولیمہ درست ہے غرض ہر کھانے پر ہو سکتا ہے اور بعضوں نے اس کو واجب کہا ہے انتہی

من ترجمۃ ابن ماجہ مظاہر حق میں ہے کہ ولیمہ مشتق ہے الیام سے بمعنی اجتماع کے چونکہ یہ کھانا وقت اجتماع زوجین کے کھلایا جاتا ہے اس لیے اس کو ولیمہ کہتے ہیں اور اکثر علما اس پر ہیں کہ ولیمہ سخت ہے اور بعضوں نے کہا سخت ہے اور بعضوں نے کہا واجب ہے۔ اور وقت ولیمہ کا بعضوں نے کہا کہ بعد دخول کے ہے اور بعضوں نے کہا وقت عقد کے اور بعضوں نے کہا کہ وقت عقد کے بھی اور بعد دخول کے بھی اور اختلاف کیا ہے علما نے اس کی تکرار میں بھی زیادہ دو قول سے ایک جماعت علما نے اس کو مکروہ کہا ہے اور سخت کہا ہے اس کو مالکیہ نے ایک ہفتہ تک اور مختار یہ ہے کہ ہو وہ بقدر حال خاوند کے اور مجمع البجار میں لکھا ہے کہ ضیافت آٹھ مہینہ پر ہے ولیمہ واسطے نکاح کے۔ اور خرس (ضمخ کے ساتھ) لڑکے کے پیدا ہونے کی خوشی میں اور اعدا ختنہ کے لیے۔ اور وکیرہ مکان بننے کے لیے اور تفتیہ مسافر کے آنے کے لیے خواہ مسافر تیار کرادے یا اس کے لیے کوئی اور تیار کرے اور ختمیہ (ساتھ ضاد مجہ کے) مصیبت کے لیے اور حقیقہ واسطے نام کھنے بچے کے اور مادبہ ہمزہ اور پیش ال اور باے موقدہ کے ساتھ اس کھانے کو کہتے ہیں جو ضیافت کے لیے بے سبب تیار کیا جائے یہ سبب اسامہ سخت ہیں مگر ولیمہ کہ وہ بعضوں کے نزدیک واجب ہے انتہی میں کہتا ہوں کہ مالکیہ کے قول کو وہ حدیث رد کرتی ہے جو حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ اونھوں نے کہا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ پہلے دن کا کھانا حق ہے اور دوسرے دن کا سنت اور تیسرے دن کا مٹھا اور جو کوئی سناوے سناوے بچا اس کو اللہ نقل کی یہ ترمذی میں مرقاۃ میں ہے کہ سعد بن عیینہ یعنی بطوریا اور سمع کے ہو۔ تاکہ لوگ سنیں اور اس کی وقعت کریں تو اس میں شک نہ ہو کہ تعلیب ہوئی ریا پر انتہی فائدہ نکاح میں پہلے دن کھانا کھلانا اور قبول کرنا اس کا واجب ہے یا سنت مؤکدہ ^{طبعیہ وادنی} حسب اختلاف علما کے اور دوسرے دن کا کھانا سنت اور سخت ہے اور تیسرے دن کا کھانا اسی لیے ہوتا ہے کہ لوگ سنیں اور اس کی تعریف کریں اور جو اپنے کو مشہور کرے سخاوت کے

ساتھ فخر کی غرض سے اللہ تعالیٰ اس کو میدان حشر میں مشہور کریگا کہ اس نے سنانے اور دکھانے کے لیے دیا تھا یہ جھوٹا اور مغتری ہے پس وہ لوگوں میں رسوا ہوگا۔ طبیبی کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ بندے کو کوئی نعمت دے تو اس کو لازم ہے کہ شکر ادا کرے اور سبب یہ ہے کہ دوسرے دن نقصان کے پورا کرنے کے لیے کہ اول روز میں واقع ہوا ہو کرے کیونکہ سنت و جب کو کامل کرتی ہے اور تیسرے روز دکھانے کے لیے اور سنانے کے لیے ہوتا ہے اور جس کو کھانا کھلانے کے لیے پہلے تو اس کو واجب ہے اول دن میں قبول کرنا اور دوسرے دن سبب ہے اور تیسرے دن مکروہ بلکہ حرام ہے انتہی ظاہر تیسرے دن کھانا اس صورت میں منع ہے کہ جن کو پہلے دن یا دوسرے دن کھلایا تھا اور تین کو تیسرے روز پھر کھلایا نام اور نمود کی غرض سے اور اگر کھانا بہت سے لوگوں منظور ہے کثرت ثواب کے لیے اور ایک دو روز میں نہیں کھلا سکتا ہے تو باقی کو اگر بعد دو روز کھلا دے گا تو منع نہیں ہے غرض کہ نیت پر مدار ہے اگر ناموری منظور ہے تو منع ہے اور اگر نفع پہنچانا خدا کی خلقت کا منظور ہے تو منع نہیں ہے انتہی۔ اس میں رد صریح ہے مالکیہ پر کہ جو کہتے ہیں کہ سبب و لمیہ کرنا سات دن تک انتہی میں مظاہر حق۔ منتہی الارباب میں ہے کہ ولیمہ شل سفینہ یعنی مہمانی عروسی۔ اسی ہے یہ حدیث اذ ادعی احدکم الولیۃ فلیاتصافان کان مفطرا فلیطعم وان کان صائما فلیدع ای بالبرکۃ والخیر اور ولیمہ سبب ہے اور بعض کہتے ہیں واجب ہی ابن حجر کہتے ہیں کہ بعض کا قول ہے کہ ولیمہ نام اس دعوت کا ہے جو کسی نئی خوشی میں کی جائے لیکن اشہر یہ ہے کہ جہاں ولیمہ مطلق بولتے ہیں وہاں وہی کھانا مراد ہوتا ہے جو مکمل کا ہو اس کے سوا اور جگہ ولیمہ معید بولا جائیگا مثلاً کہین گے ولیمہ ختان وغیرہ الا لام اس کے معنی طعام عروسی بنانا۔ اور حدیث میں ہے کہ حضرت صلعم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف سے فرمایا اؤ لیرو لو بشارتو لہ جب بلایا جائے تم میں سے کوئی شخص ولیمہ میں تو اس کو جانا چاہیے اور اگر وہ روزہ نہ ہو تو کھائے اور اگر روزہ ہو تو خیر و برکت کی دعا کرے ۱۲ منہ

یعنی طعام عروسی بنا اگرچہ ایک بکری کا ہوا انتہی بحدت العبارة - فتح الباری شرح بخاری شریف
 مطبوعہ مطبع انصاری دہلی کے ایکسپوزیشن پارہ کے صفحہ ۹۷ باب حق اجابة الولیمة والدعوة
 کی شرح میں ہے کہ خصوصیت ولیمہ کے نام کی نکاح کے کھانے کے ساتھ اہل لغت کے قول پر
 جیسا کہ نقل کیا ہے اون سے ابن عبدالبر نے اور یہی منقول ہے خلیل بن احمد و ثعلب وغیرہما
 اور اسی کو قابل و ثوق جانا ہے جو ہری اور ابن اثیر نے اور صاحب محکم کہتے ہیں کہ ولیمہ نکاح اور شنگنی
 دونوں کے کھانے کو کہتے ہیں چنانچہ اون کا قول ہے الولیمة طعام العرس والاملاک منتی لارب
 میں ہے کہ املاک ملک گردانیدن کسی را بہ چیز سے وزن وادن وزن خوشن انتہی - اور بعض
 کہتے ہیں کہ جو کھانا پکایا جائے نکاح کے لیے ہوا غیر نکاح کے لیے اوس کو ولیمہ کہیں گے - قاضی
 عیاض نے مشارق میں لکھا ہے کہ ولیمہ نکاح کے کھانے کو کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ شنگنی کے
 کھانے کو اور بعض کہتے ہیں کہ ولیمہ خاص نکاح ہی کے کھانے کو کہتے ہیں - اور شافعی اور اون کے
 اصحاب کا قول ہے کہ جو دعوت نئی خوشی کے لیے ہو مثل نکاح یا عتہ وغیرہ کے لیے اوس کو ولیمہ
 کہتے ہیں - لیکن مشہور یہ ہے کہ ولیمہ حب مطلق بولاجائیکا تو اوس کا استعمال نکاح کے کھانے میں
 ہو گا - اور غیر برتو مقید بولاجائیکا مثلاً کہیں گے ولیمہ خان وغیرہ از ہری کا قول ہے کہ ولیمہ نکاح
 ولم سے اس کے معنی جمع کے ہیں و زنا ومعنی اس لیے کہ زوج اور زوجہ دونوں اکٹھا ہوتی ہیں
 ابن الاعرابی کا قول ہے کہ ولیمہ اصل میں کہتے ہیں تنہم شے اور اوس کے اجتماع کو اور اسی کو مانا
 ماوردی نے اور قرطبی نے کہا کہ ولیمہ نکاح کے علاوہ کسی کھانے میں بلا قرینہ نہیں بولاجاتا ہی لیکن
 دعوت عام ہے ولیمہ سے دعوة بفتح دال قول مشہور پر اور قطرب نے اپنی مثلثہ میں دال کا
 پیش لکھا ہے چنانچہ اس بارہ میں علمائے اوس کی تغلیط کی ہے جیسا کہ امام نووی کا قول ہے
 کہ دعوة النسب دال کے زیر سے ہے اور اس کے خلاف کہا بنو تیم الرباب نے چنانچہ اون کے
 ولیمہ نکاح کے کھانے کو کہتے ہیں عرس بالعم و عجتین معنی طعام عروسی و نکاح کرنے کے ہے ۱۲ مستوف

نزدیک دعوۃ النسب میں ال کا زیر ہے اور دعوۃ الطعام میں ال کا زیر انتہی اور یہ قول جو نبی تم
 الریاب کی طرف منسوب ہوا ہے تو اس کے منسوب کرنے والے صاحب صحاح اور محکم ہیں
 واللہ اعلم امام نووی نے باتباع قاضی عیاض کے لکھا ہے کہ دلایم آٹھ ہیں ایک اعتدایین پہلہ
 و ذال مجہ کہ جس سے مراد طعام غنہ ہے اور دوسرا عقیقہ اوس سے مراد ولادت کا کھانا ہی تیسرا
 خرس بضم خا و سکون را و سین پہلا اس سے مراد وہ کھانا ہے جو پکایا جائے سلامتی عورت کے لیے
 طلق سے اور بعض کہتے ہیں کہ خرس سے مراد طعام ولادت ہے اور عقیقہ مخصوص ہے ساتویں ان
 کے ساتھ چوتھا عقیقہ اوس سے مراد وہ کھانا ہے جو مسافر کے سفر سے واپس آنے کے وقت پکایا
 جائے یہ نکلا ہے نفع سے اور نفع کے معنی غبار کے ہیں پانچواں و کیر وہ اس سے مراد وہ کھانا ہے
 کہ جو نیا گھرنانے کی خوشی میں پکایا جائے (جس کو بیان ہندی میں گھرنج کا کھانا کہتے ہیں)
 یہ نکلا ہے و کر سے اس کے معنی ماویٰ مستقر کے ہیں چھٹا و ضمیمہ بضاد مجہ اس سے مراد وہ کھانا
 ہے جو کسی کی موت میں پکویا جائے اور ساتواں ماویہ مطلق دعوت کے کھانے کو کہتے ہیں اور
 اس کی دال کی پیش ہے اور زیر بھی جائز ہے اور آٹھواں طعام الاملاک یعنی نکاح کا کھانا اقدار کو
 عذرہ بھی کہتے ہیں زیر اور سکون کے ساتھ آدھ خرس میں سین کے بدلے صا بھی آیا ہے اور کبھی
 اس کے آخر میں ہا بھی بڑھا دیتے ہیں پس کہتے ہیں خرسہ اور خرسہ اور بعض کہتے ہیں کہ خرسہ
 اوس کھانے کو کہتے ہیں جو پکایا جائے واسطے سلامتی عورت کے دروزہ سے اور جو ولادت کی خوشی
 میں ہو وہ عقیقہ ہے اور قتیعہ میں اختلاف ہے کہ یہ کون کھانا ہے آیا جو مسافر خرید پکوائے یا اوس کے
 لیے دوسرا شخص پکوائے اس میں دو قول ہیں بعض کہتے ہیں قتیعہ وہ کھانا ہے جو مسافر خود
 پکوائے اور جو مسافر کے واسطے پکویا جائے اوس کو تحفہ کہتے ہیں اور بعضوں کا قول ہے کہ ولیمہ کہتے
 ہیں دخول یعنی نکاح کے کھانے کو اور طعام الاملاک کو شہنخ بھی کہتے ہیں جو بضم شین معجہ سکون

وفتحہ مال مہلہ ہے اور کعبی ال کا پیش بھی پڑھا جاتا ہے اور آخرین خاد مجھ ہے یہ نکلا ہے
 عرب کے قول سے کہ فرس شندخ یعنی وہ گھوڑا جو اپنے غیر سے آگے ہو جاتا ہو طعام الاملاک
 کو شندخ اس واسطے کہنے ہیں کہ وہ دخول سے پہلے ہوتا ہے انتی بقدر الزورۃ باقی اور تفصیل
 جس کا دل چاہے اسی کتاب میں دیکھ لے عکبہ سوم مظاہر حق کے صفحہ ۱۶۰ میں ہے کہ حضرت
 انسؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلعم نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ پر نشان زد دی کا دیکھا
 یعنی اون کے بدن یا کپڑے پر جو زعفران لگی ہوئی تھی تو فرمایا کیا ہے یہ اے عبدالرحمن اونھوں نے
 کہا کہ میں نے نکاح کیا ہے ایک عورت سے جو زنا کے سونے پر حضرت نے فرمایا بکت ہے
 اللہ تیرے واسطے۔ ولیمہ کہ یعنی کھانا پکا کر لوگوں کو کھلا اگرچہ ایک بکری ہو۔ یہ بخاری اور مسلم نے نقل
 کی ف کیا ہے یہ یعنی کیا سبب ہے اور احتمال ہے کہ اس کے ساتھ انکار مراد ہو یعنی یہ نہ جانتا
 اس لیے کہ حضرت صلعم منع فرماتے تھے خلق لگانے سے اور خلق نام ایک خوشبو کا ہے جو
 زعفران و خیرہ سے بنتی ہے عبدالرحمنؓ نے جواب دیا کہ میں نے بین لگائی بلکہ لگ گئی ہی دھن
 کی مخالفت کی وجہ سے بلا ارادہ یا بغیر اطلاع کے اور قاضی نے کہا کہ نواۃ نام پانچ درہم کا ہے
 جیسے کہ نش نام ہے بیس درہم کا اور اوقیہ نام چالیس درہم کا ہے حاصل یہ کہ ہر اوس کا
 پانچ درہم بھر سونے کا باندھا جس کے پونے سولہ ماشہ ہوے اور بعضوں نے کہا کہ مراد نواۃ سے نواۃ
 تر ہے یعنی کھجور کی گٹھلی انہی اور ظاہر و متبادر لفظ سے اخیر ہی معنی مراد میں یعنی بقدر گٹھلی کھجور کے
 سونے کا ہر باندھا۔ اور ولیمہ کہ اگرچہ ایک بکری ہو۔ اس طرح کی عبارت بیان تفسیل کے لیے بھی آتی
 ہے اور تکثیر کے لیے بھی علما نے لکھا ہے کہ مراد بیان تکثیر ہے یعنی اگرچہ زیادہ بھی خرچ ہو تو ولیمہ کہ
 اس لیے کہ بکری کا اوس زمانے میں کم ہونا بعید ہے جیسا کہ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ
 ولیمہ کرتے تھے متو وغیرہ پر اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اوس زمانے میں غنی بھی نہ تھے (میں)

کہتا ہوں کہ سولہ ماہ کی قیمت بحساب فی تولہ سو گروپے کی لکھیں وہ پانچ آنہ چار پائی ہو اور نرخ حال سے کہ پچیس سنے جاتے ہیں تینتیس روپہ پانچ آنہ چار پائی ہوتی ہیں حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت بلایا جائے ایک بھارا طرف طعام شادی کے پس چاہے کہ حاضر ہو اس طعام شادی میں۔ نقل کی یہ بخاری اور مسلم نے۔ اور ایک روایت مسلم شریف میں یوں ہے کہ پس چاہیے کہ قبول کرے دعوت نکاح کی ہو یا مانند اس کے ف مانند اس کے یعنی مثل حقیقہ اور ختنہ کے پس گویا کہ مراد ولیمہ سے ان روایتوں میں مطلق طعام شادی ہے بقضون نے کہا کہ قبول کرنا دعوت نکاح کا واجب ہے اور گنہگار ہوتا ہے نہ قبول کرنے والا اس کا بغیر عذر کے۔ بموجب حدیث آنحضرتؐ کے کہ من ترک الدعوة فقد عصی اللہ ورسولہ۔

اور بقضون نے کہا مستحب ہے۔ اور یہ واجب یا مستحب۔ حاضر ہونا ہے اور اس کا کھانا مستحب ہے اگر روزہ سے ہو۔ اور رسولؐ نکاح کی دعوت کے اور دعوتوں کا قبول کرنا مستحب ہے۔ اس کو طبیعی اور ابن ملک نے نقل کیا اور کہا کہ ساقط ہو جاتا ہے وجوب یا استحباب دعوت کا کئی چیزوں سے یا تو کھانا شہہ کا ہو یا تخفیف اغنیاء کی ہو اس دعوت میں یا وہان دفع شخص ہو کہ جس کے سبب انڈا پائے یا اس کے ساتھ بیٹھنا مناسب نہ ہو یا واسطے دفع شر کے دعوت اس کی کچا دے یا واسطے طمع جاہ کے یا دعوت اس کی اس لیے کریں کہ وہ اون کی مدد کرے امر باطل پر یا وہان کوئی ممنوع چیز ہو مانند شراب یا میچ رنگ یا سوانگ پتلیون یا گانے بجانے یا فرش حریر وغیرہ کے انتہی پوشیدہ نہ رہے کہ اس زمانے کی مجلسیں ایسی چیزوں سے خالی نہیں ہوتی ہیں۔ اگر سب نہیں ہوتی ہیں تو بعض ان میں سے اکثر جگہ پائی جاتی ہیں اس لیے صوفیہ کا قول ہے کہ محال ہوئی عزت بلکہ لائق ہے یہ کہ کہا جائے کہ واجب ہوئی عزت۔ پس جس شخص نے کہ اختیار کی عزت انتہی کذا قال علی القاری۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث

سب جس سے دعوت ترک کی اس نے اللہ ورسول کی نافرمانی کی ۱۱۷

سنن ابن ماجہ میں بھی ہے۔ اور مترجم ابن ماجہ نے اس کے فائدہ میں لکھا ہے کہ بعضوں کا قول ہے کہ اس حدیث کے رو سے ولیمہ کی دعوت قبول کرنا واجب ہے اور بعضوں کے نزدیک فرض کفایہ ہے اور بعضوں کے نزدیک مستحب ہے اور یہ جب ہے کہ جب دعوت معین ہو۔ اور اگر دعوت عام ہو تو قبول کرنا واجب نہ ہوگا۔ اس لیے کہ اس کے نہ جانے سے میزبان کی خاطر کئی نہ ہوگی اور دعوت کا قبول کرنا ساقط ہو جاتا ہے عذر کی وجہ سے مثلاً دعوت کا کھانا مشتبہ ہو یا وہاں محض مال دار حاضر ہونے ہوں یا صاحب دعوت صحبت کے لائق نہ ہو یا دعوت ہی مقصود حب جاہ اور استکبار ہو۔ یا خلاف شرع کام پر جیسے فوج کشی کا اجتماع یعنی رقص وغیرہ کا انتہائی میں رفع الحجاب ترجمہ ابن ماجہ صفحہ ۲۸۔ جلد سوم مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف کے صفحہ ۱۶۰ میں ہے کہ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت صلعم نے جس وقت بلایا جاے تم میں سے کوئی طرف کھانے کے یعنی کھانے نکاح وغیرہ کے تو اس کو چاہیے کہ قبول کرے یعنی حاضر ہو بھی۔ اگر چاہے کھائے اور چاہے نہ کھائے۔ نقل کی یہ مسلم نے ف پس سنت یا واجب حاضر ہونا نہ کھانا اور اگر روزہ سے نہ ہو تو کھانا مستحب ہے اور ابن ملک نے کہا کہ امر اس میں وجوب کے لیے ہے اور یہ اس شخص کے حق میں ہے جس کو عذر نہ ہو اور عذر ہو مثل راہ دور ہو اور وہاں جانے میں اس کو مشقت لاحق ہوتی ہو تو اس کو نہ قبول کرے میں کوئی مضائقہ نہیں حقیر تابی ہر یو سے مروی ہے کہ کہا او بخون نے کہ فرمایا حضرت صلعم نے کہ اگر کھانا وہ کھانا نکاح کا ہے کہ بلائے جاتے ہیں اس کے واسطے دولت مند اور چھوڑے جاتے ہیں فقیر۔ اور جو شخص کہ نہ قبول کرے دعوت یعنی بغیر عذر کے پس بے شک نافرمانی کی اس نے اللہ اور رسول کی نقل کی یہ بخاری اور مسلم نے ف یعنی بڑے کھانوں میں سے ایک یہ بھی ہے اس لیے کہ بعضے کھانے اس سے بھی زیادہ بڑے ہیں اور یہی مراد ہے شر الناس من اکل وحده سے اور اس سے مراد یہ نہیں ہے۔ ہذا آدمیوں کا وہ شخص ہے جو تنہا کھائے ۳

کہ مطلق کھانا نکاح کا برا ہے کیونکہ حکم کیا ہے اس کے کرنے کا اور قبول کرنے کا اور نہ قبول کرنے پر گنہگار ہونے کا بلکہ مراد یہ ہے کہ جو نکاح کا کھانا ایسا ہو کہ جس میں امیر لوگ بلائے جائیں۔ اور فقیر لوگ نہ بلائے جائیں تو وہ بُرا ہے۔ عادت تھی لوگوں کی کہ کھانے میں امیر و نہی کو بلائے تھے اور بہت اچھے اچھے کھانے کھلاتے تھے اور فقیر و نہی سچا روں کی بات بھی نہ پوچھتے تھے۔ اس طرح کی رسم کو گویا منع فرمایا اور دعوت کے نہ قبول کرنے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی یوں ہوئی کہ جس نے مخالفت کی امیر رسول اللہ کی اوس نے مخالفت کی اللہ کی۔ اور جو لوگ کہ دعوت کے قبول کرنے کو واجب کہتے ہیں انہوں نے دلیل کبڑی ہے اس حدیث سے اور جمہور نے حل کیا ہے اس کو تاکید احتجاب پر انتہی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ابن ماجہ میں بھی ہے کہ عکرمہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نقل کیا ابن عباسؓ سے کہ منع فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھانا طعام و دشمنوں فخر کرنے والوں سے یعنی وہ دشمن کمر آئیں میں مقابلہ کریں کھلانے میں اور جاہلین کہ ایک دوسرے کی صند پر کھانا بہت پکاوے تاکہ غالب آوے دوسرے پر یعنی اگر فخر اور دکھانے اور سنانے کے لیے پکاوین اور دعوت کریں تو دعوت اُن کی قبول نہ کرے اور نہ کھانا اُن کا کھائے۔ اگلے بزرگ دعوت فخر کی قبول نہیں کرتے تھے حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ کہا انہوں نے کہ فرمایا حضرت صلعم نے کہ اگر دشمن کھانا فخر اور مقابلہ اور دکھانے کے لیے تیار کریں تو اُن کی دعوت نہ قبول کی جائے اور نہ کھانا اُن کا کھایا جائے امام احمد نے متباریان کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مراد حضرت کی متباریان سے یہ ہے کہ دشمن بطریق مقابلہ کے ضیافت کریں فخر اور ریا کی غرض سے عمر بن حصین سے روایت ہے کہ منع فرمایا رسول خدا صلعم نے قبول کرنے دعوت فاسقین سے فاسق سے مراد فاسق مطلق ہے کسی طرح کا ہو اور سب اس کے منع کا ہے اور اکثر فاسق احتیاط نہیں کرتے ہیں کھانے میں اور حرام کھاتے ہیں اور فاسق کبھی ظالم بھی ہوتا ہے

اور ظالم کے بیان کا کھانا جو لوگوں کا مال بوجہ ظلم کے لیتا ہے بالاتفاق حرام ہے اور یہ بھی ہے کہ فاسق کی دعوت قبول کرنے میں اس کا دل خوش کرنا ہے اور تکرم بھی اس کی لازم آتی ہے حضرت ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلم نے کہ جس دست ^{بزرگ اور شہسوار} نے ایک کھانا بھائی مسلمان کے پاس تو چاہیے کہ کھائے اس کے کھانے میں سے اور نہ پوچھے یعنی حال کھانے کا کہ کیسا ہے اور کہاں سے آیا ہے اور پیوے پانی اس کا اور نہ پوچھے اس سے کہ کیسا ہے اور کہاں سے آیا ہے روایت کیں یہ تینوں حدیثیں بہقی نے شعب الایمان میں اور کہا کہ یہ حدیث اخیر کی اگر صحیح ہو تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہر حال مسلمان کا یہ ہے کہ نہیں کھلاتا اور پلاتا مسلمانوں کو مگر وہ چیز کہ جو اس کے نزدیک حلال ہوتی ہے ف مسلمان سے مراد مسلمان کامل یعنی غیر فاسق پس اس کے کھانے کا حال نہ پوچھے بسبب نیک گمانی کے کہ پوچھنے سے اس کو انداز ہوگی مگر بان جب یہ معلوم ہو کہ اس کا کھانا وہ حرام سے ہے تو نہ کھائے اور اگر ایک شخص کا کھانا اکثر وجہ حرام سے ہے تو بھی نہ کھائے اور روایت ہے حضرت ابی مسعود انصاری سے کہ کہا انھوں نے کہ انصار میں ایک شخص کی کنیت تھی ابو شعیب اور اس کا غلام گوشت بیچتا تھا تو اس شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ میرے کہنے کے موافق کھانا تیار کر جو کفایت کرے پانچ آدمیوں کو تاکہ بلاگوں میں پیغمبر خدا صلعم کو اس طرح پر کہ آنحضرت پانچویں ہوں پانچویں سے یعنی ایک پیغمبر خدا ہوں اور چار اون کے ساتھ اور ہوں چنانچہ غلام نے بموجب آقا کے کہنے کے آنحضرت صلعم کے واسطے تھوڑا سا کھانا تیار کیا بعد اس کے وہ شخص آیا آنحضرت صلعم کے پاس اور دعوت کی یعنی حضرت کی اور چار اصحاب کی تو آپ کے ساتھ ایک شخص ^{ابو شعیب} ہوا نبی آنحضرت صلعم نے اس کے گھر پر پہنچ کر فرمایا کہ اے ابو شعیب ہمارے ساتھ ایک شخص ہوا ہے چاہے اس کو آنے کا اذن دے اور خواہ چھوڑ دے دروازے پر مینی نہ اذن دے آنے کا نہ ابو شعیب نے کہا کہ میں نہیں چھوڑتا بلکہ اذن

دیتا ہوں اوس کو۔ نقل کی یہ بخاری اور مسلم نے فت اس میں دلیل ہے اس پر کہ جائز نہیں کسی کو کسی قوم کے بیان ضیافت میں بغیر اوس کے اذن کے جانا اور نہ ممان کو جائز ہی کہ کسی کو اذن دے آنے کا اپنے ساتھ مگر امر صریح یا اذن عام کے ساتھ یا وقت جاننے ضامنہ ضیافت کرنے والے کے اور یہ بھی اس سے معلوم ہوا کہ جائز نہیں کسی کو کہ کسی کے گھر میں جائے مگر بغیر اوس کی اجازت کے اور یہ بھی اس سے معلوم ہوا کہ اگر ضیافت کسی جماعت مخصوص کی کرے اور اوس کے ساتھ کوئی ہو لے تو ممان کو مستحب ہے کہ اوس کے لیے اذن چاہے صاحب خانہ کی اور صاحب خانہ کو مستحب ہے کہ اوس کو منع نہ کرے آنے سے مگر اوس وقت کہ اوس کے آنے سے وہاں معندہ ہو یعنی حاضرین ایذا پائیں اور اگر پھیرے تو زمی کے ساتھ پھیرے اور اگر اوس کو کھانے میں سے کچھ دیدے بشرطیکہ اوس کے لائق ہو تو یہ اچھا ہے اور شرح السنہ میں لکھا ہے کہ اس میں دلیل ہے اس امر پر کہ حلال نہیں کھانا ضیافت کا اوس کے لیے کہ جو نہ بلایا جائے اور بعض عالمان کا قول ہے کہ جب ایک شخص کے سامنے کھانا رکھ دے اور اوس کی ملک کر دے تو وہ مختار ہے چاہے خود کھائے چاہے اور کو کھلائے اور چاہے اپنے گھر کو اٹھا لیجائے۔ اور اگر بیٹھے دسترخوان پر تو چاہے کہ موافق عرف کے کھائے اوس میں سے کچھ نہ اٹھائے۔ اور نہ اور کو کھلائے اور بعض اہل علم نے اس امر کو بہتر جانا ہے کہ دسترخوان والے بعض بعضوں کو کچھ کھلنے میں سے دیدیا کریں اور اگر دو دسترخوانوں پر ہوں تو پھر یہ نہیں جائز ہے اور روایت ہے سفینہ سے کہ ایک شخص ممان آیا حضرت علی بن طالب کے پاس آپ نے اوس کے لیے کھانا تیار کر لیا تب حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ اگر ہم رسول خداؐ کو بلائیں اور آپ بھی ہمارے ساتھ کھائیں تو بہتر ہے پس بلایا حضرت مسلم کو اور آپ تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آپ نے دونوں ہاتھ اپنے دونوں بازوؤں پر رکھے تو آپ نے پردہ ڈرا ہوا دیکھا گھر کے کونے میں نب آپ واپس گئے۔

حضرت فاطمہؑ کہتی ہیں کہ میں آپ کے پیچھے پیچھے گئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کس چیز نے آپ کو پھیرا فرمایا کہ میرے یا کسی نبی کے لیے جائز بنیں کہ وہ کسی زمین والے گھر میں داخل ہو پر وہ باریک منقش اور بعضوں نے کہا کہ منقش نہ تھا لیکن ڈھانچا تھا اوس سے دیوا کو مانند چھپر کٹا دولا اور دولہن کے اور یہ عادت منکبرین کی تھی حضرت اوس کو دیکھا کر پھر گئے اوس پر آگاہ کرنے کی لیے کہ یہ بہترین ہے۔ کیونکہ یہ زمین دنیا کی باعث نقصان آخرت کا ہے اور روایت ہی حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے کہ کہا اودھون نے کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے جو شخص بلایا جائے اور وہ قبول نہ کرے تو اوس نے بے شک نافرمانی کی اللہ و رسول کی اور جو آدمی آیا کھانے کی مجلس میں بغیر بلائے تو آیا چور اور نکالوٹ کر۔ نقل کی یہ ابو داؤد نے **ف** آیا چور سب اس کے کہ آیا بغیر وزن صاحب خانہ کے تو گویا چھپ کر آیا مانند چور کے اور گنہگار ہوا جیسے چور گنہگار ہوتا ہے سبب کسی کے گھر میں جانے کے حاصل یہ کہ حضرت نے اپنی امت کو اچھے اخلاق تعلیم کیے اور منع کیا اون کو بُری خصلتوں سے کیونکہ دعوت نہ قبول کرنا بلا عذر کے دلالت کرتا ہے تکبر نفس اور رعوت اور عدم الفت پر۔ اور کسی کے بیان جانا بغیر دعوت کے دلالت کرتا ہے حرص نفس اور ذلت حاصل کرنے پر اور ایک شخص سے روایت ہے کہ جو صحابیوں بغیر خدا صلعم سے تھا کہ فرمایا رسول خدا صلعم نے کہ جو وقت جمع ہو جاوین دو دعوت کرنے والے تو دعوت اوس کی قبول کرنا چاہیے کہ جو دروازہ کی طرف سے بہت قریب ہو اور اگر پہلے ایک نے کی دونوں میں سے تو پھر جس نے پہلے دعوت دی اوس کی دعوت قبول کرنا چاہیے۔ نقل کی یہ احمد اور ابو داؤد نے **ف** ظاہر ہے اوس صورت میں ہے کہ جمع نہیں کر سکتا ہے دونوں کی دعوت یعنی نہیں کھا سکتا ہے بوجہ ایک ہی وقت ہونے کے یا مثل اس کے اور اگر جمع کر سکتا ہو دونوں کی دعوت تو قبول کرے اور یہ حکم ہمایہ کا ہے۔ اور اگر اہل شہر دعوت کریں تو وہاں ترجیح اور جہت سے ہوگی مثل معرفت اور صلاح اور حقوق کے

ختمی ۱۱

یعنی اگر اہل شہرین سے سوائے مہمایہ کے دوا دہی اس کی دعوت کریں تو اس کی دعوت قبول کرے کہ جو جان پہچان والا ہو یا نیک بخت وغیر ذلک۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو طالب علم یا فتوے پوچھنے والا عالم کے پاس آوے پہلے تو سین اور فتوے پہلے آنے والے کو پڑھاوے اور دیر سے علامہ محمد امین المشہور ابن عابدین اپنی کتاب رد المحتار المعروف بنامی مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۴۱ میں لکھتے ہیں کہ ولیمہ سے مراد طعام عرس ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ ولیمہ ہر کھانے کو کہتے ہیں تمامادی ہند میں متر تاشی سے منقول ہے کہ اختلاف ہے دعوت کے قبول کرنے میں بعضوں کا قول ہے کہ قبول کرنا واجب ہے اس کو ترک کرنا نہیں چاہیے اور عائشہ علم کہتے ہیں کہ مسنون ہے اور افضل یہ ہے کہ قبول کرے اگر ولیمہ ہو ورنہ اختیار ہے مگر قبول کرنا بہر صورت افضل ہے کیونکہ اس سے ایک مومن کے قلب کو سرور کرنا ہے اور جب قبول کر لیا تو جو اس کو چاہیے تھا وہ کیا کھائے چاہے نہ کھائے اور افضل یہ ہے کہ کھائے اگر روزہ سے نہ ہو اور بنایہ میں ہے کہ دعوت کا قبول کرنا سنت ہے ولیمہ ہو یا غیر اس کا اور روزہ دعوت کہ جس سے اپنی تعریف کرنا مقصود ہو یا کبر کرنا وغیرہ اس کا قبول کرنا مناسب نہیں خصوصاً علما کو کیونکہ کہا جاتا ہے کہ جو شخص کسی غیر کے بن میں کھاتا ہے وہ اپنے کو ذلیل کرتا ہے اس شخص کے سامنے یہ خلاصہ ہے بنایہ کی عبارت کا اور اختیار میں ہے کہ ولیمہ نکاح کرنا سنت قدیمہ ہے اگر اس کو قبول نہ کرے گنہگار ہو گا کیونکہ حدیث میں ہے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ جو شخص دعوت نہ قبول کرے اس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی پس اگر وہ روزے سے ہو تو قبول کرے دعوت اور کدے کہ میں روزہ سے ہوں اور نہ کھائے اور اگر روزہ نہ ہو تو کھائے اور دعوت قبول کرے اور اگر نہ کھائے اور نہ دعوت قبول کرے تو گنہگار ہو اور ظالم کیونکہ اس میں میزبان سے ایک طرح پرستخ کرنا ہے اور نہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ اگر میں بلایا جاؤں اس دعوت میں کہ جس میں کم مقدار گشت ہو تو بھی قبول

کروں۔ مقتضا اس ارشاد کا یہ ہے کہ دعوت ولیمہ سنت ہوگکہ خیال کی جاوے بخلاف اس کے غیر کے اور شارحین ہدایہ نے تصریح کی ہے کہ قبول دعوت ولیمہ قریب ہو واجب ہے بشرطیکہ وہاں کوئی امر باعث معصیت یا بدعت نہ ہو اور منع کرنا چارے زمانے میں مناسب تر ہے مگر اس وقت کہ جب یقینی طور پر معلوم ہو کہ وہاں کوئی بدعت یا معصیت نہیں ہے اس وقت منع کرنا مناسب نہیں ظاہر اس کو قیاس کیا ہے غیر ولیمہ پر انتہائی فتاویٰ عالمگیری کی جلد پنجم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۳۴۲ میں ہے کہ ولیمہ نخل سنت ہے اور اس کے کرنے میں ثواب عظیم ہے اور وہ یہ ہے کہ جب بنا کرے مرد اپنی عورت سے تو مناسب یہ ہے کہ اسعدہ واقربا اور دوستوں و بڑوسیوں کو دعوت دے اور جاذب ذیج کر کے اون لوگوں کے واسطے کھانا تیار کر لے اور جب کھانا تیار کر لے تو اون لوگوں کو دعوت قبول کرنا ضروری ہے اگر وہ لوگ نہ قبول کریں گے تو گنہگار ہوں گی انتہائی صلعم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دعوت قبول نہ کرے اس نے نافرمانی کی اللہ و رسول کی پس اگر وہ روزہ سے ہو تو دعوت قبول کرے اور کدے کہ میں روزہ سے ہوں اور نہ کھائے اور اگر روزہ نہ ہو تو کھائے اور دعوت قبول کرے اور اگر نہ کھائے گا گنہگار اور ظالم ہوگا۔ اسی طرح سی ہے خزانۃ المفتین میں اور کچھ مضائقہ نہیں کہ دعوت دے اس روز یا دوسرے روز یا اس کے بعد بچہ وقت ختم ہو جائے گا عرس اور ولیمہ کا جیسا کہ فتاویٰ ظہیر یہ میں ہے اور فتاویٰ مجمع البرکات میں ہے کہ تین روز تک ولیمہ کا وقت ہے اور دعوت ولیمہ کا قبول کرنا بھی سنوں ہے بشرطیکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو اور وہ ضیافتیں کہ جو اس ملک میں مروج ہیں قبل شادی کے یا جو دایان عروس کی طرف سے برات کے لوگوں کے ساتھ بعد عقد نخل کے ہوتی ہیں یہ اذقیل مباحات ہیں وہ بھی قبول کرنی چاہیں بشرطیکہ منکرات شرعیہ سے خالی ہوں۔ اسی طرح سے اربعین میں بھی ہے انتہائی شرح شرف الاسلام مطبوعہ مصر فصل سن النخل صفحہ ۴۴۷ میں لکھا ہے کہ اسی طرح ہے ولیمہ یعنی

وہ ضیافت اور کھانا جو تیار کیا جائے واسطے عرس کے سنت ہے بعضے کہتے ہیں کہ ولیمہ جب عرس اور اکثر لوگ اس طہرٹ گئے ہیں کہ مستحب ہے اور اختلاف کیا ہے علمائے ولیمہ کرنے کے وقت میں بعضوں کا قول ہے کہ زوجہ سے دخول کے بعد اور بعضے کہتے ہیں کہ وقت عقد کے اور بعضے کہتے ہیں کہ دونوں وقت یعنی بعد دخول کے اور وقت عقد کے اور اختلاف ہے اس کے قبول کرنے میں بعضے کہتے ہیں کہ قبول کرنا مستحب ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ واجب ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے کہ اگر بلا عذر ترک کر گیا گنگنا رہے گا اب رہا کھانا سو واجب نہیں ہے اگرچہ روزہ دار نہ ہو ہی طرح ہے منع اور شرح مشارق میں آچاہے ولیمہ کرے ایک بکری کے گوشت پر یا چھ ہارے یا سونے پر سو پین کے ذرا درواؤ کے زیر سے اس کٹے کو کہتے ہیں جو بٹھنا ہوا ہو اور اس میں کوئی چیز میٹھی یا کھٹی ملی ہوئی ہو جیسا کہ شرح مصابیح میں ہے یا ولیمہ میں گوشت و روٹی ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کا ولیمہ روٹی اور گوشت پر کیا اور حضرت صفیہؓ کا خرمہ در تنور پر کیا اور اس میں گوشت نہیں تھا اور سلمان کو چاہیے کہ طعام عرس کو غنیمت خیال کرے عرس بروزن قفل طعام ولیمہ کو کہتے ہیں کیونکہ یہ کھانا وزن میں برابر ایک شقال کے ہے طعام حبت سے اور یہی کھانے کے لیے دعا برکت فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام و جنابے سول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے انقیاباً خصال العبارة اور ولیمہ کرنے میں بہت سے مصالح ہیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب حجۃ اللہ بابائے مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی کے صفحہ ۳۱ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ جو لوگوں میں دستور ہے ولیمہ کرنے کا اس میں بہت سے مصالح ہیں از انجملہ نہایت خوبی کے ساتھ نکاح کی اشاعت ہے اور اس بات کی کہ وہ شخص بی بی سے دخول کرنا چاہتا ہے اور اس کی اشاعت ضروری ہے تاکہ کسی ہم کرنے والے کو نسب میں کس طرح کا وہم و شک نہ رہے اور نکاح و زنا کی تمیز بھی بادی اللہ میں ہو جائے اور لوگوں کے نزدیک وہ عورت اس کی بی بی بی محقق ہو جائے از انجملہ اظہار شکر اور نعمت کا ہے جو

اللہ تعالیٰ نے اوس کو عطا کی مکان کے انتظام وغیرہ کے لیے جیسا کہ اور لوگوں کو عطا فرمائی اور وہ اوس سے منتفع ہوئے از انجلہ یہ کہ بی بی اور اوس کی قوم والوں کے ساتھ سلوک و احسان کرنا پایا جاتا ہے کیونکہ اوس کی وجہ سے مال خرچ کرنا اور لوگوں کا جمع کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ شوہر کے نزدیک بی بی کی وقعت اور عزت ہے اور اس قسم کے امور خاصکر میان بی بی میں الفت قائم کرنے کے لیے ضروری اور مناسب سمجھے جاتے ہیں علی الخصوص اون کی ابتداء اجتماع یعنی شروع زمانہ نکاح میں از انجلہ کہ ایک جدید نعمت کے حاصل ہونے کا اظہار ہے یعنی جو چیز ملک میں نہ تھی وہ ملوک ہو گئی۔ یہ امر بھی باعث سرور اور خوشی کا ہوتا ہے نیز مال کے خرچ کرنے کا اور اس خواہش کے اتباع میں سخاوت کی عادت پڑتی ہے اور بخل سے علیحدگی ہوتی ہے اس کے علاوہ وہ بھی بہت سے فوائد اور مصالح ہیں پس چونکہ اس میں سیاست مدنیہ و منزلیہ و تہذیب نفس و احسان کے متعلق کافی فوائد پائے جاتے ہیں اسی لحاظ سے آنحضرت صلیم نے اوس کو باقی رکھا اور اوس کی طرف لوگوں کو رغبت دلائی اور خود بھی اوس پر عامل رہے اور کوئی حد مقرر نہیں کی اور اوسط درجہ کی حد ایک بکری رکھی چنانچہ آپ نے خود حضرت صفیہؓ کے لیے مین لوگوں کو جس کھلایا (یہ وہ کھانا ہے جو چھوٹا ہرے اور پتیر اور گھی سے بنتا ہے) اور دہنی بون کے ولیمہ میں دو مہ جو صرف کیا اور فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی شخص ولیمہ کے لیے بلایا جائے تو اوس کو آنا چاہیے اور دوسری روایت میں اتنا اور ہے کہ پھر اگر چاہے کھائے اور چاہے ترک کرے مین کہتا ہوں کہ اصول شرعیہ میں یہ بات ہے کہ جب کسی شخص کو کسی مصلحت سے لوگوں کے لیے کچھ تیار کرنے کا حکم دیا جائے تو ضروری ہے کہ اون لوگوں کو بھی اوس کی اطاعت اور فرمان برداری اور بجا آوری

۱۵ م بالضم۔ ایک بیان ہوتا ہے مقدار میں دو رطل یا ایک رطل اور تہائی حصہ رطل کے یا مقدار میں دو کف دست آدمی معتدل خلقت کے یعنی جب کوئی شخص دونوں ہتھیلوں کو کشادہ کھلے کوئی خیر اس طرح لے کہ وہ دونوں ہتھیلیاں بھر جائیں صاحب قاموس کا قول یہ کہ مین نے تجربہ کیا تو دونوں ہتھیلوں بھر چیز کو ایک مہ پایا۔ ادا جمع و منتخب۔

خواہش کی طرف رغبت دلائی جائے ورنہ وہ مصلحت جو اس امر خاص میں کھٹی گئی ہے تحقق نہوگی
تو جب خاوند کو اور لوگوں کے لیے کھانا تیار کرنے اور اس کی اشاعت کرنے کا حکم دیا گیا تو اوں
لوگوں کو بھی حکم دینا ضروری ہوا کہ وہ اس شخص کی دعوت قبول کریں چاہے روزہ سے کیوں
نہ ہوں تب بھی آئین اگر نہ کھائیں تو کچھ مضائقہ نہیں اس لیے کہ وہ اشاعت مقصودہ حاصل ہوگئی
اور بھی مقتضائے صلہ یعنی میل جول کا ہے کہ جب ایک مسلمان کو دوسرا مسلمان بلائے تو اس سے ضرور
قبول کرنا چاہیے کیونکہ اس طریقے کے جاری ہونے میں امور شہر اور قبیلہ کے انتظام کی صورت ہے
انتہی اور ضیافت کرنے کی فضیلت بہت آئی ہے۔ کتب معتبرہ میں ہے کہ جب آنحضرت صلعم مدینہ
میں تشریف لائے تو اول نصیحت آپ نے اہل مدینہ کو یہ فرمائی کہ أَفْتُوا الْإِسْلَامَ وَأَطِيعُوا الطَّعَامَ وَ
صَلُّوا الْآرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسِ نیامر تدخلوا الجنة بسلام یعنی ظاہر کرو اسلام
کو خویش اور بیگانہ پر اور کھانا کھلاؤ اور صلہ رحم ادا کرو یعنی پیوند کرو اہل قرابت سے اور اہل
نماز پڑھو اس وقت میں کہ جب آدمی سوتے ہوں داخل ہو گئے جنت میں سلامتی سے انتہی اور
بادی الناطرین ترجمہ آداب الصالحین مطبوعہ مطبع مسیحاں کانپور کے صفحہ ۱۲ میں ہے کہ جناب
رسول مقبول صلعم کا ارشاد ہے کہ لَا يَضِيفُ مِنْ لَا يَضِيفُ یعنی بھلائی نہیں ہے اس
شخص میں کہ ہمان نہ رکھے۔ ایک بار آنحضرت صلعم ایک شخص پر گزرے کہ اس کے پاس
گائین اور اونٹ بہت تھے پس اس نے آنحضرت صلعم کی مہمانی نہ کی تب اس کے آنحضرت صلعم
ایک عورت پر گزرے کہ وہ چند بکریاں رکھتی تھی پس اس عورت نے ایک بکری آنحضرت صلعم
کے واسطے فوج کی آپ فرمایا کہ نظر کرو اس مرد اور عورت میں۔ بلاشبہ اخلاق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ
میں ہیں جس کو چاہے خصلت نیک دے اور جس کو چاہے بدے۔ ظاہر اس مرد نے اپنے مقدور
کے موافق خاطر داری نہ کی اور اس عورت نے باوجود کم انتظامی کے بہت خاطر داری کی کہ بکری

فوج کی اوس کی خصلت آنحضرت صلعم کو پسند آئی اور اوس مرد کی خصلت پسند نہ آئی اور مقتضو حضرت
 کا یہ تھا کہ لوگ ادب سلجھ لیں حدیث میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم کے بیان مہمان آئے اور
 حضرت کے گھر میں کچھ نہ تھا آپ نے فرمایا کہ فلاں یہودی کے پاس جاؤ اور کہو کہ آج کی رات ہمارے
 بیان مہمان آئے ہیں تھوڑا آنا قرض دے یہودی نے کہا واللہ میں نہیں دوں گا مگر کچھ گزری کچھ
 پس حضرت نے اپنی زرہ گروی کے لیے بھیجی اور مہانداری کی کہتے ہیں کہ حضرت کی وفات کے
 وقت تک وہ زرہ یہودی کے پاس گروی اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ علیہ بغیر مہمان
 کے کھانا نہ کھاتے تھے بلکہ دو تین کوس تک جنگل میں مہمان کو تلاش کرتے تھے اور پیغمبر خدا صلعم کی
 لوگوں نے پوچھا کہ ایمان کیا ہے فرمایا کہ کھانا کھلانا اور ہر ایک سے سلام کرنا یعنی یہ چیزیں بھی افضل
 خصلتوں ایمان سے ہیں منتقی اور دعوت کا قبول کرنا سنت ہو کہ ہے بلکہ بعض جگہوں میں لوگ
 اس کو واجب کہتے ہیں بخاری شریف میں بروایت ابی ہریرہ نقل ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ
 لودعیت الی کراخ لا جبت ولو اھدی الی ذراع لقبلت یعنی اگر میری دعوت کوئی
 بکری کی نلی پر کرے تو میں مان لون اور اگر کوئی مجھ کو بکری کا دست تھمے دے تو قبول کروں منتقی
 اور یہ جو قول ہے کہ جو شخص کسی غیر کے برتن میں کھاتا ہے وہ اپنے کو ذلیل کرتا ہے اوس شخص کے
 سامنے یہ قول خلاف سنت ہے واقع میں ایسا نہیں کیونکہ دعوت کا منظور کرنا ذلت اوس صورت
 میں ہے کہ دعوت کرنے والا دعوت کے قبول کرنے سے خوش اور منت کش نہ ہو بلکہ اپنی دعوت کرنی
 کو دوسرے پر احسان جانے اور آنحضرت صلعم جو دعوت میں تشریف لیجاتے تھے تو یہی وجہ تھی کہ
 آپ کو معلوم تھا کہ دعوت کرنے والا احسان مانے گا اور ہمارے جانے کو داپن میں اپنا شرف
 و فخر سمجھے گا غرض کہ دعوت کا قبول کرنا بوجہ اختلاف احوال کے مختلف حکم رکھتا ہے اگر کسی کو یہ گمان ہو
 کہ دعوت کرنے والا کھانا کھلانے کو گراں جانتا ہے اور دعوت صرف غریزہ اور تکلف کے طور پر کرتا ہے

تو اس کی دعوت قبول کرنا سنون نہیں ہے بلکہ جلد کر دینا بہتر ہے اور قبول دعوت میں آنحضرت
صلعم کے طریقے کی پیروی کے علاوہ یہ نیت کرے کہ اگر دعوت کو منظور کر دے گا تو خدا سے تعالیٰ
کی نافرمانی سے بچ جائے گا کہ آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ مَنْ أَكْرَمَ أَخَاهُ الْمُؤْمِنَ فَكَأَنَّمَا أَكْرَمَ اللَّهَ
یعنی جس نے کسی مؤمن کو خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی نیت
کرے کہ صاحب دعوت کی ملاقات کو جاتا ہوں اس نیت سے یہ فائدہ ہے کہ نیت کرنے والا
اون لوگوں میں سے ہو جائے گا جو آپس میں محبت فی اللہ رکھتے ہیں اور اس کے آداب و نیز دعوت
کھانے کے آداب میں جو بافضیل کتاب مستطاب اعیان العلوم اور اس کے ترجمہ مذاق العارفین مصنفہ
مولوی محمد حسن صدیقی نانوتوی میں مذکور ہیں جو بخوف طوالت بیان نہیں لکھے گئے جس کو منظور ہو
وہ اسی میں دیکھ لے۔ شیخ عبدالباق شمرانی اپنی کتاب تہذیب الفکرین مطبوعہ مصر کے صفحہ ۹۵ میں
لکھتے ہیں کہ اور اخلاق سلف صالح سے مہمان کی خاطر و مدارات کرنا اور اس کی خدمت کرنا سہ سوا
کسی حالت عذر وغیرہ کے مثلاً بیماری وغیرہ اور باآئینہ یہ وہ نہیں خیال کرتے تھے کہ ہم نے اس کو
کھانا کھلا کر یا خدمت کر کے اپنا احسان مندر کر لیا ہے بلکہ اپنے کو اس کا احسان مند سمجھتے تھے اور یہاں
! وجہ سے تھا کہ آنحضرت صلعم خود بنفس نفیس مہمان کی خدمت کرتے تھے اور اسی طرح صحابہ اور تابعین
رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی چنانچہ جب نجاشی کے بیان سے وفد یعنی جماعت قاصدون کی آنحضرت
صلعم کے حضور میں آئی تو خود آنحضرت صلعم ان کے خادم ہوئے اور فرمایا کہ یہ میرے اور میرے اصحاب
کے لیے باعث تکریم ہیں اور میری خواہش یہی ہے کہ میں ہی ان کی پاسداری کروں اور سلف کی
عادت تھی کہ جس شب کو ان کے یہاں کوئی مہمان ہوتا تھا تو اس شب کو عید کی شب سمجھتے تھے
یعنی ان کو اس قدر رحمت و سرور اس شب کو ہوتا تھا جناب امیر کرم اللہ وجہہ فرماتے تھے کہ میرے
دوستوں کا جمع ہونا میرے یہاں کے کھانے میں یہ مجھ کو زائد محبوب ہے ایک غلام آزاد کرنے سے حضرت

انس بن مالکؓ فرماتے تھے کہ گھر کی زکوٰۃ یہ ہے کہ اوس میں ایک خاص جگہ بنادی جائے ضیافت کے لیے اور کبر بن عبد اللہؓ مزینی کی یہ عادت تھی کہ مہمان کو کھانا کھلاتے تھے اور جب وہ واپس جانے کا ارادہ کرتا تھا تو اوس کو کپڑے بھی پہناتے تھے اور کہتے کہ اس نے جو میرے بیان کھانا کھانا یا اوس کی فضیلت میرے اس فعل یعنی کپڑا پہنانے سے بہت زیادہ ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ مہمان کے کھانا کھلانے میں دوست دینا اس وقت نہیں ہے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ آیہ کریمہ ضیفکم ابراہیم الملوک میں کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ وہ مہمان کو مکرہ تھے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اون کی خود خدمت کیا کرتے تھے عبد الواحد بن ابی لیلۃ رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ اون کے بیان جو جاتا اوس کی دعوت ضرور کرتے اور عذر کرتے کہ میں پورے طور سے تمہاری خدمت نہ کر سکا محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کوشش رہتی تھی کہ مہمان کو ایسی چیزیں کھلائیں کہ جو اوس زمانہ میں اوس کے شہر میں نہ ہوتی ہوں یعنی نئی چیزیں کھلاتے تھے خالد بن دینار کہتے ہیں کہ میں محمد ابن سیرینؒ کے بیان گیا اور میرے ساتھ چند آدمی اور تھے تو اونھوں نے میرے سامنے شہد لا کر رکھا اور کہا کہ میرا یہ ہے کہ ایسا شہد تمہارے بیان نہ ہوتا ہو گا میں نے کہا ہاں مہمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ جو شخص کسی کو کھانا کھلائے اور اوس کے ساتھ جھوٹا رایا کوئی میٹھی چیز نہ کھلائے تو اوس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص نماز عشا پڑھے اور وتر نہ پڑھے اور تیز بان پر واجب ہے کہ وہ مہمان کو کھانا وجہ حلال سے کھلائے اور اوقات نماز اوس کو بتاتا رہے اور جو کچھ اوس کے واسطے کھانا اچھا کھلانے اور با مزہ کھلانے کو اندازہ کر چکا ہو اوس میں کمی نہ کرے اور مہمان پر یہ واجب ہے کہ جہاں بٹھایا جائے وہیں بیٹھے اور جو کچھ سامنے رکھ دیا جائے اوس پر غور نہ ہو اور وہاں سے بلا اجازت نہ واپس آئے اوس بن خارجہ کہا کرتے تھے کہ میں جس جماعت کی دعوت کرتا ہوں اور وہ میرے بیان آکر کھاتے ہیں تو میں اون کو بزرگ سمجھتا ہوں اور اپنے آپ کو اون کا احسان مند جانتا نہ کہ اون کو اپنا

احسان مند اہمسی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ جب کسی کو کوئی بھیل مہمان کرے تو اس کو جانا چاہیے اور وہاں جا کر اس کو بخشش کرنے کی تعلیم کرنا چاہیے مگر کھانا نہ چاہیے اور اپنی سواری کے جانور کے چارہ کو بھی یاد رکھنا چاہیے اس کو نہ بھولے کیونکہ اس سے اکثر ایسا ہوا ہے کہ رات کے کھانے میں کمی ہو جاتی ہے اور کہتے تھے کہ میں جب کسی بھیل کا مہمان ہوا تو میری سواری کا جانور وہاں چھ بھوکے رہنے کے ضرور چختا تھا اور اس کی وجہ سے مجھے پاخانہ کی حاجت نہ ہوتی تھی کم کھانے کا اتفاق ہوتا اور آسودہ ہو کر کھلنے سے کہ جس سے غمخ کا اندیشہ ہو سکتا حفاظت ہوتی ہے انسان کو چاہیے کہ وہ غور کرے اور اپنے نفس کو دیکھے کہ وہ ان اخلاق سے موصوف ہے یا نہیں اور ان اخلاق میں اس کو اعتدال ہے یا نہیں کیونکہ اس زمانے میں اکثر لوگوں کا یہ مقولہ ہے کہ کھانا کھلانا ہمارے یا ہمارے بزرگوں کے طریقہ سے نہیں ہے یا یہ کہ جس کے یہاں دسترخوان بچھا ہے اس کو کہتے ہیں کہ یہ جھوٹے لوگوں کی نشست گاہ ہے حالانکہ یہ سخت غلطی ہے اس سے بہت پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی دوست کو ایسا نہیں پیدا کیا کہ جس میں سخاوت اور حسن خلق کی صفت نہ رکھی ہو انتہی پس اس زمانے میں جو یہ معمول ہو گیا ہے کہ لوگ باوجود ذی قدرت ہونے کے دلیہ کھلانے سے انکار کرتے ہیں اور محض ازراہ نادانی وہل کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس میں زیادہ سمعہ شامل ہو جائے یہ سراسر غلطی ہے کیونکہ ہر کام کا دار و مدار نیت پر ہے اگر نیت ٹھیک رکھی جائے تو ثواب ملنے کی امید قوی ہے کیونکہ ایک مسلمان پر دوسرے بھائی مسلمان کی مواساۃ لازمی ہے جس طور پر جو اسکے اللہ تعالیٰ جس کو مال دیتا ہے اس سے معذور ہی ہوتا ہے کہ دوسروں کو اس سے نفع پہنچے نہ کہ وہ اس کو جمع کر لے اور وقت ضرورت اپنی تن پروری کرے اور اسباب راحت جمع کرے کلام اللہ احادیث سے جو صدقات کی فضیلت بدرجہ اعلیٰ ثابت ہے وہ اسی وجہ سے ہے سلف صالح کے اخلاق سے یہ بھی تھا کہ جو کچھ مال اون کی ضروری حاجت سے

لے مواساۃ کے لئے دے دیتا اور جان و مال سے کسی کے ساتھ غمخاری نہ کرتا

بڑھاتا تھا اوس کو وہ صدقہ کر دیتے تھے حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عامانگئے تھے کہ
 اللَّهُمَّ اجْعَلِ الْفَضْلَ عِنْدَ خِيَارِنَا لَا خَيْرَ لَنَا إِلَّا بِكَ يَعُودُ وَابِعَلَىٰ أُولَى الْحَاجَةِ مِنَّا يَسْنِي اے اللہ
 تو ہمارے زائد مال کو اولوں کو گون کے پاس کر دے جو ہم سے اچھے ہیں اس سب سے کہ وہ لوگ اوس
 مال کے ذریعے سے ہم میں سے زیادہ حاجت مند لوگوں کی طرف عود کر سکیں یعنی حاجت مندوں کی جفا
 پوری کر سکیں عبد العزیز ابن عمر کہتے تھے کہ نماز انسان کو آدھے راستہ تک پہنچاتی ہے اور روزہ
 بادشاہ کے دروازے تک اور صدقہ خاص بادشاہ تک پہنچاتا ہے اور کتنے تھے کہ مال پہرے پہل
 امانتیں ہیں اس غرض سے کہ اوس سے لوگوں پر نوازش کی جائے ابراہیم بن یوسف کا قاعدہ تھا
 کہ وہ مال جمع کرنے اور کہنے کہ یہ میں اس وجہ سے جمع کرتا ہوں کہ بھوکھے بیٹوں اورنگی میچون کے لیے
 کام آئے نہ کہ منی میں بانی ملانے میں صرف ہو چنانچہ جو کوئی اون سے کچھ رقم عمارت مسجد کے لیے آگتا
 تھا تو انکار کرتے اور کچھ نہ دیتے اور کہتے کہ اس مال کا زیادہ حصہ ابھوکا آدمی ہے حضرت نعمان علیہ السلام
 اپنے بیٹے سے اکثر کہا کرتے تھے کہ اے بیٹے جب کچھ سے کوئی خطا ہو جائے تو صدقہ دے غواہ وہاں
 روٹی ہی کیوں نہ ہو حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ جو شخص مال کے ذریعے سے
 کسی پر نوازش نہ کرے تو اس کو کل مال چھوڑ دینا بہتر ہے حضرت خواجہ حسن بصریؒ کہتے تھے کہ انسان
 کو اپنے پاکیزہ مال حاصل کیے ہوئے سے صدقہ دینا چاہیے نہ خبیث مال سے اور اگر کوئی شخص مال
 خبیث سے صدقہ دے تاکہ فقیر پر اس ذریعے سے اپنی مہربانی ثابت کرے تو وہ مغرور ہے عسکرہ
 ابن الزبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ صدقہ میں اچھی چیز دیا کرو کیونکہ اللہ پاکیزہ ہے اور پاکیزہ چیز کو قبول
 کرتا ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیشتر شکر صدقے میں دیا کرتے تھے اور کہتے کہ یہ میرے بہت
 پسند ہے اسی واسطے میں اس کو صدقہ میں دیتا ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ^۱لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ
 تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ صدقہ کی چیز کو خیر
 سے برگزینا چاہیے کیونکہ جب تک عزیز نہ کرادو جس چیز سے کہ جس سے محبت رکھتے ہو ۱۲ منہ

نہ جانو کیونکہ ایک دانہ اوس کا قیامت کے دن پہاڑوں کے برابر وزن میں ہوگا ایت بار آپ نے ایک دانہ انگوڑ کا فقیر کو دیا اوس نے واپس کیا یعنی اوس کی نظر میں وہ حقیر معلوم ہوا تو آپ نے اوس سے فرمایا کہ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نہیں پڑھا فمن عمل مثقال ذرۃ خیرا تریہ تو کیا اس انگوڑ کے دانہ میں ایک مثقال کی برابر بھی ذرہ خیر نہ ہوگا۔ وہ فقیر نادم ہوا اور استغفار پڑھا خلاصہ کلام یہ کہ اس زمانے میں جو لوگ مصائب اور نقصانات دینی و دنیوی میں مبتلا ہیں یہ اسی وجہ سے ہے کہ اسلاف کی وضع چھوڑ دی ہے اور خود رائی کی بلاتین گرفتار ہو کر جو اون لوگوں کی عمدہ باتیں از قسم عبادت و عادات تھیں اون سب کو چھوڑ بیٹھے لہذا وہ جو برکات پہلے تھے وہ نہیں باقی رہے اللہ تعالیٰ توفیق خیر دے اور صراط مستقیم ایمانی پر قائم و مضبوط رکھے آمین۔

فائدہ جانا چاہیے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے نخلح کے ولیمہ مختلف ہوئے ہیں ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ولیمہ نخلح کے متعلیٰ کتب سیر میں لکھا ہے کہ بعد تمامی قاعدہ عقد صحیح ابوطالب نے کئی اونٹ ذبح کر کے اشرف قوم کو کھانا کھلایا اس عبارت سے قرینہ اس امر کا متقنی ہوتا ہے کہ گوشت دونی کھلایا ہوگا جیسا کہ مرقع ہے اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ولیمہ میں گوشت دونی نہیں تھا صرف ایک چھوٹے سے لکڑی کے برتن میں دو وہ تھا علامہ شیخ محمد بن عبدالباقی زر قانی مالکی اپنی شرح مواہب لدنیہ کی جلد دوم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۷۶ میں لکھتے ہیں کہ امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ بنا کی میرے ساتھ آنحضرت صلم نے میرے گھر میں اور خدا کی قسم کہ نہ آپ نے اونٹ ذبح کیا اور نہ بکری بلکہ ایک پیالہ جو بی تھا وودہ سے بھرا ہوا کہ جو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بھیجا تھا اور آسمان ربنا زید بن اسکن سے مروی ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ میں حضرت صدیقہؓ کی ہمراہی میں تھی جبکہ آپ کا رفاقت ہوا اور چند عورتیں بھی ہمراہ تھیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ذرہ بھر مٹی وہ اوس کو دیکھ لیا ۱۲ ہجرت

کے یہاں کوئی مہمان نہ تھا صرف ایک پیالہ مین دودھ تھا جس کو آپ نے تھوڑا نوش فرما کر
حضرت صدیق کو عنایت فرمایا اور ان کو لینے مین بوجہ شرم کے شامل ہوا تو مین نے ان سے کہا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی چیز واپس نہ کرو بلکہ بیلو تب اونھوں نے ٹھرتے ہوئے
لیا اور تھوڑا پیاتب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہمراہی عورتوں کو دید و اونھوں نے
کہا کہ ہم کو خواہش نہیں آپ نے فرمایا کہ بھوکہ اور جھوٹھ کو جمع نہ کرو یعنی یہ تمھارا کتنا غلط ہے۔ تو
مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب ہم لوگ کسی خواہش والی چیز کے بارہ مین کہیں کہ ہم کو
خواہش نہیں ہے تو البتہ جھوٹ ہو گا۔ اس صورت مین آپ نے فرمایا کہ جھوٹ جھوٹ ہی لکھا جاتا
اور حضرت ام سلمہ کے ولیمہ مین عسیدہ تھا مروی ہے کہ جبان سے آنحضرت صلعم نے نکاح کیا تو
حضرت زینب بنت خرمیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو چکی تھی آپ نے ان کا گھرانہ کو رہنے کے
لیے دیا جب یہاں گھر مین آئیں تو وہاں آپ نے ایک گھڑا یا جس مین تھوڑے سے جو تھے
اور ایک دیگ سنگین اور ایک چکی آپ نے تھوڑے جو اس چکی مین ڈال کر پیسے اور تہہ پیسے کے
دیگچہ مین ڈال کر روغن زیتون یا جربی ملا کر عسیدہ تیار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور
مین پیش کیا اوسى کو آپ نے بھی نوش کیا اور سب لوگوں نے اور وہی طعام ولیمہ ہوا۔ اور حضرت
ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیمہ نجاشی بادشاہ حبشہ نے کھلایا تھا کیونکہ وہی متولی نکاح ہوا تھا
جیسا کہ سابقاً گذرا۔ اور ایک روایت مین ہے کہ ان کا نکاح مدینہ طیبہ مین ہوا حبشہ سے واپس کے
بعد اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولیمہ کھلایا کہ جس مین گوشت تھا جیسا کہ مواہب لدنیہ
اور اوس کی شرح زرقانی سے معلوم ہوتا ہے اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے
ولیمہ مین گوشت وردی تھا شیخ محمد بن عبد الباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ کی جلد سوم طبعہ
مصر کے صفحہ ۲۹۴ مین لکھتے ہیں کہ حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ملہ عسیدہ ایک مہم کے طورے کو کتے مین ۱۶ منقوب

حضرت زینبؓ کے دلچسپے میں مسلمانوں کو بیٹ بھر کر گوشت دروئی کھلایا اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ نے اپنی کسی بی بی کے نکاح کا ولیمہ ایسا کیا ہو جیسا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا کیا کہ اس میں بکری بیچ کی اور اللہ کا شکر ادا کیا کیونکہ یہ نکاح بوجہ وحی کے ہوا تھا یہ قول کرمانی کا ہے یا یہ کہ یہ امر اتفاقی واقع ہوا نہ بالقصد جیسا کہ ابن بطل کا قول ہے یا اس بیان کرنے کی غرض سے کہ ایسا بھی جائز ہی جیسا کہ کرمانی اور ابن بطل کے علاوہ لوگوں کا قول ہے اور پھر ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرتؐ نے حضرت زینب سے نکاح کیا تو دروئی اور گوشت تیار کرایا اور ایک شخص سے کہہ دیا کہ لوگوں کو بلا لاؤ۔۔۔ چنانچہ ایک جماعت آئی اور کھا کر واپس گئی تیسرے دوسری جماعت آئی اور کھا کر واپس گئی۔۔۔ پھر وہی شخص اور لوگوں کو بلانے کو نکلا تو کوئی نہ ملا تب اس نے اگر عرض کیا نہ یا رسول اللہ اب کوئی نہیں ہے جس کو بلاؤں تو آپ نے فرمایا کہ کھانا اوٹھا لو انتہی اور حضرت زینب بنت خویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ولیمہ میں حسیں تھا شیخ علی بن برہان الدین حلبی اپنی کتاب انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون معروف بہ سیرۃ حلبیہ کی جلد سوم مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۲۶ میں لکھتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت خویہؓ سے نکاح کیا تو دو ہی ایک روز گزرے تھے کہ میری ماں ام سلیم نے چھوٹا بارسے اور پیر اور روغن کا حسیں بنا کر ایک برتن میں کر کے مجھے دیا اور کہا کہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لیجاؤ۔۔۔ عرض کر کہ میری ماں نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ بھیجا ہے جب میں نے کہ حاضر ہوا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلان فلان شخص کو جن کے نام بھی لیے میری طرف سے بلا لاؤ۔ اور اور جو بلجائیں اون کے علاوہ تو میں بلا لاؤں لوگوں کو جن کے نام آپ نے بتائے تھے اور اون کے علاوہ کو بھی جب واپس آیا تو دیکھا کہ گھر بھرا ہوا ہے لوگوں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ وہ لوگ کتنے

ہونگے تو اونھوں نے کہا کہ تین سو ہون گے۔ پھر حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اوس صیس پر رکھا اور کچھ زبان سے کلام کیا اور دس دس
آدمیوں کو بلا کر کھانا شروع کیا اور سب سے فرمایا کہ خدا کو یاد کرو اور ہر شخص اپنے سامنے سے کھائے
چنانچہ ان سب نے خوب سیر ہو کر کھایا بعد اوس کے آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اے انس! اس طرف کو
اٹھاؤ جب میں نے اوس کو اٹھایا تو میں نہیں کہہ سکا کہ جب لایا تھا اوس وقت زیادہ تھا یا اب
زیادہ ہو گیا میرے اٹھانے وقت اتنے فحش بفتح حاد سکون تھا نیا دس کھانے کو کہتے ہیں
جو خرکہ و دغ و غن اور قیر و ط سے بناتے ہیں حقیقت میں حلوے کے مثل ہوتا ہے کچھ دھون اور گھی اور آقط
سے بنتا ہے۔ اقط کہتے ہیں دہی کے پانی کو یعنی دہی کا پانی پکا کر مانند پنیر کے نکلیاں بنا لیتے ہیں۔
اور اوس کو قیر و ط بھی کہتے ہیں اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ولیمہ میں بھی صیس تھا رقی
اور گوشت نہ تھا حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خیبر سے واپس
ہوے تو ماہ بن خیبر اور مدینہ طیبہ کے مقام صبا میں آپ نے قاست فرمائی اور وہیں زفات واقع
ہوا حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں سے کہو کہ جس کے
پاس جو کچھ ہو وہ لے آئے اور چرمی فرش بچھا دیا گیا تو کوئی پیسہ لایا اور کوئی خرے لایا اور کوئی
گھی لایا اور ایک روایت میں ہے کہ کوئی ستو لایا اور یہ سب چیزیں ملا کر صیس بنایا گیا اور یہی ولیمہ
ہوا اور سب لوگوں کو کھلایا گیا انتہی کذا فی الزرقانی

خاتمہ از واج مظهرات و نبات مقدسات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی حالت
کے بیان میں (حال حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قحطانی بن کلاب۔ ان کی مان

فاطمہ بنت زایدہ بن الہم بنی عامر بن کوئی سے تھیں یہ شرافت و نجابت میں ممتاز اور دولت
 عزت سے قرشیوں میں سرفرار تھیں ان کا نام زمانہ جاہلیت میں طاہرہ تھا اس وجہ سے کہ
 اس زمانے میں عورتیں جو افعال کرتی تھیں ان سے یہ باطل پاک و صاف رہیں اور کینت
 ام ہند تھی ان کا نکاح سب سے پہلے ابی ہالہ سے ہوا جن کا نام نباش تھا اور بعض مالک۔ اور
 بعض کہتے ہیں زلمہ اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے ہند اور ہالہ جب ابی ہالہ مر گیا تب ان سے نکاح کیا
 عقیق بن عائد مخزومی قرشی نے ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی ہند اور بعض کہتے ہیں کہ پہلے
 عقیق کے نکاح میں تھیں ان کے مرنے کے بعد ابی ہالہ کے نکاح میں آئیں۔ بعد ان دونوں کے
 گزر جانے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا پچیس برس کے سن میں۔ اور آپ کی
 کل اولاد انہیں سے ہوئی سوائے حضرت ابراہیم کے کہ وہ حضرت ماریطیلیسی پیدا ہوئے۔ اور ان سے
 پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا اور نہ ان کی زندگی میں کسی سے
 نکاح کیا علاوہ شیخ محمد ابن عبد الباقی زرقانی مالکی شرح مواہب لدنیہ کی جلد سوم مطبوعہ مصر ۱۲۹۲ھ
 میں لکھتے ہیں کہ مدائنی نے اپنی سند خاص سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ شمر کہہ کی عورت
 زمانہ جاہلیت کی ایک عید میں جمع ہو کر تھیں ایک بار ان کے سامنے ایک مرد کی صورت
 آئی اور اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ اے کے کی عورت تو عنقریب تمہارے شہر میں ایک بنی
 ہو گا جس کو لوگ احمد کہیں گے پس تم لوگوں سے جس سے ممکن ہو اس کی زوجہ بناؤ وہ بنے تو
 سوائے حضرت خدیجہ کے اور سب کے ذہن سے یا مرجا تا رہا یعنی سب بھول گئیں اور آپ نے
 اس کو پورا کیا انتہی علامہ شہاب الدین علی مشہو ابن حجر عسقلانی اپنی کتاب صابہ فی تیسر الصحاۃ
 مطبوعہ کلکتہ کے ۵۳۹ھ میں لکھتے ہیں کہ نصہ نکاح حضرت خدیجہ بروایت ام سعد بنت سعد
 بن الربیع اس طرح ہے کہ نفیسہ بنت منیہ کہتی ہیں کہ جب حضرت خدیجہ بیوہ ہوئیں تو بہت سے

خرفاء و امراء نے ان سے نکل کی خواہش ظاہر کی مگر انھوں نے سب کو صاف جواب دیدیا۔
 اور کہدیا کہ مجھ کو نکاح کی خواہش نہیں ہے جب آنحضرت صلم نے ان کا مال لیکر بغرض تجارت
 سفر کیا اور وہاں سے کثیر تعداد میں نفع لیکر واپس ہوئے تو ان کو خود بخود خواہش ہوئی کہ حضرت
 کے نکاح میں آویں آؤں وقت انھوں نے مجھ کو بلا کر کہا کہ تو حضرت کے حضور میں حاضر ہو کر فریاد
 کر کہ آپ کو خواہش نکاح کی ہے یا نہیں۔ سو میں نے حضرت کی حضور میں حاضر ہو کر سارا حال
 عرض کیا آپ نے فرمایا کہ نکاح کا سادو سامان میرے پاس نہیں ہے تب میں نے عرض کیا کہ
 اگر کوئی عورت قوم کی شریف و مالدار رہی ملے کہ سامان نکاح کی بھی کفالت کرے تب تو کچھ غم
 نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا ایسی عورت کہاں ہے میں نے عرض کیا کہ خدیجہ بنت خویلد نکاح کرنا چاہتی
 ہے اور اس نے مجھ کو استعجاباً آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تب آپ نے قبول فرمایا توجہ الماحفل
 میں ہے کہ بعضے کہتے ہیں کہ مسیرہ غلام حضرت خدیجہ نے اس امر کو انجام دیا بہر دو صورت جب حضرت
 خدیجہ کو معلوم ہوا کہ حضرت کو نکاح سے انکار نہیں تو عمر بن اسد اپنے چچا کو جو سبب مرجلنے خویلد
 کے وارث تھا طلب کیا اور صورت حال سے اطلاع دی اور بعض کے نزدیک ورقہ بن نوفل اپنے
 چچا زاد بھائی کو بھی بلایا اور وہ دونوں رہنی ہوئے اور حضرت صلم نے اپنے چچا ابوطالب و حمزہ
 سے یہ حال کہا۔ یہ سب بھی رہنی ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت خدیجہ
 کے گھر گئے اور وہاں نکاح ایجاب قبول طرفین سے منعقد ہوا انتہی قیہ تمام قاعدہ عقد صحیح ابوطالب
 نے کئی اونٹ بیچ کر ا کے اشراف قوم کو کھانا کھلایا شیخ حسین ابن محمد بن حسن دیا ربکی تاریخ انھیں
 مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۹۹ میں لکھتے ہیں کہ بعد نکاح جب آنحضرت صلم تشریف لیجانے لگے تو
 حضرت خدیجہ نے عرض کیا کہ آپ کہاں جاتے ہیں توقف کیجیے اور دو یا چند اونٹ بیچ کر ا کے لوگوں
 کو کھانا کھلائیے چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا اور سب سے پہلے ہی ولیمہ آپ نے کیا کتاب التقی میں ہے

لہذا بایا ہے حضرت خدیجہ زینبؓ نے دف بجا کر قص بھی کیا اور حضرت خدیجہ نے آنحضرت صلعم سے یہ بھی عرض کیا کہ آپ ابوطالب سے بھی کہے کہ وہ بھی لوگوں کو کھانا کھلائیں۔ چنانچہ یہ بھی

ہوا ابوطالب اس تقریب سے نہایت مسرور ہوئے اور کہا الحمد للہ الذی اذہب عنا

الکروب و دفع عنا الهموم انتی ان کا مہربان اونٹ تھے اور ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے

کہ چار سو دینار تھے اور ایک روایت میں پانچ سو درہم لکھے ہیں کذا فی الموبہ و شرحہ للعلاۃ محمد بن

عبدالباقی زرقانی مالکی جب ان سے آنحضرت صلعم نے نکاح کیا تو ان کی عمر چالیس سال کی تھی جبکہ

ابن سعد کا قول ہے اور بعضے پینتالیس و بعضے اٹھائیس سال کہتے ہیں اور بن شریف

آنحضرت بر قول زہری کیسے سال کا تھا اور بعضے پچیس سال کہتے ہیں اور یہی اکثر علماء کا قول ہے

اور بعضے تیس سال کہتے ہیں جبکہ ابن عبدالبر وغیرہ کا قول ہے یہ بڑی عاقلہ و معیہہ و صالح الارادہ

تھیں ہمیشہ آنحضرت صلعم کی فرمان بردار رہیں کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی جو خلاف مرضی ہوتی۔

اصابع میں ہے کہ ابن اسحق کہتے ہیں کہ یہ اول اون لوگوں کی تھیں جو ایمان لائیں آنحضرت پر

اور ان باتوں کی تصدیق کی جو منجانب اللہ آنحضرت نے فرمائیں اور یہی قول زہری اور ایک

جماعت علماء کا ہے ہی لیے آنحضرت جب کسی امر بدیا کردہ کو سنتے تو اس کو خیال میں نہ لاتے اور نہ

یہ اس امر کو آپ کے خیال میں قابل خیال ہونے دیتے یعنی مشرکین جو بات آپ کی خلاف شان

یا بچ دینے والی کہتے تو حضرت خدیجہؓ اس کی تردید کر کے آپ کو ارادہ اصلی پر قائم رکھتیں اور اسی

طرف خود بھی متوجہ رہیں ان کے مناقب بہت سے ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں آزاہلہ یہ ہے کہ

بخاری و مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا

خیر نسائہا صریح و خیر انساہا خدیجہ اور حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے صحیحین میں کہ

سب قرینہ میں ثابت ہیں اس خدا کے ایسے جس نے ہم سے بخین اور غون کو دور دفع کیا ۱۲ منہ سب بہترین جو تو ان کی مریم و خدیجہ رضی اللہ عنہما ہیں ۱۲

ان جبرئیل قال للنبی صلم یا محمد ہذا خدیجۃ قد آمنتک باناء فیہ طعام وادام
 او شراب فاذا ہی آمنتک فاقرء علیہا السلام من ربہا و منی و بشرہا ببیت فی الجنة
 من قصب لا صخب فیہ ولا نصب یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلم کی حضور
 میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ خدیجہ آپ کے پاس کھانا اور پانی لیکر آتی ہیں تو اب
 جب وہ آئیں تو آپ نسی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کہیے اور ان کو بشارت دیجیے
 ایک مکان کی جنت میں قصب کے نام سے کہ وہاں میں غل و شور ہو گا کہ کسی قسم کا توب چنانچہ حضرت
 نے فرمایا کہ اے خدیجہ جبرئیل امین میرے رب کا سلام تمہیکہ کہتے ہیں حضرت خدیجہ نے کہا کہ

ان الله هو السلام ومنه السلام و علی جبرئیل السلام و علیک یا رسول السلام
 رحمۃ اللہ وبرکاتہ و علی من سمع السلام الا الشیطان علامہ ابن حجر فتح الباری شیح
 صحیح بخاری میں لکھتے ہیں کہ علماء کہتے ہیں کہ یہ قصہ لیل ہے حضرت خدیجہ کے مآل فقیہہ ہونے
 پر کہ انھوں نے د علیہ السلام نہیں کہا جیسا کہ اور صحابہ تشہد میں کہا کرتے تھے السلام علی اللہ
 اور آنحضرت صلم نے اوس سے اون کو منع فرمایا اور یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہی سلام ہے اس کے
 بدلے میں کہو التقیات للہ یعنی حضرت خدیجہ نے بوجہ اپنے فہم ہونے کے اس امر کو خیال کیا کہ
 اللہ پر سلام نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ مخلوق پر کیا جاتا ہے کیونکہ سلام بھی اوس کا نام ہے اور
 نیز اس سے دعائے سلامتی دینا معلوم ہوتی ہے اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے لیے شایان
 نہیں بلکہ اوس کے لیے شایان ہے لہذا آپ نے ہو السلام کہا پھر مغایرت بھی ظاہر کر دی
 کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کون امر مناسب ہے اور اوس کے غیر کے لیے کون امر ذرا کہ و علی جبرئیل
 السلام پھر کہا و علیہ السلام اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح سے رسول سلام اوس پر ضروری
 ہے مثلاً اللہ سلام ہے اور اوی سے سابقہ ہے جبرئیل پر سلام اور آپ پر سلام اے خدا کے رسول اور اعلیٰ
 رحمت اور برکتیں اور ہر اوس شخص پر سلام کہ جو نے سوائے شیطان کے

ہے جس نے کہا ہوتا ہے ہی اوس پر بھی جس نے پونچایا ہوا اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت جبریل وقت جواب موجود تھے اس لیے اون پر رد سلام کیا اور آنحضرت صلم پر دو بار ایک بار بوجہ تخصیص اور ایک بار بوجہ تعظیم کے اور شیطان کو سامعین سے خارج کر دیا کیونکہ وہ مستحق دعا نہ تھا حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ شریف کی فصل اول باب مناقب ازواج النبی صلم مطبوعہ کلکتہ کے صفحہ ۴۸۴ و ۴۸۵ میں اسی حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ مکہ سے غار حرا میں آتی تھیں جہاں آنحضرت صلم مشغول بہ عباد ہوتے تھے اور چند دنوں کا کھانا اپنے ساتھ لے جاتے تھے اتفاقاً ایک روز حضرت خدیجہ وہ کھانا لے گئیں تو یہ بشارت پائی نصیب شرع کا یہی قول ہے اور مشہور یہ ہے کہ آنحضرت صلم کا مشغول بہ عبادت ہونا نزول حضرت جبریل سے قبل تھا اور ظاہر بعد نزول کے بھی کسی وقت میں غار حرا میں آنحضرت ہونگے اور حضرت خدیجہؓ کھانا آپ کے واسطے لے گئی ہوں گی یا یہ کھانا لے جانا کسی اور وقت ہوگا واللہ اعلم اور نصب کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ بہشت میں گنبد میں مروارید کے اور نصب اوس کے جواہرات لے لے ہے جو لانا و محو ہوتا ہے اور دیگر حدیثوں میں صراحتاً ذکر کر لو و در کا بھی آیا ہے نہ اوس گھر میں شہر ہے نہ رنج و تعب و بخت یعنی باہگ و فریاد اور نصب بختیں یعنی رنج و رنج دیدن یعنی وہ گھر ایسا ہے جس میں کوئی زحمت و تکلیف نہیں بخلاف دنیا کے گھروں کے جو بلا محنت و مشقت اور غل و شور کے بنتی ہی نہیں ہیں اور یہ بشارت حضرت خدیجہؓ کو سب سے پہلے اسلام لانے کی جزا میں ملی ہے کیونکہ آپ برضا و رغبت بلا شرت و تعب مناجات ایمان لائیں انتہی امام محمد بن النعمان نووی اپنی کتاب تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں کہ بروایت بخاری و مسلم حضرت صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ فرماتی تھیں کہ مجھ کو آنحضرت صلم کی بی بیوں میں کسی پر رشک نہیں ہوا سوائے حضرت خدیجہؓ کے حالانکہ میں نے اون کو دیکھا نہیں تھا اگر

حضرت اہل بیتؑ کو یاد بہت کرتے تھے اور جب بکری ذبح کرتے تو اوس کے گوشت کے حصے اہل بیتؑ کی جان پہچان والی عورتوں کو بھیجتے تین اکثر آپؐ سے عرض کرتی کہ کیا دنیا میں کوئی عورت خدیجہؑ کے صفات سے متصف نہ تھی تو آپؐ فرماتے کہ وہ ایسی اور ایسی تھیں ابہام اور مبالغہ کے طور پر نیز اس طرف اشارہ کرتے کہ اہل بیتؑ کے اوصاف حد و اندازہ سے زائد ہیں اور فرماتے ہیں کہ میری اولاد اہل بیتؑ سے ہوئی اور وہی کون اولاد فاضل تر و کامل تر ہو سکتی ہے حضرت فاطمہؑ والدہ حسنین سلام اللہ علیہم اجمعین سے اس سے تعریض ہے اس امر پر کہ حضرت عائشہؓ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور بھی یہ کہ عورتوں کے فوائد اور اخلاقیات و اوصاف سے اولاد ہونا ہے صحیح بخاری شریف میں حضرت صدیقہؑ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ذکر اکثر فرمایا کرتے تھے اور سند ابی یعلیٰ موصلی میں باننا حسن حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ جنت کی بزرگ عورتوں سے خدیجہؑ بنت خویلد اور فاطمہؑ بنت محمد اور مریمؑ بنت عمران اور آسیہؑ بنت مزاحم زوجہ فرعون ہیں حضرت خدیجہؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چوبیس برس اور چند مہینے رہیں اور ایک قول یہ ہے کہ چوبیس برس پانچ مہینہ آٹھ روز رہیں اور بعضوں کے نزدیک پندرہ برس قبل وحی کے آپؐ ہیں اور بانی بعد اوس کے انتہائی غرض کہ مدۃ العمر یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی اور اطاعت میں مصروف رہیں اور جو فرائض منصبی تھے وہ بہت خوش اسلوبی سے انجام دیتی رہیں۔ اصابہ میں ہے کہ سیدان کی اطاعتوں کے جو قبل امت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم واقع ہوئیں ایک یہ بھی ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا میلان خاطر حضرت زید بن حارثہؓ کی جانب پایا اور وہ ان کی ملک میں آچکے تھے آپؐ نے فوراً ان کو خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیا بلکہ یہ کہہ کر دیا۔ اسی وجہ سے بعضوں کا قول ہے کہ مردوں میں سب سے قبل حضرت زیدؓ مسلمان ہوئے بعد اہل بیتؑ کے اور لوگ واللہ اعلم ان کی وفات ماہ رمضان سنہ ۱۱ میں نبوت سے قبل ہجرت کے ہوئی اور عمر وقت وفات کے بر قریب مؤخرین سنہ ۱۱ میں

کی تھی۔ آنحضرت صلعم ان کی قبر میں اترے اور دعا فرمائی کیونکہ اوس وقت تک نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی اور مقبرہ حجون میں دفن ہوئیں یہ واقعہ ابو طالب کی وفات کے تین دن بعد ہوا۔ نقل ہے کہ جب یہ بیمار ہوئیں اور سکرات کا وقت ہوا تو آنحضرت صلعم ان کے سر ہاتھ تشریف لاکر بیٹھے اور فرمایا کہ تمہارا کرب و اضطراب مجھ کو کہہ کر وہ معلوم ہوتا ہے اور رفاقت بہت مشکل نظر آتی ہے۔ میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ تم بہشت میں بھی میرے نکاح میں ہوگی اور مریم مادر عیسیٰ علیہ السلام و کلمہ خواہ ہر موسیٰ علیہ السلام و آسیہ زوجہ فرعون بھی میرے نکاح میں ہوں گی حضرت خدیجہ بولین کہ آپ کو مبارک ہو اور تعالٰیٰ کیا اَنَا لِلّٰہِ وَاَنَا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ بعض خصائص آپ کے اس جگہ قابل ذکر ہیں۔ اول یہ کہ جب تک زندہ رہیں آنحضرت صلعم نے دوسری عورت سے نکاح نہیں کیا دوسرے یہ کہ آنحضرت ان کے پاس کبڑ پونچھے یعنی صحبت عورت سے آشنائے تھے تیسرے یہ کہ آنحضرت صلعم نے ان کو افضل نسا راست فرمایا جس طرح حضرت عائشہ صدیقہ کون فرمایا اسی سبب سے علما کو اختلاف ہے بعض خدیجہ کو افضل کہتے ہیں اور بعض عائشہ کو اور بعض متوقف ہیں ہیجۃ المحافل میں ہے کہ اہل تحقیق کے نزدیک حضرت خدیجہ افضل ہیں اور حضرت فاطمہ بنتہ الرسول سب سے افضل ہیں چوتھے حضرت جبریل علیہ السلام نے سلام رب العالمین بواسطہ حضرت سید المرسلین حضرت خدیجہ کو پہنچایا یا پونچھیں جب تک آپ زندہ رہیں آنحضرت صلعم کو آزر دہ نہیں کیا چھٹے سب او لاؤ آنحضرت کی انھیں سے ہوئی سوائے حضرت ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ سے ہوئے۔ ان کی ایک بہن ہارہ تھیں وہ بھی باسلام لائیں اور ان کی وفات کے بعد تک زندہ رہیں صحیح بخاری میں ہے کہ ایک بار حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد ان کی بہن ہارہ آنحضرت صلعم سے ملنے کہ من اولاد نہ رہنے کی اجازت چاہی اور ان کی آواز حضرت خدیجہ کی آواز سے ملتی تھی آنحضرت صلعم کے کانوں میں جب ان کی آواز پڑی تو حضرت خدیجہ یاد آئیں اور آپ بھوکا دھتے

اور فرمایا کہ ہاں میں حضرت عائشہ بھی سمجھتی ہوئی تھیں اور ان کو نہایت رشک ہوا اور کہنے لگیں کہ آپ کیا ایک بوڑھی عورت کو یاد کیا کرتے ہیں جو مرچکین اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے ابھی نبی بیان دین سے آنحضرت صلعم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہرگز نہیں جب لوگوں نے سیری تکذیب کی تو انھوں نے تصدیق کی جب لوگ کافر تھے تو وہ اسلام لائیں جب میرا کوئی مددگار نہ تھا تو انھوں نے سیری مدعی انتہی فائدہ مریم بنت عمران الصدیقہ والدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ حافظہ ابوالقاسم ابن عساکر تاریخ دمشق میں لکھتے ہیں کہ یہ ربوہ میں تھیں۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ ان کا مزار شریب میں ہے مگر یہ صحیح نہیں اور ان کا نسب ذکر کیا ہے کہ وہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی اولاد سے تھیں ان میں اور ان میں جو بیس پشتیں درمیان میں ہیں بعد اس کے مفسرین کے اقوال لکھے ہیں اس قول حق تعالیٰ میں کہ واوینا ہمالی ربحۃ خات قرار ومعین یعنی جگہ دی ہم نے ان دونوں کو زمین بلند کی طرف جو رہنے کی جگہ ہے اور دہان پاتی بھی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب پیدا ہوئے اس وقت کے بادشاہ نے نجومیون سے سنا کہ بنی اسرائیل کا بادشاہ پیدا ہوا اس وقت سے وہ بچن ہو گیا اور ان کی تلاش میں پڑا ان کو بشارت ہوئی کہ اس ملک سے نکل جاؤ یہ نکل کر ملک مصر میں گئیں ایک گاؤں کے زمیندار نے ان کو اپنی بیٹی بنایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب جوان ہوئے تو اس جگہ کا بادشاہ مرچکا تھا آپ اپنے وطن میں واپس آئے جو ایک گاؤں تھا ٹیلے پر اور دہان کا پانی اچھا تھا فقیر حلالین میں ہے کہ ربوہ اپنی جگہ کو کہتے ہیں اور وہ بیت المقدس ہے یا دمشق یا فلسطین۔ اور ان کی مان کا نام حنہ (رح) کے برابر دونوں کی تشدید سے تبادہ کہتے ہیں کہ جب ان سے کہا گیا کہ لے مریم فرمان برداری کر اپنے رب کی تو اس وقت سے حضرت مریم کھڑی ہو کر اس قدر عبادت کرتی تھیں کہ ان کے دونوں پیروں پر دم کر جاتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ نمازیں اتنی پڑھتی

تھیں کہ ان کے پیروں پر دم کر جاتے تھے حافظہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ حضرت مریم بعد اودھ جانے حضرت عیسیٰ کے پانچ برس زندہ رہیں اور آون کی عمر تین برس کی ہوئی ابواہمہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ عزوجل جنت میں سیری بنی بنی بنا دیکھا مریم بنت عمران اور کلثم خاہر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آسیہ زوجہ فرعون کو تو میں نے عرض کیا کہ آپ کو مبارک ہو یا رسول اللہ اور صحیح میں ہے کہ جو لڑکا پیدا ہوتا ہے اس کو شیطان فرود چھوٹا ہے سواے حضرت عیسیٰ اور اون کی مان کے کہ اذن کو شیطان نے نہیں چھوا اور حدیث صحیح میں ہے کہ خیر نسائھا مویہ کذا فی تہذیب الاسماء واللغات للإمام النووی الشافعی۔

حال المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبد ود بن نضر بن مالک بن حنبل بن عامر بن لوی بن غالب قرشہ عامریہ قبضے کہتے ہیں ان کی کنیت ام الاسود تھی اور آنحضرتؐ سے پہلے یہ اپنے چچا کے بیٹے سکران بن عمر سیل بن عمر کے بھائی کے تحت میں تھیں سکران بن عمر رضی اللہ عنہ مسلمان تھے اور مہاجرین حبشہ سے تھے یہ دونوں میان بی بی مکہ میں آئے اور مکہ میں سکران نے بحالت اسلام انتقال کیا ایک بیٹے عبدالرحمن نام چھوڑ کر جو جنگ جلولاء میں مارے گئے یہی قول ابن اسحق وغیرہ کا ہے ابن قتیبہ کہتے ہیں کہ یہ مرے اور کوئی عقبہ نہیں چھوڑا ابن سعد کہتے ہیں کہ سودہ مکہ میں بہت پہلے مسلمان ہوئیں اور بعیت کی اور اون کے زوج سکران ابن عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے اور دونوں دوبارہ پھر حبشہ ہجرت کر گئے حضرت سودہ کی مان کا نام شمس بنت قیس بن عمر بن عبد شمس تھا علامہ شیخ محمد ابن عبد الباقی زرقانی مالکی حلیہ سوم شرح مواہب لدنیہ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۸۲ میں لکھتے ہیں کہ امام احمد نے بند حبید اور طبرانی نے بروایت

ثقات حضرت عائشہؓ سے روایت کی اور ابن سعد اور بیہقی نے ابنہ بن سل ابی سلمہ بن عبد الرحمن
 بن حاطب سے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آنحضرت صلیم نہایت غمگین و پریشان
 رہتے تھے۔ ایک بار خولہ بنت حکیم زوجہ حضرت عثمان بن مظعون نے بکرم عرض کیا کہ آپ نکاح کیوں
 نہیں کرتے حضرت نے فرمایا کہ کس کے ساتھ اونھوں نے کہا کہ اگر اتحد کے ساتھ نکاح کرنا منظور ہو تو
 عائشہ بنت صدیق اکبر موجود ہیں اور جو بیوہ کے ساتھ کرنا منظور ہو تو سودہ بنت زمعہ موجود ہیں جو آپؐ
 ایمان لایا چکین حضرت نے فرمایا کہ دونوں جگہ پیغام دیو چنانچہ خولہ اولاً حضرت سودہ کے پاس گئیں
 اور پیغام دیا اونھوں نے قبول کیا مگر یہ کہا کہ میرے باپ ذکر کردار و دروہت بڑے تھے خولہ اون کے
 پاس گئیں اور بطریق جاہلیت سلام کیا یعنی انعم صلیحاً پھر نکاح کا پیغام سنایا اونھوں نے کہا
 کہ ہاں محمد شریف کفو ہیں لیکن سودہ سے دریافت کر لو خولہ نے کہا کہ اونھوں نے منظور کیا ہے تب
 اون کے باپ نے کہا کہ بہتر ہے جب سب مراتب طے ہو گئے تو آنحضرت صلیم خود تشریف لے گئے
 اور حضرت سودہ کے والد نے نکاح پر ٹھایا اور چار سو درہم مہر قرار پایا بعد نکاح کے حضرت سودہ کے
 بھائی عبداللہ ابن زمعہ جو اس وقت کافر تھے آئے اون کو یہ حال معلوم ہوا تو اونھوں نے سر پر
 خاک ڈالی اور رنجیدہ ہوئے پھر جب وہ مسلمان ہوئے تو اپنی حرکت پر نہایت افسوس کرتے تھے
 آنحضرت صلیم نے رمضان سنہ نبوی میں بعد وفات حضرت خدیجہؓ اور قبل تزویج حضرت
 عائشہ ان سے نکاح کیا اور دخول کیا مگر منغلہ میں پھر ان کو اپنے ساتھ مدینہ شریف لے گئے اور علاوہ
 ابن سعد کے ابن اسحق اور قتادہ اور ابی عبیدہ اور ابن قیسہ وغیرہم کا قول ہے کہ رسول اللہ صلیم نے
 حضرت عائشہؓ سے قبل ان سے نکاح کیا اور ابن اثیر کا قول ہے کہ حضرت سودہ اول دن بیہوش
 تھیں جن سے آنحضرت نے بعد حضرت خدیجہؓ کے نکاح کیا اور یہی قول ہے عقبہ کا زہری سے اور عبد اللہ
 بن محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ ان سے نکاح کیا آنحضرت نے بعد حضرت عائشہؓ کے اور یہی یونس نے

زہری سے نقل کیا مجمع بین القولین اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے عقد کیا حضرت
 عائشہ سے قبل حضرت سودہ کے اور گھر میں لائے حضرت سودہ کو قبل گھر میں لائے حضرت عائشہ
 کے کیونکہ تزویج کا لفظ دونوں معنوں عقد و دخول پر بولا جاتا ہے حضرت شیخ عبدالحق محدث
 دہلوی حواج النبوة کے صفحہ ۵۵۰ میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت سودہ حبشہ سے مکہ میں آئیں تو خواب
 دیکھا کہ آنحضرت صلعم اون کے پاس تشریف لائے اور پائے مبارک اون کی گردن پر رکھے جب
 بیدار ہوئیں تو یہ خواب اپنے شوہر سے بیان کیا آؤں نے جواب دیا کہ اگر یہ خواب تیرا سچ ہے تو غفر
 میں مرجاؤں گا اور پیغمبر صلعم تیری خواہش کریں گے پھر دوبارہ خواب میں دیکھا کہ میں تکیہ لگائے
 بیٹھی ہوں اور باجنتاب آسمان سے آکر مجھ پر گرا اس واقعہ کو بھی اپنے شوہر سے بیان کیا اہل نے پھر
 جواب دیا کہ اگر یہ خواب تیرا سچ ہے تو میں غفر میں مرجاؤں گا اور پیغمبر صلعم تیری خواہش کریں گے
 اسی روز وہ بیمار ہوئے اور بعد چند روز کیونکا انتقال ہو گیا اور یہ بیوہ ہو گئیں تب آنحضرت صلعم
 نے سلسلہ نبوی میں بعد وفات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ان کے ساتھ نکاح کیا اور ہمسر
 چار سو درہم مقرر کیا اور ہجرت کی مدنیہ منورہ کی طرف چونکہ ان کی عمر زیادہ تھی اس وجہ سے
 سلسلہ ہجری میں ان کو طلاق دی قول صحیح یہ ہے کہ ارادہ طلاق دینے کا کیا تھا کہ ایک است کو
 جب آنحضرت صلعم حضرت عائشہ کے بیان تشریف لیجانے لگے تو یہ سربراہ آکر بیٹھ گئیں اور عرض
 کیا کہ یا رسول اللہ میں آپ سے کوئی طعن نہیں رکھتی اور نہ مرد کی خواہش رکھتی مگر یہ چاہتی ہوں
 کہ قیامت کے روز آپ کی ازواج میں اونٹنائی جاؤں اور میں اپنا یومِ نوبت عائشہ کو دیتی ہوں
 تب آنحضرت صلعم اپنے ارادے سے باز رہے اور طلاق نہیں دی یا رحمتِ فرمائی باخلافِ
 قولین حضرت ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع میں اپنی بی بیوں سے فرمایا
 کہ یہ حجۃ الاسلام تھا جو سر سے ساقط ہوا اب اس کے بعد مصلیٰ کو غنیمت جانو اور گھر سے باہر نہ نکلو تو

اور بی بیان آنحضرتؐ کی آپ کے بعد حج کرنے جاتی تھیں ہجر حضرت سودہؓ اور زینب بنت
جحش کے کہ یہ دونوں نہیں گئیں اور کہنے لگیں کہ ہم بعد آنحضرتؐ صلعم کے سواری پر سوار
نہ ہوں گے موافق وصیت آنحضرتؐ صلعم کے انتہی سیدہ زہراؓ اور فاطمہؓ بی بی تھیں ایک بار
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس ایک قبیلہ بھیجی لانے والے سے انھوں نے دریافت کیا کہ
اس میں کیا ہے اوس نے کہا درہم ہیں بولین کھجور کی طرح قبیلہ میں درہم رکھے جلتے ہیں یہ لکھ
اوسی وقت سب تقسیم کر دیے اطاعت و فرمان برداری میں بھی اور تمام بی بیوں سے متار تھیں
کہتے ہیں کہ یہ دراز قد اور لجم و شجیم تھیں اور اسی وجہ سے تیز چل پھر نہیں سکتی تھیں حجۃ الوداع میں
جب آنحضرتؐ صلعم کے مزدلفہ سے چلنے کا وقت قریب آیا تو انھوں نے آنحضرتؐ سے اسی بنا پر
سب سے پہلے چلنے کی اجازت چاہی کہ حج میں چلنے سے تکلیف ہوگی آیت حجاب کئی تھیں کی
وجہ سے نازل ہوئی جیسا کہ بخاری شریف میں ایک حدیث ہے کہ ایک بار یہ موافق معمول اہل عرب
رات کے وقت قضاے حاجت کے لیے مکان سے باہر نکل جانے لگیں چونکہ آپ کا قہر نامان تھا
حضرت عمرؓ نے پہچان لیا اور کہا کہ سودہؓ ہم نے تم کو پہچان لیا اسی واقعہ کے بعد آیہ حجاب نازل ہوئی
اور دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ آپ کے حضور میں
ہر قسم کے لوگ آتے ہیں اگر آپ پردہ کرنے کا حکم عوام کو دیتے تو زیادہ اچھا ہوتا علامہ ابن جریر
اپنی تفسیر میں مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار آنحضرتؐ صلعم صحابہ کے ساتھ کھانا کھا رہے
تھے حضرت عائشہؓ بھی شریک تھیں ایک آدمی کا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے چھو گیا آنحضرتؐ کو یہ سخت
ناگوار گذرا اوس پر آیت حجاب اتری تعینہ کہتے ہیں کہ حضرت زینبؓ کی دعوت و امیہ میں آیت
حجاب اتری واللہ اعلم علامہ ابن حجر نے جلد اول فتح الباری میں ان روایتوں میں یوں تطبیق
دی ہے کہ آیت حجاب کے نزول کے ابا عبد اللہ بن عباسؓ نے آخری سبب حضرت زینبؓ کا واقعہ تھا

اور وہی آیت کا شان نزول ہے جیسا کہ خود آیت میں واقعہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے لیکن کی
 مریہ حدیث میں کتب متداولہ میں پانچ بہن منجملہ ان کے ایک بخاری شریف میں ہے۔ اور باقی سنن
 اربعہ میں ان کا انتقال ماہ شوال ۳۷۸ھ زمانہ امارت امیر معاویہ میں ہوا کذا فی المصاب اور ایک
 قول یہ ہے کہ وفات ان کی آخر زمانہ خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں ہوئی مابج النبوة میں ہے
 کہ حضرت عمر نے کہا کہ ان کا جنازہ رات میں اٹھانا چاہیے تو اسماء بنت عیسٰی بولیں کہ میں نے حبشہ
 میں دیکھا ہے کہ عورتوں کے لیے نعش بناتے ہیں چنانچہ انھوں نے بنائی اور ان کو اوس نعش پر رکھا
 اور سب سے پہلے انھیں کے لیے نعش بنائی گئی جب حضرت عمرؓ نے نعش کو دیکھا تو اسماء بنت عیسٰی
 کو دعا دی کہ **سَيِّدَتُنَا سَيِّدَةُ رَبِّكَ اللَّهُمَّ** اور روضۃ الاحباب میں ہے کہ نعش زینب بنت جحش کے لیے
 بنائی گئی اور تحقیق یہ ہے کہ اسماء بنت عیسٰی نے نعش اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے بنائی
 کیونکہ وفات حضرت زہراؓ ان سے مقدم ہے انتہی اور حجت القیام میں دفن ہوئیں ابن اسحاق
 کہتے ہیں کہ اول ازواج مطہرات حضرت خدیجہ میں پھر سودہ پھر عائشہ پھر خضہ پھر زینب بنت
 خزیمہ المساکین پھر ام حبیبہ پھر ام سلمہ پھر زینب بنت جحش پھر جویریہ پھر صفیہ پھر سمیۃ رضی اللہ عنہن
 کذا فی تہذیب الاسماء واللغات للامام النووی الشافعی

حال حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

یہ صدیقہ قرشبہ صاحبزادی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تھیں امام نووی کتاب تہذیب الاسماء
 واللغات میں لکھتے ہیں کہ ان کی والدہ ام رومان تھیں رومان بصرہ واسکون واوشہور ہی ہے
 اور ابن عبد البر نے استیاب میں لکھا کہ بعضے کہتے ہیں کہ رومان نبتہ راوہم راوہ و نون طریح ہے
 بنت عامر بن عویم بن عبد شمس تہی والدہ ہیں حضرت صدیقہ اور حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرؓ کی

ان کی وفات ماہ ذی الحجہ سلسلہ ہجری میں ہوئی۔ یہ واقف اور زبیر کا قول ہے اور بعض
 کہتے ہیں سلسلہ یاسین میں ہوئی ابن اثیر کا قول ہے کہ جس کو گمان ہے کہ ان کی وفات
 سلسلہ یاسین میں ہوئی یہ اس کا وہم ہے کیونکہ یہ بات صحیح ہے کہ رضیہ انک میں زندہ
 تھیں اور رضیہ انک شعبان سلسلہ میں واقع ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں بارہ ترے اور ان کے
 لیے دعائے مغفرت کی اور یہ اسلام طائین قبل ہجرت کے تاج المہمیس کی جلد دوم مطبوعہ مصر کے
 صفحہ ۲۸ میں ہے کہ لہر رومان بضم راء فتح میم ثبوت عامر بن عمرو قبیلہ کنانہ سے یہ قدیمہ الاسلام تھیں
 اولاً عبداللہ بن مخزومہ کے تحت میں تھیں ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا طفیل جو حضرت عائشہ
 کا انبیانی بھائی تھا کہ انی اسد الغابہ۔ پھر جب عبداللہ مرے تو ان سے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے
 نکاح کیا اور ان سے عبدالرحمن اور حضرت عائشہ پیدا ہوئے جب ان کا انتقال ہوا تو آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے اور فرمایا کہ جس کو حورین دیکھنا منظور ہو تو ان کو دیکھے ان کی وفات کا آنحضرت
 کے زمانے میں ہونا محمد بن سعد اور ابی ہریرہؓ کا قول ہے اور اور لوگوں کا قول ہے کہ یہ بعد
 حضرت صلعم کے زمانہ دراز تک زندہ رہیں کہ انی الصفوہ انتی حضرت عائشہؓ کی کنیت ام عبداللہ تھی
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کنیت ان کے بھانجے عبداللہ ابن زبیر کے نام سے رکھی ابو بکر بن ابی خنیسہ اپنی
 تاریخ میں ابن احاق سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت صدیقہ سلیمان ہونیں بچپن میں بعد اٹھارہ
 آدمیوں کے مسلمان ہو چکے تھے اور حضرت نے ان سے نکاح کیا کہ میں ہجرت سے دو برس پہلے
 یہ ابی عبیدہ کا قول ہے اور ان کے علاوہ لوگوں کا قول ہے کہ تین برس پہلے اور بعض ڈیڑھ برس
 پہلے کہتے ہیں اور آپ اس وقت چھ برس کی تھیں اور گھر میں لائے آنحضرت ان کو ہجرت کے
 بعد مدینہ میں غزوہ بدر سے واپس ہو کر ماہ شوال سلسلہ ہجری میں اس وقت آپ کی عمر نو برس
 کی تھی اور بعض کہتے ہیں کہ ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان نامہ ہجرت کے سات بیٹے بعد ہے۔ مگر یہ

قول ضعیف ہے اور اس کے ضعف کو میں نے واضح کر دیا ہے اور اہل شرح صحیح بخاری میں اور
 مشہور کتب کے نام میں اکثر روایات کے نزدیک عائشہ ^{رضی اللہ عنہا} الف کے ساتھ ہے اور عمر زاہد نے آخر شرح طبری
 میں بروایت ثعلب اور آدم بن محمد بن ابی العزابی سے نقل کر کے لکھا ہے کہ نصیح تر لغتوں کا عائشہ
 ہے اور بعض عیشہ کہتے ہیں۔ لغت نصیحہ ابو عمر کہتے ہیں کہ عائشہ ماخوذ ہے عیش سے تین کتابوں
 کہ یہ لغت بھی حکایت کی ہے علی بن حمزہ نے علاء محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی جلد سوم شرح
 مواہب اللیہ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۷۹ میں لکھتے ہیں کہ ابو موسیٰ اشعرشی کہتے تھے کہ جو امرا صحابہ اللہ
 صلعم پر شکل ہوتا تھا یا حدیث وغیرہ تو وہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کرتے تھے۔ اور
 آپ اوس کو حل کر دیتی تھیں یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ آپ کو اس امر کے متعلق علم نہیں ہے۔ اور عروہ
 کہتے تھے کہ میں نے کسی کو عالم تر کلام اللہ اور قرآن اور امور طہال و حرام و فقہ و شعر و طب و قصص اہل
 عرب و علم انساب میں حضرت صدیقہ سے نہیں پایا مسروق کہتا ہے کہ میں نے اکابر صحابہ کو
 اور ایک روایت میں ہے کہ سن رسیدہ لوگوں کو صحابہ رسول اللہ صلعم سے دیکھا کہ وہ مسائل قرآن
 کے حضرت صدیقہ سے دریافت کرتے تھے۔ اور طبرانی نے بذریعہ روایات صحیح موسیٰ بن طلحہ سے روایت
 کیا کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے کسی کو نصیحہ تر حضرت عائشہ سے نہیں پایا اور امام احمد نے کتاب الزہد میں
 اور حاکم نے احف بن قیس سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرات خلفاء راشدین
 ابی بکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذی النورین و علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کے خطبے سنے اور آون کے
 بعد کے لوگوں کے بھی لیکن کسی کی زبان سے اس قدر بہتر اور عمدہ نہیں سنا جیسا کہ حضرت صدیقہ
 رضی اللہ عنہا کی زبان سے سنا۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حج میں اشعار کہے
 اوس کے دو شعر بیان پر لکھے جاتے ہیں۔ ان سے آپ کے نصیحہ و لطیفہ و محبوبہ آنحضرت صلعم ہونے کا
 اندازہ ہو جاتا ہے۔ وہ یہ ہیں ۵

قلوب سمعوا في مصر واصناف خدي

لما بدن لوافي سوم يوسف من نقد

لواحي ذليلها اوراين جبينه

الاذن بالقطع القلوب على ايدى

آپ کی قابلیت و ذہانت قوت اجتہاد واقعی خدا داد تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں آپ برابر فتویٰ دیتی تھیں اور انکا صحابہ پر دقیق اعتراضات کرتے جن کو علائہ سیوطی نے ایک خاص سالے میں جمع کر دیا ہے اور خوش تقریریں تھیں کہ آپ کی شاگردوں کا بیان ہے کہ ہم نے آپ کے زمانے میں آپ سے بڑھ کر کسی کو خوش نصیب پر نہیں پایا۔ شرآے عرب کے بڑے بڑے فقیہ سے آپ کو زبان یاد تھے شیخ عبدالحی محدث دہلوی مدارج النبوة میں لکھتے ہیں کہ آپ سے ایک جماعت کثیر نے صحابہ و تابعین سے روایت کی۔ اور آپ کے عظیم فضائل و مناقب سے یہ ہے کہ آپ محبوبہ آنحضرت صلعم تھیں۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ پہلی دوستی جو اسلام میں پیدا ہوئی وہ آنحضرتؐ کی دوستی تھی حضرت عائشہ کے ساتھ آوریہ بات صحیح ہے کہ آنحضرتؐ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک دوست ترین لوگوں میں کون ہے آپ نے فرمایا عائشہ تب لوگوں نے پوچھا کہ اگر مردوں میں فرمایا اون کے باپ حضرت عائشہؓ سے۔ روایت ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ عورتوں میں کون شخص محبوب تر تھا آنحضرت صلعم کو حضرت صدیقہؓ نے کہا فاطمہؓ۔ پھر پوچھا گیا کہ مردوں میں کون محبوب تھا فرمایا اون کے شوہر وجہ تطہیق ان دونوں بیانون میں یہ ہے کہ تمام ازواج مطہرات میں محبوب تر حضرت صدیقہ تھیں۔ و آرد میں حضرت زہرا۔ اور اہل بیت میں حضرت علیؓ اور صحابہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم و حمیم اور حشمتین مختلف ہیں حضرت صدیقہؓ سے منقول ہے کہ ایک روز آنحضرت صلعم اپنے نعلین مبارک میں پوند لگاتے تھے اور میں چرخہ کات رہا تھی اسی حالت میں آنحضرتؐ کے ردی مبارک

سے آرمہ میں دُور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسارے کے اوصاف خطے کو بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے رخ میں نقد بیچ کرتے۔ رامت کرنے و ابان نیچا کی اگر اوس پیشانی کو دیکھ لیں تو اپنے قلوب کا کٹنے کو ہاتھ کاٹنے پر بہتر سمجھیں ۴۴

کی طرف میری نظر پڑی تو معلوم ہوا کہ عرق آپ کی چین مبارک سے ٹپک رہا ہے اور اس عرق
 سے انوارا بانہن میں حیران رہ گئی حضرت نے میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ کیوں حیران ہو۔
 میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بشر نورانی اور پیسے میں دُوبی ہوئی پیشانی دیکھ کر آپ
 اٹھے اور میرے پاس آکر میری دونوں آنکھوں کے درمیان میں بوسہ دیا اور فرمایا کہ اے عائشہ
 عجبکو اللہ بہتر جزا دے اس وقت تو نے اپنے سے زائد مجھکو مسرور کیا یعنی میرا ذوق دوسرے سے
 تیرے ذوق دوسرے سے زائد ہے جو مجھکو مجھ سے ہوتا ہے یہ فعل آپ کا انصاف و آفرین کرنے کے
 طور سے تھا حضرت عائشہؓ پر کہ انہوں نے بہ نظر محبت آپ کے جلال مبارک کو دیکھا مصحح غلام مجتہد
 کہ جلال تو دیدہ است + اے خنک حشبی کہ ان حیران دست + دی ہادیوں ل کہ ان بریان است
 انتہی بقدر الضرورة شیخ نورالحق محدث دہلوی تیسرا قاری شمس صحیح بخاری کے چودھویں پارہ کے
 صفحہ ۴۸۷ باب مناقب عائشہ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ لیتم اپنے
 نصف دین کو اس سرخ خوبرو سے اور بعض کہتے ہیں کہ جو تعالیٰ احکام شرعیہ ان سے منقول ہیں
 عطا را بن بلح کہ گبرائے تابعین سے ہیں کہتے ہیں کہ حضرت صدیقہ فقیہہ ترین و دانا ترین نیکو ترین
 لوگوں کی حقین باجی را سے و جہاد کی وجہ سے عروہ ابن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو عالم ترقی
 و طب و شعر میں حضرت عائشہؓ سے زائد نہیں دیکھا زہری کہتے ہیں کہ اگر ان کا علم جمع کیا جائے
 ازواجِ مطہرات اور تمام عورتوں کے علم کے ساتھ تو انھیں کا علم زائد ہو گا۔ اور متجددین کی خصوصیات
 کے ایک یہ ہے کہ یہ محبوب ترین عورتوں کی حقین آنحضرتؐ کے نزدیک انتہی آنحضرتؐ صلعم نے
 ان سے نکاح کیا کہ میں ماہِ شوال سنہ نبوی میں یعنی ہجرت سے تین برس قبل اس وقت یہ
 چار برس کی حقین آنحضرتؐ صلعم سے قبل یہ جبرائیل صلعم کے بیٹے سے منسوب حقین بعد وفات
 حضرت خدیجہ جب غازیہ بنت حکیم زوجہ حضرت عثمان ابن مظعونؓ نے آنحضرتؐ صلعم سے نکاح کرنے کے

بے کہا اور آپ نے رضامندی ظاہر کی تو خود نے ام رومان سے آکر کہا اوٹھو نے حضرت ابوبکر
 صدیق سے بیان کیا تو اوٹھو نے کہا کہ میں جبر بن مطعم سے وعدہ کر چکا ہوں اور میں نے
 کبھی وعدہ خلافی نہیں کی اور آنحضرت صلعم نے مجھ سے مواعظ کی ہے تو یہ نکل کیسے نکلتا
 خود نے آکر آنحضرت سے سب حال عرض کیا آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے جا کر کہا کہ وہ یہ جانی
 اور میں اون کا بھائی اسلامی ہوں اس سے اون کی بیٹی کا نکاح میرے ساتھ تادریست نہیں
 ہو سکتا خود نے وہاں آکر حضرت ابوبکر سے یہ سب بیان کیا تب وہ قسم کے بیان گئے اور اس امر کے
 متعلق دریافت کیا اوٹھو نے اپنی بی بی ام الفقی سے راسے پوچھی کہ کیا کرنا چاہیے اوٹھو نے
 اپنا خیال یہ بیان کیا کہ ہمارا لڑکا ممکن ہے کہ ان کی بیٹی کے آنے سے اسلام کی طرف رغبت ہو جائے
 اون کی یہ رائے سن کر حضرت ابوبکر صدیق نے خیال کیا کہ غالباً اس وعدے کا اثر ان لوگوں
 کے قلوب میں نہیں ہے تو اوٹھو نے خود کے ذریعے سے آنحضرت صلعم کو بلا بھیجا آپ تشریف
 لے گئے اور عقد ہو گیا چار سو درہم مہر قرار پایا یہ ابن اسحاق کا قول ہے لیکن یہ مخالفت ہے اس
 روایت کے جو مسلم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی وہ یہ کہ حضرت صدیقہؓ فرماتی تھیں کہ رواج
 مطہرات کا مہر پانچ سو درہم تھا سہجۃ المآفل میں ہے کہ آپ کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا جو حضرت
 صدیق اکبرؓ نے آنحضرت کی طرف سے ادا کیا انتہی۔ آنحضرت صلعم کا قیام بدر نکاح کے مکہ میں تین برس
 رہا اس کے بعد آپ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
 صرف ہمراہ تھے وہاں جب آپ کو الطہیان ہوا تو حضرت ابوبکر صدیق نے عبداللہ ابن ربیعہ کو کہے
 بھیجا کہ ان کے اہل و عیال کو لے آئیں اور آنحضرت صلعم نے زید بن حارثہ اور ابو رافع کو بھیجا کہ دو
 حضرت فاطمہؓ و حضرت ادر کلثومؓ و حضرت سودہؓ کو لے آئیں چنانچہ یہ سب مدینہ طیبہ آ گئیں یہ لوگ
 تو جہان آنحضرت صلعم اقامت پذیر تھے وہاں ٹھہرے اور حضرت ابوبکر صدیق کے اہل و عیال قریب
 مکہ مواعظ کے سنے گئے کے ساتھ برادر ہی کرنا

بنی الحارث بن خزرج میں جا کر مقیم ہوئے، تینہ مشرف پہنچ کر حضرت صدیقہ کو شدید بخار آیا ایسا کہ اوس کی وجہ سے سر کے بال سب گر گئے جب اوس سے افاقہ ہوا اور ان کی عمر نو سال کی ہوئی تب ام رومان کو ان کی ہستی کا خیال پیدا ہوا۔ آپ فرمانی ہیں کہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولاجھولتی تھی کہ میری مان نے مجھ کو بکا را میں لگئی تو مجھے اس امر کے متعلق کچھ خیال بھی نہ تھا جب او ان کے پاس پہنچی تو اونہوں نے میرا منہ دھویا اور بال درست کئے مگر میں نے گین دہان انصار کی عورتیں جمع تھیں جب میں پہنچی تو اون عورتوں نے مجھ کو مبارکباد دی یعنی برت ساعدہ اہل عرب کہا کہ علیہ السلام ^{میں تھا۔ انا بہت غمزدہ ہوں} پھر آنحضرت صلعم تشریف لائے اور میں آپ کے پاس بھیجی گئی ماہ شوال میں نکاح ہوا تھا اور اسی مہینے میں زفاف بھی واقع ہوا چونکہ اہل عرب میں شوال کا مہینہ نکاح کے واسطے اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا اور قدیم زمانہ میں وہاں اسی مہینے میں طاحون ہوا تھا لہذا ان لوگوں کے خیال کے دفع کرنے کو یہی مہنا قرار دیا گیا کذا فی الزیتانی شرح المواہب تاریخ الخفیس ملبوعہ مصر جلد اول کے صفحہ ۴۰۳ میں ہے کہ بعضے کہتے ہیں کہ زفاف حضرت صدیقہ سلمہ ہجری میں وقت چاشت روز چار شنبہ کو واقع ہوا حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان میں جو نسخ میں واقع ہے اور مواہب لدنیہ میں ہے کہ ید سم اوس گھر میں ادا ہوئی جو قریب مسجد تھا اور حضرت سودہ وہیں تھیں تو وہ اوس مکان سے دوسرے مکان میں جو قریب آل عثمان کے دروازے کے تھا منتقل کر دی گئیں تب اوس کے آنحضرت صلعم ابو یوب انصاری کے گھر سے اون مکانوں میں چلے آئے جو آپ نے خود بنوائے تھے انتہا آنحضرت صلعم کو آپ سے بہت محبت تھی اسی وجہ سے آنحضرت نے زمانہ علالت میں تمام نبی یوں سے اجازت لیکر بقیہ ایام حیات آپ ہی کے گھر میں بسر کیے اور وہیں انتقال فرمایا بختاری مشرف میں ہے کہ اکثر صحابہ کا یہ معمول تھا کہ وہ حضرت عائشہؓ کی نوبت میں آنحضرت صلعم کے حضور

بن تھنہ وغیرہ بھیجا کرتے تھے تاکہ حضرت خوش ہوں ایک بار اور از دل ج مطہرات نے حضرت
 ام سلمہؓ سے کہا کہ تم حضرت سے کہو کہ آپ صحابہ سے فرما دیں کہ میں کسی بی بی کے بیان ہوں مگر
 اگر تھنہ بھیجا ہو اگر سے بھیجا کر و عائشہ صدیقہ کی کیا خصوصیت ہے حضرت ام سلمہؓ نے آنحضرتؐ
 سے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ مجھ کو عائشہؓ کے بارے میں بیچ نہ دو بخیر عائشہ کے کسی بی بی کے پاس
 مجھ کو مین آتی حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ میں آپ کو بیچ دینے سے توبہ کرتی ہوں
 پھر بی بیوں نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو حضرت کی خدمت میں بھیجا اور تھنوں نے
 بھی جب پیغام ادا کیا تو آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتیں اوس کو جس کو میں دوست رکھتا ہوں
 حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ واسد میں اس کو ضرور چاہوں گی جس کو آپ جانتے ہیں آنحضرتؐ
 صلعم نے فرمایا کہ تو عائشہؓ سے محبت رکھو پھر حضرت فاطمہؓ واپس آئیں تب بی بیوں نے حضرت
 زینب کو جو آنحضرتؐ کی بھوپھی کی بیٹی اور بی بی بھی تھیں بھیجا وہ گئیں پہلے تو سخت سست
 باتیں کہیں اوس کے بعد عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی بی بیان عائشہ صدیقہ کے بارہ میں
 انصاف جانتی ہیں حضرت صدیقہؓ بھی وہیں بیٹھی ہوئی تھیں مگر بالکل خاموش کچھ جواب
 نہیں دیتی تھیں اور آنحضرتؐ کی طرف دیکھتی جاتی تھیں کہ شاید آپ کچھ جواب دیں جب دیکھا
 کہ بالکل خاموش ہیں ناچار حضرت زینب کو جواب دینا شروع کیے اور اون کو بالکل معقول رکھتے
 کر دیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عائشہؓ ابوبکر کی بیٹی ہے ایسی ویسی نہیں ہے جو دُٹ کے جواب :-
 دے سکے یعنی جیسے اون کے والد خوش تقریر و عقلمند ہیں ویسی ہی یہ بھی دانا و خوش تقریر ہے
 انتی۔ امام محی الدین نووی کتاب تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں کہ امام ابی احمد بن مسعود
 بنوی صاحب تہذیب کہتے تھے کہ حضرت صدیقہؓ بطور فقر کے فرمایا کرتی تھیں کہ مجھ کو چند چیزیں دے
 ملین جو اور کسی کو نہیں ملین اول یہ کہ حضرت جبریلؑ میری صورت ایک حور کے ٹکڑے پر کھینچ کر

لائے اور آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ یہ آپ کی بی بی ہیں دوسرے یہ کہ آنحضرتؐ صلعم نے کسی
 بابرہ عورت سے سوا میرے نخل حنین کیا تیسرے یہ کہ آنحضرتؐ صلعم کا سر مبارک وقت وفات
 سمیری گود میں تھا چوتھے یہ کہ آپ میرے حجرے میں مدفون ہوئے پانچویں یہ کہ آنحضرتؐ صلعم پر
 وحی نازل ہوتی تھی اور میں آپ کے ساتھ ایک لحاف میں ہوتی تھی چھٹے یہ کہ میری برادرت
 آسمان سے نازل ہوئی ساتویں یہ کہ میں خلیفہ و صدیق رسول اللہ کی بیٹی ہوں پاکیزہ پیدا
 ہوئی اور مغفرت و رزق کا مجھ سے وعدہ کیا گیا سر دق جب آپ سے حدیث روایت کرتے

تو کہتے حدیثی الصدیقة بنت الصدیق حبیبۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

المبرۃ من السماء رضی اللہ عنہا انتی اور ابن سعد کی روایت میں وہ دس جزیرین ہیں
 بن کو آپ بطور فخر فرمایا کرتی تھیں اونہیں سے کچھ تو بیان ہوئیں باقی یہ ہیں کہ آنحضرتؐ کے
 نخل حنین میں کوئی ایسی عورت نہیں آئی جس کے مان باپ دونوں مہاجر ہوں دوسرے یہ کہ
 میں اور آنحضرتؐ دونوں ایک ہی برتن کے پانی سے غسل کرتے تھے اور یا مہاجر اور بی بیوں کو
 حنین حاصل تھا تیسرے یہ کہ شب میں جب آنحضرتؐ نوافل پڑھتے تھے تب میں آپ کے دو برو
 لینی رہتی تھی اور یہ بات اور بی بیوں کو نہیں حاصل تھی چوتھے یہ کہ آنحضرتؐ کی وفات ہوئی
 تو سر مبارک مابین میری منہلی اور ٹھڈی کے تھا۔ پانچویں یہ کہ آنحضرتؐ کی وفات اسی شب
 میں ہوئی جو میرا دم نوبت تھا اور طبرانی و ابویعلیٰ و ابن خثیمہ کی روایت میں نو جزیرین ہیں جو
 اسی کے قریب ہیں صرف دو امر زائد ہیں ایک تو یہ کہ میں نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا
 بخلاف اور بی بیوں کے کہ اونہوں نے نہیں دیکھا دوسرے یہ کہ میرے حجرے پر فرشتوں نے سایہ
 کیا۔ صحیحین میں آپ سے مروی ہے کہ آپ فرماتی تھیں کہ نعمت خاص نماز الہی سے میرے

صلعم مجھ سے حدیث بیان کی صدیقہ بنتی صدیق نے کہ جو محبوبہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیں اور آسمان سے
 اور کا بری ہونا نازل کیا گیا اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہو ۱۲۷

حق میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلیم کا لعاب دہن اور میرا لعاب دہن جمع کیا آپ کی وفات کے وقت اس طرح پر کہ میرے پاس عبدالرحمن بن ابی بکر آئے اور اون کے ہاتھ میں سواک تھی اور آنحضرت میرا کید لگا سے بیٹھے تھے میں نے دیکھا کہ آنحضرت عبدالرحمن کی طرف دیکھ رہے ہیں مجھے خیال ہوا کہ غالباً آپ سواک لینا چاہتے ہیں میں نے پوچھا کیا سواک لیلون آپ نے سر مبارک سے اشارہ فرمایا کہ ہاں چنانچہ میں نے عبدالرحمن سے سواک لیکر آپ کو دی آپ نے سواک کی گردہ بخت تھی نہیں چلی تب میں نے کہا نرم کر دوں آپ نے سر کے اشارہ سے فرمایا کہ ہاں چنانچہ میں نے اپنی دانتوں سے نرم کر کے آنحضرت کو دی آپ نے اس کو اپنے دانتوں پر پھیرا حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلیم نے فرمایا کہ عائشہؓ کی بزرگی اور عورتوں پر ایسی ہے جیسے شید کی اور کھانوں پر اور صحیحین میں آپ سے مروی ہے کہ ایک بار آنحضرت صلیم نے آپ سے فرمایا کہ اے عائشہؓ جھکو جبریل سلام کہتے ہیں میں نے کہا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ منی جبریلؑ کو سلام اور خدا کی رحمت یا رسول اللہ جو آپ دیکھتے ہیں وہ میں نہیں دیکھتی آپ کے فضائل و مناقب مشہور و معروف ہیں تفصیل اون کی کتاب سیر میں موجود ہے اور یہ جو بعض لوگوں پر اشتباہ واقع ہوا کہ آپ دمشق ملک شام میں گیسٹن یا بل غلط ہے اہل تاریخ و حدیث کو اس باب میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ ملک شام نہیں گئیں بہت لوگوں نے اس کے متعلق تصریح کی ہے چنانچہ دھین لوگوں میں سے حافظ ابوالقاسم ابن عساکر بھی ہیں کہ اونھوں نے اس کا تذکرہ باب ذکر مساجد دمشق میں کیا ہے۔ آپ نہایت فیاض و بخشنے والے تھے ابن سعد ام درہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک لاکھ درہم لے آئی آپ نے وہ سب محتاجوں کو تقسیم کر دیے اور آپ اس روز روزہ تھیں میں نے کہا اگر ان میں سے ایک درہم کا گوشت آپ اپنا کھائے بے سنگو استین تو کیا حرج تھا آپ نے فرمایا کہ

میرے حصے کا ہوتا تو میں ایسا بھی کرتی یعنی جس کے حصے کا تھا اس میں صرف ہوا ان کی
 روایات کتب معتبرہ میں دو ہزار دو سو دس حدیثیں ہیں از انجملہ ایک سو چتر حدیثیں متفق علیہ
 ہیں اور تنہا بخاری کی روایت میں چنانچہ اور تنہا مسلم کی روایت میں تیرہ باقی اور تمام
 کتابوں میں ہیں جماعت کثیرہ صحابہ تابعین نے ان سے روایت حدیث کی ہر وقت وفات کے
 آپ فرماتی تھیں کہ کاش میں درخت ہوتی کہ لوگ مجھے کانتے اور کاش میں ڈھیلہ ہوتی اور کاش
 میں اسی ہوتی کہ مجھے کوئی یاد نہ کرتا سبحان اللہ یہ ٹھٹھکی و تواضع و نیاز آپ ہی کا حصہ تھا آپ کے
 والد ماجد کا انکار کہ جو فضل تھے جس مرتبہ کا خدا وہ تو معلوم ہی ہے تو آپ کا کیون نہ تھا واقعی
 مقررین و مبشرین درگاہ الہی اگرچہ مامون و مبشر ہیں لیکن خوف درگاہ الہی و ابالی اداں کو باقی رہتا
 ہے ایک شخص نے حضرت صدیقہؓ سے سوال کیا کہ میں کب جانوں کہ میں نیک ہوں آپ نے
 فرمایا کہ جب تجھ کو اپنا یہ ہونا معلوم ہوا اس نے عرض کیا کہ میں کب جانوں کہ میں بد ہوں آپ نے فرمایا کہ
 جب تجھے اپنا نیک ہونا معلوم ہوا اس نے کہا کہ آپ اکثر کہتی ہیں کہ شاہی دروازہ ٹھٹھکتا ہے
 جو کھل جائیگا تو کیونکر ہوتا ہے فرمایا کھچنے اور پیاسے پہنے سے اور آپ فرماتی تھیں کہ کھل
 ایک قسم کی غلامی ہے تو دیکھنا چاہیے کہ تم لوگ کس طرح اپنی عورتوں کو رکھتے ہو۔ ایک مرتبہ آپ

قرآن پڑھتی تھیں جب اس آیت پر پہنچیں کہ وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ فَلَا تَعْلَوْنَ
 تَوْفَرًا يَا كَذِبًا مِّنْ أَنْبَاءِ رُسُلِكُمْ فَرَأَىٰ نَارَ اللَّهِ تَوَنَّنَا فَسَرَّتْ عَلَيْهِمْ فَنَادَىٰ فِي الظُّلُمَاتِ
 مَن يَشْفِي لَنَا مِمَّنْ بَنَیْنا فَمِنْ حَتَمٍ فَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْتُمْ تَدْعُونَهُمْ إِلَى الْيَوْمِ
 الْمَآءِ ثُمَّ تَقُولُ لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَبِهِ يَتَمَسَّكُونَ يَا أَهْلَ الْبَيْتِ لَا تَحْزَنُوا
 إِنَّا نَحْنُ اللَّهُ قَدْرُكُمْ إِنَّا نَحْنُ اللَّهُ قَدْرُكُمْ إِنَّا نَحْنُ اللَّهُ قَدْرُكُمْ إِنَّا نَحْنُ اللَّهُ قَدْرُكُمْ

۱۱۰
 اور بے شک ہم نے تمہاری طرف اتاری وہ کتاب کہ جس میں تمہارا ذکر ہے کیا تم کو سمجھ نہیں۔
 اور دوسرے میں نے اے مومن کا اقرار کیا اے مومن لوگوں، لا الہ الا اللہ علی نیک کو اور بری کو قریب کے اللہ اعلیٰ تو قبل کے

اور صحیح مسلم میں ابواب قیام لیل میں قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ پندیدہ ترکامون کا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو ہمیشہ ہونخواہ تھوڑا ہو۔ قاسم کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ کی عادت تھی کہ جو کام کرتی تھیں اس کو لازماً کر لیتی تھیں مدت صحبت و معاشرت آپ کی آنحضرت کے ساتھ نو برس تھی اور مدت وفات آنحضرتؐ یا اٹھارہ برس کی تھیں وفات ان کی ۳۷ھ ہجری میں ہوئی ماقدمی کہتے ہیں کہ آپ کی وفات ۳۷ھ شعبہ سہرمین رمضان ۳۷ھ میں ہوئی اور یافعی نے مرآۃ الجنان میں لکھا ہے کہ ۳۷ھ اور بعض کہتے ہیں ۳۸ھ ماہ رمضان میں وفات پائی حضرت ام المومنین صدیقہ بنت حضرت صدیق اکبرؓ نے جو فقیہہ محدثہ فیضیہ محققہ تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی عمر شریف چھیانوے برس کی تھی۔ اور حجة المحافل میں ہے کہ ان کی وفات مدینہ میں ۳۷ھ میں ہوئی اور پینٹھ برس کی عمر میں اور بقیع میں شب کو دفن ہوئیں مدارج النبوة کے صفحہ ۵۵ میں ہے کہ انھوں نے وصیت کی تھی بقیع میں دفن کیے جانے کی اور نماز جنازہ ان کی حضرت ابو ہریرہؓ نے پڑھائی اور محمد بن قاسمؒ نے ابی بکر صدیقؓ اور عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی بکرؓ نے قبر میں اوتارا اور جب بقیع میں رات کو دفن کیا نقل ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا اور ان کے گھر سے رونے کی آواز آئی تو حضرت ام سلمہؓ نے لونڈی بھیجی کہ خبر لائے کہ کیا ہے اس نے واپس آکر خبر ان کی وفات کی بیان کی تو حضرت ام سلمہؓ نے رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ خدا کی رحمت ہو اور آپؐ پر کہ وہ دوست ترین آدمیوں کی تھیں آنحضرتؐ کے نزدیک بعد اپنے باپکے اتنے کنفانی مدارج النبوة مطبوعہ مطبعہ عمادہ المطابع

حال حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حفصہ بنت حضرت عمر بن الخطابؓ قریشیہ عدویہ۔ ان کی والدہ زینب بنت مطعون حضرت

عثمان بن مظعونؓ کی بہن تھیں۔ اسلام لائیں اور ہجرت کی آن کی ولادت بخت نبوی صلی علیہ وسلم
 پانچ برس قبل ہوئی جس سال کہ قریش خانہ کعبہ بنانے تھے آنحضرتؐ سے پہلے خنیس (رضیم خاں
 معبود مسیح فون دسکون یا تختانیہ دسین مہلم) بن حذافہ کے تحت میں یحییٰ اور خنیس قریشی وہماجر
 و بدری تھے حضرت حفصہؓ نے اون کے ساتھ ہجرت کی۔ واقعہ بدر اور ایک قول میں غزوہ ہند
 میں خنیس زخمی ہوئے اور وہاں سے واپس آکر اون کا انتقال ہوا اونھوں نے کوئی اولاد حضرت
 حفصہؓ کے بطن سے نہیں چھوڑی علامہ شیخ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی جلد سوم شرح لمب لیبہ
 مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۸۱ و ۲۸۳ میں لکھتے ہیں کہ مشہور یہی ہے کہ خنیس نے غزوہ بدر کے بعد وفات
 پائی لیکن اصحاب میں ہے کہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ علامہ ابن حجر جلد نہم مسیح الباری شرح
 صحیح بخاری کے صفحہ ۱۵۲ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد حضرت عثمان
 سے حضرت حفصہؓ کے نکاح کی خواہش کی تھی اور یا عمرؓ بھی تسلیم ہے کہ حضرت رقیہؓ کا انتقال غزوہ بدر
 ہی کے زمانہ میں ہوا کیونکہ حضرت عثمانؓ اسی وجہ سے اس غزوہ میں نہ جاسکے تھے۔ یہ اس سے ثابت
 یہی ہوتا ہے کہ خنیس نے غزوہ بدر کے بعد وفات پائی انتہی۔ جب حضرت حفصہؓ بیوہ ہوئیں تو حضرت عمرؓ
 نے اون کا ذکر حضرت عثمانؓ سے کیا کیونکہ اسی زمانہ میں حضرت رقیہؓ صاحبزادی رسول اللہ
 صلی علیہ وسلم کا جو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھیں انتقال ہو چکا تھا اگر حضرت عثمانؓ نے قبول نہیں
 کیا تب حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ سے حضرت عثمانؓ کی شکایت کی کہ میں نے اون کو حفصہؓ کا پیغام
 دیا مگر اونھوں نے قبول نہیں کیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک بہتر عورت تمھاری لڑکی سے
 عثمانؓ کو اور ایک شوہر عثمانؓ سے بہتر نہ دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آنحضرتؐ نے حفصہؓ
 کے ساتھ نکاح کیا اور حضرت ام کلثومؓ کو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں دیا اور ایک روایت میں
 یوں بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ کا پیغام حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھی دیا تھا مگر حضرت ابوبکرؓ

نے کچھ جواب نہیں دیا تو حضرت عمرؓ غصہ ہوئے پھر پیغام دیا آنحضرتؐ نے تب حضرت عمرؓ نے
آنحضرتؐ کے ساتھ سال سوم و بقولے سال دوم ہجری میں اون کا نکاح کر دیا۔ صحیح بخاری میں
حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ جب حضرت حفصہؓ صاحبزادی حضرت عمرؓ یوہودین
غیس بن خداذہبی سے جو صحابی رسول اللہ صلم تھے اور انھوں نے مدینہ میں وفات پائی تھی تو
حضرت عمر بن خطابؓ حضرت عثمان بن عفان کے پاس گئے اور حفصہ کا پیغام دیا اور انھوں نے کہا
کہ مجھکو مہلت دو تاکہ میں اس بارہ میں کوئی غور و فکر کروں چند دنوں کے توقف کے بعد جب بیت
عثمان بھرے تو کہنے لگے کہ مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں چند دنوں نکاح نہ کروں۔ بعد اس کے
حضرت عمرؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ملے اور اذن سے کہا کہ اگر تمھاری خواہش ہو تو میں حفصہ کے ساتھ
تمھارا نکاح کروں حضرت ابوبکر صدیقؓ چپ رہے اور کچھ جواب نہیں دیا تب حضرت عمرؓ کو ان کی
اس بے توجہی پر سخت ناخوش و غصہ آیا مگر خاموش رہی بعد چند دنوں کے آنحضرت صلم نے اون کا پیغام
دیا اور حضرت عمرؓ نے آپ کے ساتھ حفصہ کا نکاح کر دیا۔ اس کے بعد جب حضرت ابوبکر حضرت عمرؓ
سے ملے تو کہنے لگے کہ شاید تم مجھ پر غصہ ہوئے ہو گے جب کہ تم نے حفصہ کے نکاح کا پیغام دیا تھا
اور میں نے کچھ جواب نہیں دیا حضرت عمرؓ نے کہا کہ بیشک مجھے ضرور خیال ہوا تھا حضرت ابوبکرؓ نے کہا
کہ میں نے اس وقت اس لیے جواب نہیں دیا کہ مجھے معلوم تھا کہ آنحضرت صلم نے حفصہ کو یاد کیا ہے
لہذا میں حضرت کا بعید ظاہر کرنا مناسب نہیں سمجھا مگر میرے خیال میں تھا کہ اگر آپ نکاح نہ کریں گے
تو پھر میں کروں گا انتہی تمام سبکی کا قول ہے کہ فضیلت میں حضرت حفصہؓ کا درجہ بعد حضرت صدیقہؓ
کے ہے اگرچہ حیثیت قرب نبوی صلم دونوں میں مساوات ہے اسی بنا پر ادب نبیوں کے مقابلے
میں ان دونوں میں گونا گونا درجہ تھا مگر کبھی کبھی رشک و رقابت کا بھی اظہار ہوتا تھا اور یہ ذرا
تیز مزاج بھی یقین چنانچہ حضرت عمرؓ برابر ان کو ادب و لحاظ کے متعلق ہدایت کرتے رہتے تھے بخاری

شریف جلد دوم صفحہ ۷۸ میں حضرت عمرؓ مروی ہے کہ آپؐ فرماتے تھے کہ جاہلیت کے زمانہ میں
 لوگ عورتوں کی وقعت بہت کم سمجھتے تھے ایک روز میں کسی معاملے میں غور کرتا تھا کہ اوس میں بری
 بیوی نے مجھے شورہ دیا تو میں نے اون کو زجر کیا اور کہا کہ تم کو ان امور میں کیا واسطہ؟ انھوں نے
 اوس کے جواب میں کہا کہ تم کو میری بات بھی نہیں معلوم ہوتی۔ حالانکہ تمھاری بیٹی رسول اللہ ﷺ
 کو برابر جواب دیتی ہے۔ میں یہ سن کر حصہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ یہ کیا واقعہ ہے؟ انھوں نے کہا
 کہ بے شک میں ایسا کرتی ہوں تب میں نے کہا کہ خبردار ایسا نہ کیا کرو میں تم کو عذاب الہی سے
 ڈراتا ہوں تم کو اوس زعم میں نہیں آنا چاہیے کہ جس کے حسن نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا شیفتہ و فریقہ بنالیا
 ہے یعنی حضرت عائشہؓ کے نزدیک شریف کی کتاب لائق میں ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ تشریف
 لائے تو آپؐ نے دیکھا کہ حضرت صفیہؓ رو رہی ہیں آپؐ نے وجہ دریافت کی انھوں نے کہا کہ مجھ کو حصہ
 نے کہا کہ تم یہودی کی بیٹی ہو آپؐ نے فرمایا کہ تم بنیہ کی بیٹی ہو یعنی حضرت ہارون علیہ السلام کی اور
 تمھارے چچا یغبرہؓ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تم یغبرہؓ کے نکاح میں ہو یہ اپنی ذات کی طرف اشارہ فرمایا
 تو حصہ کو تم پر کس بات سے فخر ہو سکتا ہے اتنی سنن الی داؤد میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں
 کہ حصہ اپنے باپ کی بیٹی ہیں یعنی جس طرح سے وہ اسخ الارادہ ہر بات میں ہے ویسی یہ بھی ہیں غزوہ
 بدر میں ان کے اعوہ سے سات آدمی شریک تھے سان کے والد اور چچا زید اور ان کے شوہر اور ان کے
 چار ماہوں یعنی عثمانؓ عبد اللہؓ و قذافہ و سائبؓ آنحضرت ﷺ خاص طور پر ان کا پاس لیا فرماتے
 تھے جیسا کہ حضرت ماریقیلیہ کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت حصہؓ
 کو ایک طلاق رجعی دی جب یہ خبر حضرت عمرؓ کو پہنچی تو اون کو بہت ہی ہوا پس حضرت جبریلؑ آئے
 اور وحی لائے کہ حکم الہی یہ ہے کہ حصہ سے مراجعت کرو کہ وہ بہت روزہ کھنٹی الی اور تہجد گوارہ ہیں اور
 تمھاری بیوی ہوں گی بہت میں آم نوویؒ اپنی کتاب تہذیب لاسمار واللفات میں لکھتے ہیں کہ

انکی وفات شعبان ۳۸ سنہ ہجری میں ہوئی سن شریف ساٹھ برس کا تھا یہ قول ابن سعد کا ہی اقدی سے نقل کر کے
 "بعض کہتے ہیں کہ انکی وفات ۳۸ ہجری میں ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ انکی وفات زمان بیت اہل معاویہ میں ہوئی اور بعض
 معاویہ میں ۳۸ سنہ میں ہوئی احمد بن محمد بن ابوبکر کہتے ہیں کہ انکی وفات ۳۸ سنہ وغیر میں ابن قتیبہ نے معاذ میں لکھا ہے کہ انکی وفات زمان
 خلافت حضرت عثمان میں ہوئی اور بعض ۳۸ سنہ بعض ۳۸ سنہ میں کہتے ہیں تاہم دمشق میں
 ہم نے اوس کے مصنف سے روایت کی کہ وہ کہتے تھے کہ جو شخص قائل ہے ان کی وفات کا ۳۸
 میں۔ میں جانتا ہوں کہ قول اوس کا محفوظ نہیں ان پر نماز پڑھی مروان بن الحکم نے اور ان کا جنازہ
 دیا یا آل حزم کے گھر کے پاس سے میسرہ بن شعبہ کے گھر تک اور وہاں سے حضرت ابی ہریرہؓ فرمایا
 ان کی قبر تک اور قبر میں ان کے دونوں بھائی عبداللہ اور عاصم اور ان کے بھتیجے سالم اور عبداللہ اور
 حمزہ اولاد عبداللہ ابن عمر و تری انتہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی تاریخ النبوة مطبوعہ مطبعہ مطابع
 کے صفحہ ۵۵۵ میں لکھتے ہیں کہ ان کی وفات ۳۸ سنہ یا ۳۸ سنہ میں زمانہ امارت معاویہ رضی اللہ
 میں اور بعضوں نے خلافت عثمان میں کہی ہے اور اولیٰ صبح ہے واللہ اعلم ان کی مرویات کتب الاولیاء
 میں ساٹھ حدیثیں ہیں از الجملہ چار متفق علیہ ہیں اور چھ مسلم میں ہیں اور بیچاس باقی اور کتبوں میں
 امام یافعی اپنی تاریخ مرآۃ الجنان میں حوادث ۳۸ سنہ میں لکھتے ہیں کہ اسی سنہ میں ام المؤمنین حفصہ
 بنت عمرؓ نے وفات پائی اور بعض کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۳۸ سنہ میں ہے اسحق بالجملہ ان کے سنہ
 وفات میں بہت اختلاف ہے جن لوگوں کا قول ہے کہ ان کی وفات زمانہ خلافت حضرت عثمان
 میں ہوئی ان کے نزدیک ان کا سنہ وفات ۳۸ سنہ ہے اس کے بارہ میں علامہ زرقانی شرح مہرب
 میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت اس بنا پر پیدا ہو گئی کہ ابن وہب نے مالک سے روایت کی کہ جس سال
 افریقیہ فتح ہوا اوس سال حضرت حفصہؓ نے وفات پائی اور زرقانی زمانہ خلافت حضرت عثمان میں
 میں فتح ہوا اگرچہ غلطی ہے کیونکہ افریقیہ دوبار فتح ہوا ہے ایک بار زمانہ خلافت حضرت عثمان

میں اور پھر دوبارہ معاویہ بن خنیس کے ہاتھ سے سنہ ہجری میں اسی وجہ سے دہب بن مالک نے ان کا سنہ وفات سنہ قرار دیا اور ایک روایت میں سنہ وفات سنہ بھی لکھا ہے واللہ اعلم وفات سے پہلے انھوں نے اپنے بھائی عبداللہ ابن عمرؓ سے اوس وصیت کی تجدید بھی کی جو حضرت عمرؓ نے ان سے کی تھی اور کچھ جائیداد بھی وقف کی اور کچھ مال صدقہ کیا انتہی

حال حضرت ام المومنین زینب بنت خرمیہ رضی اللہ عنہا

زینب بنت خرمیہ بن الحارث بن عبداللہ بن عمر بن عبد مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ طہر ان کے نسب میں کوئی اختلاف نہیں ہے ان کی کنیت ام الساکین مشہور تھی۔ یہ پہلے نکاح میں عبداللہ بن حمش کے تھیں جو غزوہ احد میں قتل ہوئے پھر ان سے نکاح کیا آنحضرت صلعم نے سیدہ بن اور یہ دو یامین بیٹہ آپ کے نکاح میں رہیں اور آپ کے زمانہ حیات ہی میں انتقال کر گئیں تقادو کہتے ہیں کہ یہ قبل آنحضرت صلعم کے نکاح میں آنے کے طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں پچھلا قول ابن شہاب کا ہے اور ابوالحسن علی بن عبدالعزیز جرجانی کتاب کہتے ہیں کہ یہ پہلے نکاح میں تھیں طفیل بن حارث بن مطلب بن عبد مناف کے انھوں نے جب طلاق دی تو ان سے نکاح کیا انھیں کے بھائی عبید بن حارث بن مطلب بن عبد مناف نے اور انھیں کا قول ہے کہ خیانی بن تھیں حضرت میمونہ کی والدہ اعلم انتہی کہ انی الاستیعاب و بن عبد البر حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی مارج النبوة میں لکھتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ان کو ام الساکین اس وجہ سے کہتے تھے کہ یہ مسکینوں کو کھانا دیتی تھیں اور اون پر بہت رحم و شفقت کرتی تھیں یہ پہلے عبداللہ بن حمش کے نکاح میں تھیں وہ غزوہ احد میں شہید ہوئے اور بعضے کہتے ہیں کہ عبید بن الحارث بن عبد المطلب ابن عم رسول اللہ صلعم کے نکاح میں تھیں جو غزوہ بدر میں شہید

ہوے اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ پہلے فضیل ابن الحارث بن عبد المطلب کے نکاح میں تھیں جب
 اوغون نے طلاق دی تو اون کے بھائی عبیدہ بن الحارث نے نکاح کیا اور ایک قول یہ
 کہ عبد اللہ بن جحش اسدی نے ان سے نکاح کیا چنانچہ بعض اہل سیر نے اسی قول کی ترجیح کی
 ہے جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے موآہب میں ہے کہ قول اول اصح ہے بہر صورت رمضان
 سنہ ہجری میں یہ آنحضرت صلم کے نکاح میں آئیں اور تھوڑے دنوں زندہ رہیں اور آنحضرت
 صلم کے زمانہ حیات ہی میں وفات پائی مدت حیات بعد نکاح بعضے دو مہینے کہتے ہیں اور بعضے
 تین مہینے اور بعضے چھ مہینے اور بعضے آٹھ مہینے صاحب موآہب نے اس کو ان کے فضائل میں لکھا ہے
 ان کی وفات ماہ ربیع الآخر سنہ میں ہوئی اور بقیع میں قبۃ ازواج النبی میں دفن ہوئیں نور الاحصاء
 فی مناقب اہل بیت النبی النخار مطبوعہ مصر کے صفحہ ۶۲ میں ہے کہ ان سے نکاح کیا آنحضرت صلم نے
 سنہ ہجری میں اور ان کے مرمین جارسو درہم دیے یہ آپ کے پاس دو یا تین مہینے رہیں پھر
 انتقال کر گئیں نماز جنازہ ان کی آنحضرت صلم نے پڑھی اور بقیع میں دفن کیا۔ ان کی عمر وقت
 وفات کے تیس سال کی تھی اور ازواج آنحضرت صلم میں آپ کے زمانہ حیات میں پہلے حضرت
 خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی پھر انھوں نے انتہی امام یافعی تا بیچ مرآۃ الجنان میں بھی
 ان کی وفات سنہ ہجری میں لکھتے ہیں۔

حال حضرت ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ بیٹی ابی سفیان صحابہ بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کی تھیں ان کا نام رملہ تھا
 اور ایک قول میں ہندہ بھی ہے مگر اول صحیح ہے ان کی ماں صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ بن
 عبد شمس چھوٹی حضرت عثمان بن عفان بن ابی العاص کی تھیں حضرت ام حبیبہ پہلے دو تھیں

عبید اللہ ابن جحش کی جو عبداللہ بن جحش اسدی کے بھائی تھے جب آنحضرت صلم کی بعثت ہوئی تو یہ دونوں میان بیوی اسلام لائے اور حبشہ کی طرف دوبارہ ہجرت کر گئے وہیں عبید اللہ سے ان کے ایک لڑکی پیدا ہوئی جسے نام اس سے ان کی کنیت ام حبیبہ ہوئی یہ بڑی پاکیزہ ذات و حمیدہ صفات خویہ عالی ہمت بیوی تھیں مدوختہ الاحباب مطبوعہ مطبع انوار محمدی کے صفحہ ۵۹۳ میں ہے کہ یہ فرماتی تھیں کہ حبشہ میں میں نے ایک ات عبید اللہ اپنے شوہر کو خواب میں دیکھا کہ وہ بدترین صورت اور قبیح تر حال میں ہے میں نے اپنے دل میں کہا کہ ضرور کچھ اس کے حال میں تغیر ہوگا جب صبح ہوئی تو عبید اللہ نے مجھ سے کہا کہ اے ام حبیبہ میں نے سب دینوں میں خور کیا مگر کوئی دین عیسوی سے بہتر نہیں دیکھا اور پہلے بھی میں اسی دین میں تھا بعد اوس کے دین محمدی اختیار کیا تھا اب پھر دین عیسوی کی طرف رجوع کرتا ہوں تب میں نے کہا ایسا نہ کرو آج کی رات میں نے تمہارے معلق عجیب و غریب خواب دیکھا ہے چنانچہ وہ خواب بھی میں نے کہا یا مگر اوس نے کچھ اوسکی پروانہ کی اور مرتد ہو کر عیسائی ہو گیا اور شراب پینے لگا اور اسی حالت میں مر گیا **لَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ**

سُوْدَا لِحَاطَةِ بعد اوس کے پھر میں نے واقعہ میں دیکھا کہ مجھ سے کوئی کہہ رہا ہے کہ یا ام المومنین جب میں بیدار ہوئی تو اوس کی قبر پر اپنے خیال میں میں نے یہ کی کہ غالباً پیغمبر خدا صلم میری خواہش فرمائیں گے جب میری عدت گزر گئی تو ایک روز میں گھر میں بیٹھی تھی کہ ایک عورت نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے اجازت دی وہ اندر آئی دیکھا تو ابرہہ کو مذی تھی جو نجاشی کے پاس سے یہ پیغام لائی تھی کہ پیغمبر خدا صلم نے مجھ کو بذریعہ عمر ابن امیہ ضمری اس بابت بھیجا ہے کہ میں تم سے آنحضرت صلم کے ساتھ نکاح کرنے کی خواہش کروں مجھے بہت خوشی ہوئی میں نے ایک جوڑی کنگن اور ایک جوڑی خفیاں اور چاندی کی انگوٹھی جو میرے ہاتھ اور پیر میں تھیں اوتار کر ابرہہ کو بطور انعام دیدیں اور کہا کہ **بَشِّرْكَ اللّٰهُ بِخَيْرٍ** تب ابرہہ نے کہا کہ بادشاہ کہتا ہے کہ کوئی دلیل مقرر کر دے کہ نکاح ہو جاوے **سَلَامٌ عَلَيْكَ** میں تم خدا ہی تعالیٰ سے قربانی خانہ سے اس لئے اللہ تعالیٰ کو نیک امر کی بشارت دے اس لئے

میں نے خالد بن سعید بن ابی العاص کو اپنا وکیل مقرر کیا اور نجاشی نے حفص بن ابی طالب اور
 جماعت مہاجرین حبشہ کو بھی بلایا اور خود نکاح پڑھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے چار سو دینار
 ہر ایک کو انہی مشہور یہ ہے کہ نکاح شہدہ ہجری میں ہوا اور بعض کا قول ہے کہ سلسلہ ہجری میں
 ہوا علامہ ذرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن ابی سلمیٰ کو
 بغرض نکاح بھیجا ہو اور شہدہ میں نکاح پڑھایا گیا ہو اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ نکاح کہاں ہوا
 اور کس نے پڑھایا لیکن اصح یہ ہے کہ حبشہ میں نجاشی نے نکاح پڑھا اور ہر کی تعداد میں بھی اختلاف
 ہے ایک قول تو یہی ہے جو لکھا گیا اور بعض روایتوں میں نو سو دینار لکھے ہیں سنن ابوداؤد و ترمذی
 میں بجائے دینار کے چار ہزار درہم لکھے ہیں اور ابن ابی خنیسہ کی روایت جو زہری سے ہے اس میں
 چالیس اوقیہ لکھے ہیں وہ اگرچاندی کے کھے جائیں تو سوڑ سو درہم ہوتے ہیں انتہی باقی نکاح کی کیفیت
 اوپر مذکور بھی ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں پھر روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب ام حبیبہؓ کو اون کا
 مہر پہنچا تو اونہوں نے ابرہہ کو بلا کر پچاس دینار دیے اور معذرت کی کہ اس دن جو تو نے مجھے خوشخبری
 دی تھی تو میرے پاس کوئی چیز تیرے دینے کے لائق نہ تھی اس لیے میں نے نہیں ہی مگر ابرہہ نے
 وہ نہیں لیے اور ڈبہ نکال کر جو کچھ ام حبیبہ نے اس کو دیا تھا وہ بھی واپس کیا اور کہا کہ بادشاہ نے
 مجھے قسم دیدی ہے کہ مجھے تم سے کچھ لینا نہیں چاہیے میں مقرب شاہی ہوں اور شاہی خوش خانہ
 میری حفاظت میں ہے لہذا مجھ کو کچھ اس کی ضرورت نہیں ہے میری خواہش تم سے یہ ہے کہ جب
 تم حضرتؐ کی حضور میں حاضر ہونا تو میرا سلام عرض کرنا چنانچہ جب تک یہ حبشہ میں رہیں اور ابرہہ
 ان کے بیان نایا کی نوکھ جاتی کہ میرا پیام نہ بھولنا پھر نجاشی نے اپنی عورتوں سے کہا کہ جس قدر
 خوشبو میں تمہارے پاس ہوں وہ سب ام حبیبہ کو بھیج دو اور ان کو شریح جلیل بن حسنہ کے ساتھ مع
 ایک جماعت مہاجرین کے آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیج دیا اور ایک عریفہ لکھا اور ایک کرتہ او

ایک مرادیل اور روزے کا سیاہ جوڑا تھا بھی آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا جب ام حبیبہ مدینہ
 آئیں اور شرف فراش آنحضرتؐ صلعم سے مشرف ہوئیں تو نجاشی کی طرف سے اداے شکر
 اور ابرہہ کا سلام پہنچایا آپؐ نے فرمایا علیہ السلام اور ایک قول یہ ہے کہ یہ مدینہ آئیں اور
 حضرت عثمانؓ نے آنحضرتؐ کے ساتھ ان کا نکاح سنہ ہجری میں کر دیا اور جس دن ان کو بیٹہ
 میں لائے ان کی عمر تیس اور کئی برس کی تھی انتہی۔ ان کے نکاح کے زمانے میں ان کے والد
 ابوسفیان مکہ میں مشرک تھے لوگوں نے ان سے کہا کہ تمہاری بیٹی نے آنحضرتؐ صلعم سے نکاح
 کیا ہے تو کہنے لگے کہ وہ ایسے مرد ہیں کہ جن کی ناک نہیں جھک سکتی بوجہ ان کے کریم ہونے کے
 حضرت ام حبیبہ اپنے ارادہ کی نہایت مضبوط تھیں ایک بار مشرکین مکہ نے کسی ضرورت کی ابی سفیان
 کو مدینہ بھیجا وہ اولاً حضرت ام حبیبہ کے پاس آئے اور آنحضرتؐ صلعم کے فرش پر بیٹھا چاہا تو انھوں نے
 نہایت کلمات سخت باپ کے حق میں کہے کہ تم مشرک ہو اور نجاست مشرک میں آلودہ لور یہ فرش
 جناب سیدالطاہرین کا ہے ابی سفیان بہت ناراض ہوئے مگر انھوں نے بیٹھنے نہ دیا بلکہ اوس
 فرش کو لپیٹ دیا کذا فی الزرقانی۔ ان کی مرویہ حدیثیں کتب متداولہ میں بیٹھہ بن ازناجلہ و
 متفق علیہ ہیں اور ایک صرف مسلم میں ہے اور باقی اور کتابوں میں مروی ہیں کذا فی تاریخ النبوة
 مطبوعہ مطبع حسینی صفحہ ۵۶۶۔ ان کی وفات سنہ ۳۲ یا سنہ ۳۳ ہجری میں مدینہ طیبہ میں ہوئی اور قول
 صحیح ہی ہے اور ایک قول میں وفات کا شام میں ہونا لکھا ہے اور امام یافعی نے اپنی تاریخ
 مرآة الجنان وقایع سنہ ۳۲ میں لکھا ہے کہ اسی سنہ میں وفات پائی ام حبیبہ بنت ابی سفیان
 ام المؤمنین نے انتہی تہجد الحافل میں بھی ان کا سنہ ۳۲ وفات سنہ ۳۲ لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے
 کہ بعض کہتے ہیں کہ ولی ان کے نکاح میں عثمان بن عفان تھے اور بعض کہتے ہیں کہ خالد بن عید
 ابن العاص اور یہ دونوں ان کی قوم کے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ نجاشی تھا اور آنحضرتؐ صلعم

کے واسطے نکاح میں خصائص تھے جو آپ کے غیر کے لیے نہ تھے اور آنحضرتؐ نے ان سے نکاح کی تجدید کی ان کے باپ ابی سفیان کی خوشنودی خاطر کی وجہ سے انتہ اور رخصتہ الاجاب میں ان کی وفات بزائد اسیر معاویہ بقول صحیح مسلمہ یا مسلمہ میں مدینہ میں لکھی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ مروان بن الحکم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی غرضکہ ان کے سند وفات میں بھی اختلاف ہے ابن ابی نعیمہ کی روایت میں ۱۵۰ھ لکھے ہیں اور ایک روایت میں ۱۵۱ھ۔ اور بعضوں کا قول ہے کہ ۱۵۲ھ میں اور ایک روایت میں ۱۵۳ھ بھی ہیں مگر زائد اقوال مسلمہ ہی کے متعلق ہیں۔ علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ ابن سعد نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی کہ جب ان کا وقت وفات قریب ہوا تو انھوں نے مجھ کو بلا کر کہا کہ میرے اور نکھائے اکثرہ باتیں رہی ہیں جو باہم سوکھن میں ہوا کرتی ہیں تو میں باہن کی معافی چاہتی ہوں اور عائشہؓ حضرت بھی خباثت میں نہ معاف کر دیا اور عائشہؓ منفرت بھی اُنکے لیے کی اسی طرح حضرت ام سلمہؓ سے بھی بلا کر کہا اور معافی چاہی۔ انتہ۔

حال حضرت اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ان کا نام ہند ہے بقول صحیح و مشہور ابن اثیر کہتے ہیں کہ بعضوں کے نزدیک ان کا نام سلمہ ہے مگر صحیح اول ہی ہے ان کی کنیت ان کے بیٹے سلمہ بن ابی سلمہ کے نام سے ہوئی یہ ابی اسیمہ کی بیٹی تھیں جن کا نام حذیفہ تھا اور بعضوں کے نزدیک سیل اور بعضوں کے نزدیک ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم مخزومیہ ان کی ماں عاتکہ بنت عامر بن ربیعہ تھیں علامہ زرقانی شرح مواہب مدنیہ میں ان کے حال میں لکھتے ہیں کہ یہ بڑی عاقلہ و فاضلہ و صابریہ اللہ تعالیٰ عنہا روایت ہے کہ انھوں نے فقل احکام میں سوائے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اور تمام ازواج مطہرات پر ان کو فضیلت حاصل تھی صلح حدیبیہ میں جب صحابہ کو مکہ معظمہ سے باہر حلق اور قربانی میں تامل تھا تو انھیں کی تدبیر سے

یہ شکل حل ہوئی اور یہ ان کی عقلندی و ذہانت کی بہت عمدہ مثال ہے آلام المحرمین کا قول ہے کہ حضرت ام سلمہ کے سوا صاحبۃ الہی مشورہ میں عورتوں کی جماعت میں مجھے اور کوئی نہیں معلوم ہوا اتنی راسے محض مشورہ کے طور پر دی ہوا اور وہ ٹھیک واقع ہوئی ہو۔ یہ قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عبد اللہ ابن الاسد مشہور بابی سلمہ کے جو ان کے رشتہ میں حجاز اور بھائی بھی ہونے تھے نکاح میں تھیں امام محی الدین نووی کتاب تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں کہ ابن سعد کہتے ہیں کہ انھوں نے ابو سلمہ کے ساتھ حبشہ کی جانب دو مرتبہ ہجرت کی اور وہاں ابو سلمہ سے ان کے زینب بنت ابی سلمہ پیدا ہوئیں اور اون کے بعد سلمہ اور عمر اور ذرہ تین بیٹے اور ہوسے ابن سعد عمر بن ابی سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ میرے باپ اُحد میں گئے تھے وہاں ابو اسابہ حبشی نے اون کے بازو پر ایک تیر مارا اس سے زخم ہو گیا وہ ایک مہینے تک وہاں بغیر علاج کرتے رہے جب زخم اچھا ہو گیا تو اون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی قحط کی طرف بھیجا محرم بنیتوین مہینے میں وہاں آدنیس مہینے رہے پھر وہاں سے آٹھ صفر سنہ ۱۰ کو مدینہ واپس آئے وہاں کے بعد اون کا زخم پھر تازہ ہو گیا اور اسی حالت میں لون کا انتقال ہو گیا آنھوں نے جمادی الآخر سنہ ۱۰ کو بعد اس کے میری ماں عدت مہینے جب دس روز باقی رہے شوال سنہ ہجری کے اولاد کی عدت ختم ہوئی۔ تو انھیں دنوں میں اون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا یعنی ماہ شوال سنہ ۱۰ میں انتہی شیخ عبدالحی محدث دہلوی مارج النبوة میں لکھتے ہیں کہ ام سلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی مسلمان پر کوئی مصیبت پڑے اور وہ کہے کہ اللہم اخرجنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منها تو اللہ تعالیٰ اس کو بہتر عوض دیتا ہے جب ابو سلمہ کا انتقال ہوا تو میں نے اس کو پڑھا مگر میری طبیعت اس لفظ کے کہنے کو نہیں جاہتی تھی کہ مجھ کو اون سے بہتر عوض دے کیونکہ میرا خیال یہ تھا کہ ابو سلمہ سے زیادہ بہتر مسلمانوں میں کون ہو گا مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما چکے تھے اللہ بغیر پڑے چارہ نہ تھا

اور آنحضرتؐ سے میں نے یہ بھی سنا تھا کہ آپؐ فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی میت کے پاس حاضر ہو تو امر فرما چاہے کیونکہ اس وقت جو کچھ تم مانگتے ہو ملائکہ اس پر آمین کہتے ہیں اللہ عز و جل ابوسلمہ نے انتقال کیا تو میں آنحضرتؐ صلعم کے حضور میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابوسلمہ نے وفات پائی اور ان کے فراق پر میں کیا کہوں آپؐ نے فرمایا کہ کہو اللہم اغفر لی ولہ واعقبنی عقبہ حسنۃ چنانچہ یہی دعائیں نے پڑھی اللہ تعالیٰ نے بہتر عرض ابوسلمہؓ کا بھیجے آنحضرتؐ صلعم کو دیا بعد انتقال ابوسلمہؓ کے آنحضرتؐ ام سلمہؓ کے بیان تشریف لے گئے اور تعزیت کے بعد فرمایا کہ یا اللہ اس کو تسکین دے اور اس کی مصیبت کا عوض بہتر عنایت فرما چنانچہ آپؐ کی دعا قبول ہوئی اور دیسا ہی ہو جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے طالب ابن ابی بلتعہ کو بھیجا اس نے آنحضرتؐ کی طرف سے پیغام نکاح کہا اور ایک روایت میں ہے کہ اولاً پیغام نکاح حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے دیا مگر ام سلمہؓ نے اس کو قبول نہیں کیا جب آنحضرتؐ نے رجعت کی تب اونھوں نے کہا کہ مرجأ بر رسول اللہ لیکن میں عورت سن رسیدہ ہوں اور چھوٹے بچے قیم بھی میرے پاس ہیں اور میرے مزاج میں غیرت بہت ہے اور آپؐ عورتیں جمع کرتے ہیں تب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری عمر تجھ سے زیادہ ہے اور یمین کی پرورش خدا و رسول پر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ صلعم نے فرمایا کہ تمہارے لڑکے میرے ہی لڑکے ہیں اور یہ کہ غیرت تم کو بہت ہے تو میں دعا کروں گا اللہ اس کو دور کر دیگا غرض کہ ان کے ساتھ آنحضرتؐ نے ماہ شوال سنہ ہجری میں نکاح کیا اور مہر میں وہ اسبابے یا جو قیمت میں دس درہم کا تھا ازواج مطہرات میں دو گروہ تھے ایک گروہ میں حضرت عائشہؓ و حفصہؓ و سودہؓ و صفیہؓ رضی اللہ عنہن تھیں اور دوسرے میں حضرت ام سلمہؓ و ابوباتیؓ بی بیان اور یہ اس گروہ کی سردار تھیں جب یہ آنحضرتؐ صلعم کے بیان آئیں تو حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کی وفات ہو چکی تھی آپؐ نے ان کا گھرانہ کو غایت فرمایا جب یہ

اوس گھر میں گئیں، تو انھوں نے ایک چھوٹی غم دیکھی جس میں تھوڑے سے جوئے اور ایک بیک سنگین اور ایک چکی۔ آپ نے تھوڑے جو اوس چکی میں پیسے اور اوس کا حصیدہ بنا کر آنحضرت صلم کے حضور میں پیش کیا۔ وہی طعام ولیمہ ہوا، وہاں میں ہے کہ حضرت ام سلمہ بڑی حسینہ جمیلہ تھیں، ابن سعد کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ جب آنحضرت صلم نے ان سے نکاح کیا تو مجھ کو شدید حزن لاحق ہوا کیونکہ میں نے ان کے حسینہ ہونے کا بہت شہرہ سنا تھا میں نے اپنی کیفیت حصہ سے کہی، تو انھوں نے میری بہت بلوئی و تشفی کی اور کہا کہ ایسا نہیں ہے، لوگ بیان کرنے میںبالغہ بھی کر دیتے ہیں لیکن جب میں نے ان کو دیکھا تو جیسا سنا تھا اوس سے بہت زیادہ پایا۔ آنحضرت صلم کا معمول تھا کہ ہر روز آپ تمام ازولج مطہرات کے بیان تشریف لے جاتے تھے ہر ایک کے بیان تھوڑی تھوڑی دیر بھر تے جب اون کا گھر آ جاتا جن کی باری ہوتی تو شب کو وہیں قیام فرماتے اس کی ابتدا ام سلمہ کے گھر سے ہوتی تھی حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ عصر کا وقت ہوتا تھا کہ جب آپ حضرت ام سلمہ کے بیان تشریف لاتے تھے اور وہاں سے سب بی بیوں کے بیان ہوتے ہوئے آخر میں میرے بیان آتے تھے۔ ان کے پاس موئے شریف بھی تھا صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ان کے پاس جگہ جائز کی کا تھا جس میں موئے شریف تھا جب صحابہ میں کسی کو کچھ تکلیف و رنج پہنچتا تو ایک پالہ میں پانی بھر کر اون کے پاس لیجاتے آپ موئے شریف نکال کر اوس پانی میں حرکت دیدیتے وہ استعمال کرایا جاتا اور اوس کی برکت سے وہ تکلیف و رنج رفع ہو جاتا ان کی مرویات کتب متداولہ میں نہیں سوائے کچھ حدیثیں ہیں اور کچھ متفق علیہ تیرہ حدیث اور فرد بخاری میں حدیثیں اور فرد مسلم تیرہ اور باقی اور کتابوں میں ہیں اہل سیر متفق ہیں کہ ان کی وفات سب اہمات المؤمنین کے بعد ہوئی لیکن سنہ وفات میں بہت اختلاف ہوا، نووی کتاب تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں کہ ان کی وفات ماہ ذیقعدہ ۳۵ھ ہجری میں ہوئی

اور حضرت ابو ہریرہؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، بیعہ میں اور ان کے بیٹے عمر کہتے ہیں کہ میں نے
 اور میرے بھائی سلمہ و عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی امیہ و عبد اللہ بن ربیع بن زعمہ اسدی نے قبر
 میں اوتارا ان کی عمر وقت وفات چودہ سال کی تھی ابن سعد بھی یہی کہتے ہیں اور صاحب کمال
 اور ابن اثیر کہتے ہیں کہ ان کی نماز جنازہ سعید بن دید نے پڑھائی جو عشرہ مبشرہ سے تھے مگر قول
 صحیح نہیں کیونکہ سعید بن زید کا انتقال سترہ ہجری میں ہوا تھا اور حضرت ام سلمہ کی وفات ۱۱ھ
 میں تو کیسے نماز جنازہ پڑھانا ممکن ہے احمد بن ابی غیثہ کہتے ہیں کہ ان کا انتقال زمانہ سلطنت زید
 بن معاویہ میں ہوا اور زید متولی خلافت ماہ ربیع الثانی ہجری میں ہوا اور ماہ ربیع الاولیٰ ۱۳ھ
 میں مرا اور اس امر پر لوگوں کا اتفاق ہے کہ یہ بیعہ میں دفن ہوئے اور تاریخ دمشق میں لکھا ہے کہ
 ان کی وفات شوال ۱۱ھ میں ہوئی اور ایک روایت میں ہے کہ سترہ ہجری میں ہوئی جبکہ
 حضرت امام حسین علیہ السلام کی خبر شہادت آئی آپ عسا کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے اور ابن اثیر
 کہتے ہیں کہ بعضوں کا قول ہے کہ ام سلمہ کی وفات ماہ رمضان یا شوال ۱۱ھ میں ہوئی اور یہ
 اور ان کے شوہر اول اور ان لوگوں کے تھے جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی انتہی اور ہجۃ المہمل
 میں ان کا سنہ وفات ۱۱ھ لکھا ہے اور امام یافعی تاریخ مرآۃ الجنان میں ان کی وفات ۱۱ھ
 میں کہتے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ بعضے ۱۱ھ بھی کہتے ہیں اس اختلاف روایات کی وجہ سے سنہ
 وفات کا تعین مشکل ہے مگر یہ امر فوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ واقعہ حرہ تک نہ ہو سکتا تھا۔
 صحیح مسلم شریف میں ہے کہ عمار بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ اور عبد اللہ بن صفوان ان کی بخت
 میں حاضر ہوئے زمانہ خلافت زید بن معاویہ میں اور ان دونوں نے اس لشکر کا حال پوچھا جو
 زمین میں دھنس جا رہا اور یہ سوال اس وقت کیا گیا تھا جب زید نے سلم بن عقبہ کو لشکر شام
 کے ساتھ مدینہ طیبہ بھیجنے کا ارادہ کیا تھا اور واقعہ حرہ واقع ہوا تھا اور وہ ۱۳ھ ہجری میں ہوا اس لیے اس

پہلے ان کی وفات کے متعلق روایتیں صحیح نہیں معلوم ہوتی ہیں انتہی کذا فی الزرقانی۔

حال حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

زینب بنت جحش بن ایاب اسدی ان کی کنیت ام الحکم تھی اور ان کی ماں ایمنہ بنت عبد المطلب آنحضرت صلعم کی بھوپھی تھیں اور ان کا نام بڑھ تھا آنحضرت صلعم نے اوس کے متعلق یہ خیال کر کے کہ اس سے منجھڑکے نفس کے پیدا ہوتے ہیں اور کلام اللہ میں یہ لانا تو کوا انفسکم ان کا نام بدل کر زینب رکھا امام محمدی الدین نووی اپنی کتاب تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں کہ یہ قدیۃ الاسلام اور اون عورتوں سے تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہجرت کی قتادہ اور داؤدی اور بعض اہل مدینہ کا قول ہے کہ آنحضرت نے ان کے ساتھ شہدہ بحری من نکاح کیا اور ابن السیّد ابوعبیدہ و خلیفہ ابن الحنظلہ کہتے ہیں کہ ان سے آنحضرت نے شہدہ من نکاح کیا ابن سعد کا قول ہے کہ شروع ماہ ذی قعدہ شہدہ بحری من نکاح ہوا اوس وقت پچیس برس کی تھیں آنحضرت سے قبل بیزید بن حارثہ غلام آنحضرت صلعم کے نکاح میں تھیں اور خون نے ان کو طلاق دی یہ عدت میں تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح آنحضرت صلعم کے ساتھ کیا اور یہ آیت نازل فرمائی فلما قصق زید منها وطرا زوجناکھا چنانچہ یہ فخر کرتی تھیں اور ازواج مطہرات پر اور مہنتی تھیں کہ اللہ نے میرا بیاہ کیا آسمان پر اور یہ بڑی کاگیر تھیں اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں اور اوس سے جو حاصل ہوتا تھا اوس کو اللہ کی راہ میں عداۃ دیتی تھیں حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ جب ان کو آنحضرت صلعم کے ساتھ اپنے نکاح ٹھیرنے کی خبر ملی تب انہوں نے سجدہ شکر ادا کیا حضرت ام سلمہ فرماتی تھیں کہ زینب آنحضرت صلعم کو پسند تھیں اور آپ صلعم اپنی پاک ست بیان کردہ ۱۱ سال سے پھر یہ تمام درجہ کا یہ اوس عورت سے اپنی فرض ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دی ۱۲ سال

اور ان کا ذکر اکثر کیا کرتے تھے اور یہ بڑی نیک بی بی بہت روزہ دار و رشب بیدار تھیں حضرت
 عائشہؓ کا کرتی تھیں کہ زینب بنت جحش پر اللہ رحم کرے کہ انھوں نے اس دنیا میں وہ بزرگی پائی
 جو کسی اور کو نہیں ملی اللہ نے ان کا تعلق اپنے نبی سے دنیا میں کیا اور قرآن اور ان پر ناطق ہوا
 ایک بار آنحضرت صلم نے اور لوگوں سے ہم لوگوں کی موجودگی میں فرمایا کہ تم میں جلد زائد ملنے
 وہ ہے جو دراز تر ہے ہاتھ میں تو آنحضرت صلم نے اپنے ساتھ ان کے جلد ملنے کی بشارت دی اور وہ
 آپ کی جنت میں بھی زوجہ ہوں گی حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ ہم لوگ جب کسی کے گھر میں
 بعد وفات آنحضرت صلم جمع ہوتے تھے تو اپنے اپنے ہاتھ دیوار میں بڑھا کر اپنے تھے کہ کس کا ہاتھ بڑا
 ہے مگر آنحضرت کے ارشاد کا کچھ مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا جب زینب بنت جحش نے وفات
 پائی اس وقت سمجھ میں آیا کہ آنحضرت صلم نے درازی ہاتھ سے صدقہ مراد لیا تھا اور یہ نہر مند تھیں
 کھال بچا لیتی تھیں اور شہد کا کرتی تھیں اور اللہ کی راہ میں صدقہ دیتی تھیں انتی علامہ زرقانی
 شرح مواہب لدنیہ میں ان کے حال میں لکھتے ہیں کہ حضرت صدیقہؓ فرماتی تھیں کہ حضرت زینب کو
 میرے ساتھ مہسری و مقابلہ کا دعویٰ تھا اور ان کو اس کا حق بھی حاصل تھا کیونکہ انہی حیثیت سے
 وہ آنحضرت صلم کی بھوپھی کی بیٹی تھیں حسن و جمال میں بھی ممتاز تھیں آنحضرت صلم کو ان سے
 محبت بھی تھی ان کے زہد و نزہ کا یہ حال تھا کہ جب حضرت صدیقہؓ پر منافقین نے اتہام لگایا اور
 اس میں خود حضرت زینب کی بہن ثمنہؓ بھی شریک تھیں تو آنحضرت صلم نے ان سے حضرت صدیقہؓ
 کے متعلق حالات دریافت کیے تو انھوں نے جواب میں صاف طور پر یہ کہدیا کہ مجھ کو عائشہؓ کے متعلق
 نیک ہونے کے سو کسی بات کا علم نہیں اور کانون پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ یہ محض تمت ہے چنانچہ
 حضرت صدیقہؓ غیب اس افتہ کا ذکر کرتی تو ہمیشہ ان کی پاک باطنی اور سچائی و اذرا حق کی شکر گزار
 ہوتی عبادت بہت خشوع و خضوع سے کرتی تھیں اور بغیر اتحاد کے کوئی رائے نہیں دیتی تھیں تم بھی

ہے کہ ایک بار آنحضرت صلعم مہاجرین کو مال تقسیم کرتے تھے یہ بھی اوس معاملے میں کچھ کہنے لگیں
 حضرت عمرؓ نے سختی سے ان کو ممانعت کرنا چاہی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کیا ہے عمر ان سے درگزر کرو یہ
 اوداہ بن طبیعت کی نہایت سیر چشم و سنجہ و قافہ تھیں نقل ہے کہ ایک بار حضرت عمرؓ نے اوداہ کا سالانہ
 نفقہ بھیجا اودھون نے اوس پر ایک کپڑا ڈال دیا اودہ بزدل بنٹ رافع سے کہا کہ میرے عزیز و ان اور شہداء
 اور یتیموں کو یہ مال تقسیم کر دو بزدل نے کہا کہ ہمارا بھی اس میں حق ہے یا نہیں اودھون نے کہا کہ کپڑے
 کے نیچے جو کچھ بھلے وہ تھا راق ہے بزدل نے دیکھا تو چپا شہی مدہم نکلے جب تمام مال تقسیم ہو چکا تو دعا
 مانگی کہ یا اللہ اس سال کے بعد مجھ کو عمرؓ کے عطیے سے فائدہ نہ اودھانا پڑے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اوسی
 سال ان کا انتقال ہو گیا۔ انتہی۔ ان کے مناقب بہت ہیں ان کی وفات سترہمین ہوئی اور عمر
 عربی برس کی ہوئی یہ قول ابن سعد کا ہے اور اہل سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد
 بی بیوں میں پہلے انھیں بنے انتقال کیا اور بقیع میں درمیان دار عقیل اودہ دار ابن الحنفیہ کے دفن
 ہوئیں یہ بھی ابن سعد کا قول ہے انھون نے اپنے کفن کا سامان بھی کر لیا تھا اور وصیت کی تھی کہ
 حضرت عمرؓ بھی اگر کفن دین تو اودن میں سے ایک کو صدقہ کر دینا چنانچہ ویسا ہی کیا گیا عمرؓ کہتے ہیں
 کہ ان کی وفات کے روز حضرت عائشہ بہت رنجیدہ تھیں اور فرما تی تھیں کہ آج اوس بی بی کا انتقال
 ہوا جو بڑی نیک اور یتیموں و یواؤں کی فریادرس تھی ان کی نماز جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
 نے پڑھائی اور قبر میں اسامہ بن زید اور محمد بن عبداللہ بن جحش اور عتبہ ابن ابی احمد بن جحش اور محمد
 بن طلحہ بن عبید اللہ اور ترے جوان کی بہن حمزہ کے بیٹے تھے اور یہ سب آپ کے محرم تھے اور آپ کو
 اودان بی بیوں کی تھیں جن کے یہ نقش بنائی گئی۔ اسما بنت عمیس نے حضرت عمرؓ سے نقش کے
 متعلق بیان کیا کہ میں نے اس کو حبشہ میں دیکھا تھا کیونکہ آپ کی یہ خواہش تھی کہ کوئی ایسی خیر خواہ
 چاہے جو مردہ کو دھانپ لے لہذا اسامہ نے حسب خواہش آپ کے اوس کو اشارہ کیا ملائم

زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ ازواج مطہرات میں سب سے پہلے ان کے لیے نقش بنائی گئی ورنہ جو رتوں میں اولیت حقیقی حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء کو ہے جیسا کہ ابن عبد البر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے انتہی ان کا سنہ وفات سنہ ہجری ہے مگر خلیفہ بن خیاط کا قول ہے کہ سنہ ہجری ہے انتہی کذا فی تہذیب الاسماء واللغات للامام النووی۔ امام یافعی نے بھی اپنی تاریخ مرآة الجنان میں ان کا سنہ وفات سنہ ہجری لکھا ہے نہ ہی

حال حضرت ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جویریہ بضم جیم وفتح واو یہ بی بی تھیں حرث بن ابی ضرار بن حبیب خزاعیہ مصطلقہ کی مریض کے ہون کہ جس کو غزوہ بنی المصطلق کہتے ہیں سنہ ہجری میں بقول واقدی یہ قیدین آئیں۔ اور خلیفہ کا قول ہے کہ سنہ ہجری میں یہ قیدین آئیں ابن قتیبہ نے معارف میں لکھا ہے کہ یوم بنی المصطلق اور بنی لیحان ماہ شعبان سنہ میں تھا ابن سعد وغیرہ کہتے ہیں کہ جویریہ مسافع بن صفوان اور ذی الشمرین کے تحت میں تھیں اور مسافع بن صفوان یوم ربيع جات کفر قتل کیا لیکن صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ جویریہ کا نام بڑھ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدل کر جویریہ رکھا کیونکہ آپ کو ناپسند ہوتا تھا جب کوئی کہتا تھا کیا آپ بڑھ کے پاس سے تشریف لائے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب مال غنیمت تقسیم ہوا تو جویریہ بنت الحارث ثابت بن قیس بن شماس انصاری کے حصہ میں پڑیں جب وہ مسلمان ہوئیں تو اون کو ثابت نے مکاتبہ کیا اور یہ بہت نیک قبول ہوئی و بی بی تھیں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس غرض سے آئیں کہ میری بدل الکتابہ کی ادائیگی میں آپ در کریں آنحضرت نے فرمایا کہ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں تمہاری طرف سے تمہارا بدل الکتابہ ادا کر دوں تو تم کو آزاد کر دینگے تو وہ لونڈی یا غلام مکاتبہ و مکاتبہ کہیں گے اور جو رقم دی جائیگی ان کو بدل الکتابہ کہیں گے پس

کے تم سے نکاح کر لوں انھوں نے قبول کیا آپ نے ثابت بن قیس کو بلایا اور ان سے سب
 ل بیان کیا وہ بھی راضی ہو گئے آنحضرت صلم نے قمر ادا کی اور ان کو آزاد کر کے نکاح کر لیا جب
 در لوگوں کو خبر ہو چکی کہ ان کا نکاح آنحضرت سے ہو گیا تو ان لوگوں نے بنی المصطلق کا جو کچھ
 پایا تھا وہ سب آنحضرت کی خدمت میں بھیج دیا اس سے بنی المصطلق کے گھرانے کے سوا آدمی آزاد کیے
 گئے پس میں کسی عورت کو برکت میں زائد اور بہتر قبیلہ بنی المصطلق میں جو یہ سے نہیں جانتی ہو
 تاریخ دمشق میں ہے کہ ان کے والد حارث بھی مسلمان ہو گئے تھے انتہی لذانی تہذیب الاسماء
 واللغات للامام النووی۔ علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی شرح مواہب میں ان کے حال میں
 لکھتے ہیں کہ حضرت جویریہ کی رقم بدل الکتابۃ نو اوقیہ سونا تھا اور آزاد شدہ غلاموں کی تعداد ایک
 روایت میں سات سو سے زائد لکھی ہے حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضرت جویریہ کی
 برکت سے سیکڑوں گھرانے آزاد کر دیے گئے اور بعض روایتوں میں ہے کہ آنحضرت صلم سے خود
 حضرت جویریہ نے یہ خواہش ظاہر کی تھی اور آپ نے تمام قیدیوں کو ان پر مہر کر دیا تھا انتہی
 مایہ النبوۃ میں ہے کہ یہی عابدہ و ذاکرہ تھیں نقل ہے کہ ایک روز آنحضرت صلم بعد نماز صبح ان کے
 پاس سے باہر تشریف لے گئے تو اس وقت یہ جا نماز پہنچی ہوئی ذکر و تسبیح میں مشغول تھیں چات
 کے وقت جب آنحضرت صلم پھر تشریف لائے تو ان کو اسی حال میں دیکھ کر دریافت کیا کہ جس
 وقت سے میں گیارہ سے تم اسی حال پر ہو انھوں نے عرض کیا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ جب میں پانچ
 سے گیارہ تو میں نے چار کلمے ایسے کہے کہ اگر ان کا مقابلہ تمھاری اس وقت تک کی عبادت سے کیا جا
 تو وہی زائد رہیں گے وہ کلمے یہ ہیں سبحان اللہ و مجدہ مد دخلقہ و رضی نفسہ و زنتہ عرشہ
 و مدادہ کلماتہ مقصود اصلی آپ کا اس سے تعلیم تھا کہ ان کلمات کو چالیس بار درمیں داخل کر لو
 اسے پانچ بار اشد کو اور اس پر حمد اس کی غلظت کے شمار سے اور اس کی خوشنودی ذات کی برابر اور بقدر
 وزن اس کے عوض کے اور سیاحی اس کے کلمات کے ۱۷

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میرے خیال میں کوئی عورت خیر و برکت والی بزرگ زیادہ جویرہ سے نہ ہوگی اور خود یہ فرماتی تھیں کہ قبل تشریف لیجانے آنحضرت صلم کے قبیلہ بنی المصطلق میں میں نے یہ خواب دیکھا کہ کتاب یشرب کی جانب سے سیر کر رہا ہوا آیا اور میری گود میں گر پڑا میں نے اس واقعہ کو کسی سے بیان نہیں کیا۔ اوس کی تعبیر یہ پائی کہ آنحضرت صلم کے ازواج میں داخل ہوئی، امام نووی کتاب تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں کہ محمد بن یزید نے اپنی دادی سے جو لوندی حضرت ام المومنین جویریہ کی تھیں روایت کی ہے کہ آپ فرماتی تھیں کہ میرے ساتھ حضرت رسول خدا صلم نے نکاح کیا بیس برس کے سن میں پھر انھیں کا قول ہے کہ حضرت ام المومنین جویریہ کی وفات سنہ ہجری میں ہوئی جبکہ ادن کی عمر شریف پینٹھ برس کی تھی اور محمد بن سعد کہتے ہیں کہ ان کی وفات ماہ ربیع الاول سنہ ہجری زمان سلطنت امیر معاویہ بن ابی سفیان میں ہوئی اور مروان بن الحکم اوس زمانے میں والی و حاکم مدینہ طیبہ تھا اوس نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ان سے روایت حدیث کی حضرت ابن عباس اور ادن کے غلام کریم اور عبد اللہ بن شاذان الہادی اور ابویوب یحییٰ ابن مالک ازادی نے اور حضرت جویریہ نے حضرت صلم سے سات حدیثیں روایت کیں انتہی۔ اور مدارج النبوة میں ہے کہ ان کی وفات مدینہ میں سنہ یاسنہ ہجری میں ہوئی اور عمر پینٹھ برس کی ہوئی۔ نماز جنازہ مروان بن الحکم نے پڑھائی اور قبر حنظلہ البقیع میں ہے۔ مرویات ان کی سات حدیثیں ہیں دو بخاری میں اور دو مسلم میں اور باقی اور کتب میں اور مہران کا چار سو درہم تھا اور ایک قول میں مہران کا آزادی تھی اسیران بنی المصطلق کی جن کی تعداد تو نفر سے زائد تھی امام باغی نے بھی تاریخ مرآة الجنان میں ان کا سنہ وفات

سنہ ہجری لکھا ہے

حال حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

علامہ شیخ ابن حجر مفتح الباری شرح صحیح بخاری باب ہفتم باب غزوہ خیبر میں حدیث مرویہ حضرت انس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ صفیہ بنت حنی بن اخطب بن سعید مفتح بین مملہ و سکون عین مملہ اوس کے بعد یاسے تخانیہ سالنہ ابن عامر بن عبید بن کعب حضرت ہارون ابن عمرؓ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی کی اولاد سے تھیں اور ان کی ماں برہ بنت شموال بنی قریظہ سے تھیں یہ پہلے سلام ابن شکم قرظی کے تحت میں تھیں جب اون سے مفاقت ہوئی تو کناہ بن ربیع بن الحیق نضری کے کلاخ میں آئیں کناہ خیبر کے دن مارڈالا گیا جیسا کہ ابن سعد نے اس کو بعض انا مرسل سے ذکر کیا ہے انتہی۔ بعد الحاق اقل میں ہے کہ حضرت صفیہؓ کی والدہ برہ بنت سوال تھیں جو رقاعہ ابن سوال کی بہن تھیں اولاد لاوی بن یعقوب علیہ السلام سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اراج النبوة کے صفحہ ۳۰۷ میں لکھتے ہیں کہ آپ قیدیان خیبر سے تھیں اور نعرہ وں تھیں شہر برس کی لڑکوں نے جب ان کے حسن و جمال کا حال آنحضرت صلعم سے بیان کیا تو آپ نے اون کو اپنے لیے تجویز کیا کیونکہ آپ کو اختیار تھا کہ آپ اپنے لیے مال غنیمت میں سے جو چاہیں پسند کر لیں خواہ تلوار ہو یا گھوڑا یا لونڈی وغیرہ انتہی علامہ شیخ ابن حجر امام بخاری کے اس قول کی شرح میں فصارت الی حبیۃ ثم صارت الی الحبیبی لکھتے ہیں کہ عبدالمطلبؑ کی روایت میں حضرت انسؓ سے یوں آیا ہے کہ زحیہ کلبی نے حاضر ہو کر آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ان قیدیوں میں سے ایک لونڈی مجھے عنایت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ ایک لے لو اونہوں نے حضرت صفیہ کو لیا ایک شخص نے اگر آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے زحیہ کلبی کو صفیہؓ کو عنایت فرمایا حالانکہ وہ بنی قریظہ و نضیر کی بیدہ ہیں وہ آپ کے لیے لائق ہیں

لے کر دانی گئیں صفیہؓ زحیہ کلبی کے لیے پھر آنحضرتؐ سے اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو گئیں ۱۲۷

اسی وقت آپ نے دجیہ کلبی کو مصفیہ کے بلایا اور مصفیہ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ نہ لو جیسے اس کے
 اور کوئی لونڈی لے لو اور ابن اسحق کہتے ہیں کہ مصفیہ قید ہو آئی تھیں قلعہ قوص سے جو بنی ابی الحسین
 کا ایک قلعہ ہے اور یحییٰ بن یحییٰ بن کناہ بن الریح ابن الحسین کے اور ان کے ساتھ ان کے چچا
 کی بیٹی اور بعض کے نزدیک ان کے شوہر کے چچا کی بیٹی بھی قید ہو آئی تھیں جب حضرت نے
 مصفیہ کو دجیہ کلبی سے واپس لیا تو اذن کے عوض میں اذن کے چچا کی بیٹی دجیہ کو حیات فرمائی
 سہلی کہتے ہیں کہ ان خبروں میں کوئی مخالفت نہیں ہے اس لیے کہ آپ نے دجیہ کلبی سے حضرت
 مصفیہ کو قبل از تقسیم لیا اور لونڈی کو عوض میں دی وہ بطور نفل کے دی نہ بطور بیع کے نفعہ میں
 کتابوں کے حامد بن سلمہ کی روایت جو مسلم میں ہے اور اس میں حامد راوی ہیں ثابت سے اور
 ثابت حضرت انس سے یہ ہے کہ مصفیہ دجیہ کلبی کے حصے میں پڑی تھیں اور امام مسلم کہتے ہیں کہ
 آنحضرت نے حضرت مصفیہ کو دجیہ سے سات لونڈیاں دیکر خریدی اور بچہ آزاد کیا۔ تو اب طریق جمع ان
 احادیث میں یہ ہے کہ ان کے حصے میں پڑنے سے مطلب یہ ہے کہ جو حصہ انھوں نے اپنے ذہن
 میں اپنے لیے غیر اہل تھا ان کے لیے کیون تھا کہ انھوں نے آنحضرت سے ایک لونڈی مانگی تھی تب آپ نے
 ان کو اجازت دی اور انھوں نے مصفیہ کو لیا جب آنحضرت سے ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ تو شاہزادی
 ہیں آپ سمجھے کہ یہ جیسے کے لینے کے قابل نہیں ہیں حضرات صحابہ میں بہت لوگ تھے جو دجیہ کلبی کے
 برابر اور ان سے زائد تھے اور قیدیوں میں مصفیہ کے مثل عورت نفاست میں کم تھی تو اگر آپ ان کو
 دجیہ ہی کو دیدیتے تو ممکن تھا کہ بعض صحابہ کے دلوں میں طلال ہوتا تو آپ کا واپس لینا بے مصلحت
 تھا اور خاص اپنی ازواج مطہرات میں داخل کرنا بھی بے مصلحت کہ کل صحابہ کی رضا مندی اسی میں
 ہوگی اور یہ رجوع فی الہیہ نہیں ہے تب ہمارا ارادہ اطلاق عرض پر یہ مجاز ہے اب آنحضرت کا مصفیہ
 کے عوض میں اذن کے چچا یا اذن کے شوہر کے چچا کی بیٹی غایت کرنا اس لیے تھا کہ شاید اذن کا

نفس و خوش ہوا ہو لہذا منجملہ اون قیدیوں کے اوس سے زائد کچھ دیدیا ابن سعد نے طبرق
 سلیمان ابن مغیرہ سے اونھوں نے ثابت سے اونھوں نے انس سے روایت کی اور اوس کی
 اصل سلم بن ہے کہ وہ صفیہؓ جب وحیہؓ کلبی کو ملین تو صحابہ نے اون کی تعریف کرنا شروع کی تب
 آنحضرتؐ نے وحیہؓ کو اون کے عوض میں اس قدر دیا کہ وہ رضی ہو گئے اور صفیہؓ کو خود لے لیا اس
 قصے سے تھوڑا اول صلوٰۃ میں اوپر بیان ہو چکا انتہیٰ میں کہتا ہوں کہ مراج النبوة میں ہے
 کہ ایک روایت میں ہے کہ جب آپؐ نے حکم دیا عورتوں اور اولاد یہود کے قید کرنے کو قیدیوں
 میں حضرت صفیہؓ بھی ائین لوگوں نے کہا کہ یہ جمیلہ و ستیدہ قبیلہ اور شاہان یہود میں سے نیر اولاد
 حضرت ہارون بنیمر سے ہیں مناسب یہ ہے کہ یہ خاص آپؐ کے پاس رہیں اور صحابہ میں وحیہؓ
 کے ایسے بہت ہیں اور مال غنیمت میں صفیہؓ کی ایسی عورت نفاست میں کم۔ اون کو خاص کر حبشہ
 کو دینا سبب پنج دلی اکثر صحابہ ہو گا۔ مصلحت عام اسی میں ہے کہ اون کو واپس لیکر اپنے ساتھ مخصوص
 کیجیے انتہیٰ اور اسی کا مؤید وہ ہے جو بخاری شریف میں باب التکبیر والفسخ بالصبح والصلوة عند الافادة
 والحرب میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب قیدیان خیرائے تو صفیہ بنت محبتؓ کی سیدہ بنی قریظہ
 تھیں وحیہؓ کلبی کو ملین یعنی آنحضرتؐ نے اون کو عطا کیا پھر وہ آنحضرتؐ کی ہوئیں اور ایک روایت
 یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے حبشہ سے فرمایا تھا کہ ایک لونڈی قیدیوں میں سے لے لین اونھوں نے صفیہؓ
 کو کہ نسب و شرافت و حسن و جمال میں زائد تھیں لے لیا جب لوگوں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ
 وہ لائق آپؐ کی حرم محترم ہونے کے ہیں اور معلوم ہوا کہ لوگوں کے نفوس میں اس کی ایک شورش
 ہے تب آپؐ نے اون کو حبشہ سے واپس لے لیا اور دوسری لونڈی یا اوس کی قیمت وحیہؓ کو دی
 جب وہ اس پر راضی ہو گئے تو صفیہؓ کو آپؐ نے اپنے واسطے مخصوص کر کے اون کے ساتھ نکاح کیا۔
 اور اون کی آزادی کو اون کا مہر گردانا عبد العزیز کہ جو راویان حدیث سے ہیں اونھوں نے ثابت

کہا کہ اے ابو محمد تم نے اس سے یہ بھی پوچھا کہ آنحضرتؐ نے صفیہ کا ہر کیا مقرر کیا تھا تو اس نے کہا
 کہ اون کا ہر اون کی ذات تھی تب عبد العزیز اس بات سے منہ سے جیسا کہ پہلی روایت میں مذکور
 ہوا یہ امر چکہ خصائص آنحضرتؐ سے تھا اور مسلمانوں میں متعارف نہ تھا۔ لہذا تاکید علم کی غرض سے
 ذکر کیا گیا اتنی امانتوں پر صحیح مسلم میں لکھتے ہیں کہ مازری وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ جو معاملہ وحیہ کے ساتھ
 واقع ہوا اس میں دو وجوہ کا احتمال ہے ایک یہ کہ آپؐ نے وحیہ کی رضامندی سے اون کو واپس
 لیا اور اس کے عوض میں دوسری لونڈی اون کو دی دوسری یہ کہ آپؐ نے وحیہ کو عام لونڈیوں میں
 ایک لونڈی لینے کی اجازت دی تھی نہ اچھی اور غرض صورت لونڈی مگر جب اونہوں نے نفین
 بہتر لونڈی بحیثیت نسب و شرف قوی و جمال کے لے کی تو آپؐ نے واپس لے لیا کیونکہ آپؐ نے
 ایسی بچاؤ کے لینے کی اجازت نہیں دی تھی اور وحیہ کے پاس اون کا رہنا بھی باعث فساد
 خیال فرمایا کیونکہ ممکن تھا کہ اور لشکریوں کو ایسی عمدہ لونڈی لینے کا خیال ہو تا اور خود حضرت صفیہؓ کی
 عزت کے بھی خلاف تھا اور یہ بھی کہ باقی لشکریان خبر اس کو ناپسند کریں گے اور خود حضرت صفیہؓ کے
 ذہن میں بھی دھبہ کی کوئی وقعت نہ ہوگی اور وہ باعث ہوگا باہم سوء معاشرت کا تو آنحضرتؐ صلعم
 کا مقصود اپنے اس واپس لینے سے ان سب فساد اندیشہ ناک کا قطع تھا! ابن ہبہ حضرت وحیہؓ
 کو اون کا عوض بھی دیدیا دوسری روایت میں ہے کہ یہ وحیہؓ کے حصے میں پڑیں اور آنحضرتؐ نے
 سات لونڈیاں دیکر اون کو خرید لیا مگر اس میں احتمال ہے کہ حصے میں پڑنے سے مطلب یہ ہو کہ
 اون کو لونڈی لینے کا اذن دیا گیا تو وہ اون کے حصے میں آئیں تاکہ باقی روایات میں موافقت
 ہو جائے اور سات لونڈیاں حضرت صفیہؓ کے بدلے میں اس وجہ سے وحیہ کو دین تاکہ اون کا دل
 خوش ہو جائے نہ یہ کہ اون سے عقد منع واقع ہوا چنانچہ اس بیان پر کل روایات متفق ہیں۔ اور
 غایت فرمانا وحیہ کو محمول ہے تنقیل پر اور یہی صحیح مختار ہے قاضی عیاض نے بھی اس حدیث

کے بعض الفاظ بیان کیے ہیں اور لکھا ہے کہ میرے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ صفیہ مال غنیمت سے نہ تھیں کیونکہ وہ کمانہ بن البرص کی بی بی تھیں اور انھوں نے اور ان کے خاندان والوں بنی ابی الحقیث نے صلح کر لی تھی رسول اللہ صلم سے اس شرط پر کہ وہ اپنا دھینہ آپ سے نہیں چھپائیں گے اور اگر چھپائیں تو وہ صلح سے باہر ہیں آنحضرتؐ نے ان سے جیسی بن خطب کا خزانہ پوچھا تھا تو انھوں نے اس کو چھپایا اور کہا کہ وہ نقعات میں صرف ہو گیا مگر یہ چھپ نہ سکا اور عہد توٹ گیا تب آپ نے ان کو قید کر لیا یہی ابو عبیدہ وغیرہ نے لکھا ہے پس حضرت صفیہؓ انھیں قیدیوں میں سے تھیں تو وہ فیئ ہوئیں اور فیئ میں جس نہیں ہے بلکہ امام کو اختیار ہے کہ اس میں جس طرح مناسب سمجھے تصرف کرے یہ بیان تغیر ہے قاضی کی طرف سے ان کے مذہب پر کہ جو یہ کہ فیئ پر جس نہیں ہے جس طرح کہ غنیمت میں ہے واللہ اعلم انتہی عرض اس نقل سے یہ ہے کہ اوروہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ حضرتؐ سے ایک شخص نے اور صحابی کی ناگواری بیان کی تھی اور میر تقی میرؒ و ملرج النبوة سے چند لوگوں کا قول ثابت ہوتا ہے باحجۃ بقول صاحب ہجۃ الماحل حضرت صفیہؓ کی کیفیت از رواج میں اختلافات ہیں انتہی امام نووی کتاب تہذیب الاسماء واللقاب میں لکھتے ہیں کہ محییٰ بجائے حملہ پیردو یا پہلی مفتوح دوسری مشدداور بعضے حار کے پیش بھی کہتے ہیں اور زیر بھی اور خطب بفتح حمزہ و خاء مجہ حضرت صفیہؓ قبیلہ بنی نضیر سے تھیں خیبر سے ماہ رمضان سنہ ہجری میں قیدیوں میں آئیں آنحضرتؐ صلم نے ان کو آزاد کر کے نکاح کر لیا اور اسی آزادی کو ان کا ہر وار دیا یہ بڑی حاقہ تھیں اور آنحضرتؐ نے ان کے ساتھ جب نکاح کیا تو یہ شہرہ برس کی تھیں انہیں علامہ درقانی شرح مواہب لدنیہ کی جلد سوم مطبوعہ مصر صفحہ ۲۰۲ میں لکھتے ہیں کہ عرب میں مال غنیمت کا جو ہر حصہ امام کے لیے خاص ہوتا تھا اس کو صفیہؓ لکھتے تھے جب یہ غزوہ خیبر میں ہی طریقے سے آنحضرتؐ صلم کے نکاح میں آئیں تو صفیہؓ کے نام سے

مشہور ہو گئیں ورنہ اصلی نام زینب تھا حضرت شیخ عبدالحق دہلوی مارج النبۃ کے صفت ۳۲
 میں لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا اختلاف تھا کہ حضرت صفیہ کا شمار اہل المؤمنین میں ہو گا یا لڑکی
 رہیں گی بھر باہم یہ اسے طے پائی کہ اگر وہوں نے ہم لوگوں سے پردہ نہ کیا تو معلوم ہو گا کہ لڑکی
 رہیں تب آنحضرتؐ نے اون کو آزاد کر کے اون سے نکاح کیا اور اون کا مہراون کی آزادی کو قرار دیا
 اور جب صبا دین پہنچے تو اون سے ہم بستر ہوئے اور اون کے ولیمہ میں حسین تیار کیا گیا اور اس
 سے فرمایا کہ جتنے لوگ تمہارے ساتھ ہیں سب کو ولیمہ کی دعوت دو بعد اوس کے جب آنحضرتؐ
 مرنے کی طرف چلے تو صفیہؓ کو اپنے پیچھے بٹھلایا اور وہ عبا جسے اونٹ پر بچھلتے تھے اوس کا پرہ
 اون کے لیے بنایا اور آپؐ اون کو اونٹ پر سوار کرنے کے لیے اپنے زانوؤں کو رکھتے تھے مگر حضرت
 صفیہؓ اپنے پیراؤں آپؐ کے زانو پر نہیں کھتی تھیں بلکہ اپنے زانو آپؐ کے زانو پر رکھ کر سوار ہوتی تھیں
 حضرت صفیہؓ نے فتح خیبر کے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ چودھویں رات کا چاند سیری گوہر میں گرا
 بیدار ہو کر یہ خواب اونہوں نے اپنے شوہر کنانہ سے بیان کیا اوس نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تجھ کو
 خواہش ہے کہ تو اس بادشاہ کی بی بی بنے جو ہمارے میدان میں اوتا ہوا ہے یہ کہہ کر اس زور سے
 چلا نچے اون کے منہ پر مارا کہ نیلا داغ بڑ گیا چنانچہ شب زفاف تک اوس چٹانچہ کا اثر باقی تھا
 حضرتؐ نے اوس کا سبب پوچھا تب حضرت صفیہؓ نے حقیقت حال بیان کی انتہی۔ بادشاہ
 اوس نے رسول اللہ صلم کو کہا اور مطابین خواب کے واقع ہوا۔ یہ بڑی عقیدہ و قسیمہ حسینہ و حمیدہ تھیں
 ان کے ساتھ آنحضرت صلم کو نہایت محبت تھی اکثر مواقع پر ان کی دہلوی فرماتے تھے۔ ایک بار
 آنحضرتؐ سفر میں تھے اور ازواج مطہرات بھی ساتھ تھیں حضرت صفیہؓ کا اونٹ اتفاق سے
 بیمار ہو گیا حضرت زینبؓ کے پاس ضرورت سے زیادہ اونٹ تھے آپؐ نے اون سے کہا کہ ایک
 اونٹ صفیہؓ کو دیدو اونہوں نے کہا کہ کیا میں اس ہو دیہ کو اپنا اونٹ دون اون کے اس کہنے پر

آنحضرتؐ بہت ناراض ہوئے ایسا کہ دو تین مہینے تک اون کے پاس نہیں گئے ایک بار آپؐ حضرت صفیہؓ کے پاس تشریف لے گئے تو اون کو روتے ہوئے دیکھا آپؐ نے سبب پوچھا اونہوں نے کہا کہ حضرت عائشہؓ و حضرت زینبؓ کہتی ہیں کہ ہم سب بی بیوں میں افضل ہیں کیونکہ ہم آپؐ کی زوجہ ہونے کے علاوہ آپؐ کی چچا زاد بہن بھی ہیں آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اس کے جواب میں یہ کیوں نہیں کہا کہ حضرت ہارون میرے باپ اور حضرت موسیٰ میرے چچا اور محمد صلعم میرے شوہر ہیں اس لیے تم مجھ سے افضل کیونکہ ہو سکتی ہو منقول ہے کہ جبلان کی طرف آنحضرتؐ کو نظر توجہ غایت ہوئی تو حضرت عائشہؓ صدیقہ کو غیرت داغ لگی ہوئی اونہوں نے آنحضرتؐ صلعم سے عرض کیا کہ آپؐ کو صفیہؓ سے بہت محبت ہے حالانکہ وہ کو تہہ قد ہے اور ایسی بی بی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ تم نے وہ کلمے کہے کہ اگر اون کو دریا میں ڈال دین تو تغیر ہو جائے جب یہ مدینہ میں آئیں تو انصار کی عورتیں ان کے حسن و جمال کا شہرہ سن کر ان کے دیکھنے کو آئیں اور اونہیں کے ساتھ حضرت عائشہؓ بھی پوشیدہ موند پر نقاب ڈال کر آئیں آنحضرتؐ صلعم نے حضرت عائشہؓ کو پہچان لیا جب وہ دیکھ کر واپس ہوئیں تو آنحضرتؐ بھی اون کے پیچھے پیچھے چلے اور چادر کا کونہ پکڑ کر فرمایا کہ اے خیر ادمؑ نے صفیہؓ کو دیکھا کیسا پایا حضرت صدیقہؓ نے کہا کہ ایک یہودیہ تھی۔ جو اور یہودیوں میں بیٹھی ہوئی تھی آپؐ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ تم ایسا کہتی ہو وہ تو مسلمان ہوئی ہے اور اچھا اسلام لائی ہے جب آنحضرتؐ صلعم علیل ہوئے تو سب بی بیان جمع تھیں حضرت صفیہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ خدا کی قسم میں خوش ہوتی کہ یہ مرض جو آپؐ کو ہوا مجھ کو ہوتا اور میں قہر سب بی بیوں نے ایک دوسری کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا اور آنحضرتؐ صلعم نے اس کو دیکھ لیا اور ناخوش ہو کر فرمایا کہ صفیہؓ اس دعوے میں سچی ہے غلط نہیں کہتی نساؤ شریفہ میں ہے کہ یہ کہا بہت اچھا بچاتی تھیں ایک روز اونہوں نے کچھ کھانا پکا کر آنحضرتؐ صلعم کو بھیجا آپؐ اس وقت حضرت صدیقہؓ

کے گھر میں تشریف رکھتے تھے حضرت صدیقہ نے لانے والے کے ہاتھ سے پیالے کے کر زمین پر پڑے چکا
 حضرت صلعم نے پیالہ کے ٹکڑے چُن چُن کر کچا کیے اور اون کو جوڑا اور دوسرا پیالہ منگو کر واپس
 کیا انتہی آپ کی وفات ۳۳۷ھ و بقولے ۳۵۷ھ و بقولے زمان خلافت حضرت عمر
 میں ہوئی نماز جنازہ حضرت عمرؓ نے پڑھائی اور حنبلہ البقیع میں دفن ہوئے ان کی مرویات دس
 حدیثیں ہیں ایک متفق علیہ ہے اور باقی اور کتابوں میں ہیں انتہی ہجرت الحافل میں ہے کہ
 حضرت صفیہ کی وفات ۳۳۷ھ ہجری میں ہوئی اور بعض کہتے ہیں ماہ رمضان ۳۵۷ھ میں امام
 یافعی بھی مرآۃ الجنان میں حوادث ۳۵۷ھ میں لکھتے ہیں کہ اسی سال میں ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا
 نے وفات پائی تہی اکثر روایات کا قول ہے ان کا سن ساٹھ برس کا ہوا انتہی وف دیہ دال
 کے ذرا اور زیر دونوں طرح سے درست ہے اور حیحی حاد کے پیش اور زبرد دونوں طرح سے ہے کذا
 فی شرح صحیح مسلم الامام النووی نقل ہفتین لغت میں معنی زیادتی کے ہے بعد اوس کے یہی نام
 غنیمت کا رکھا گیا اس واسطے کہ اس است پر اور حلال چیزوں سے غنیمت زیادہ ہوئی اور غنیمت اور
 امتوں پر حلال نہ تھی اور اصطلاح شرع میں نفل وہ ہے جس کو امام بعض غازیوں کے لیے مخصوص
 کر دے کذا فی المحیط اور تغیل کے مخالف نہیں ہے تفسیر کرنا قدوری کا لا باس کر کے اس لیے کہ لفظ
 لا باس کا لفظ ترک اولے کے لیے نہیں بلکہ لا باس مستحب میں بھی ہوتا ہے صنف نے اپنی شرح میں
 ایسا ہی لکھا ہے اور اسی واسطے مبسوط میں تغیل کو مستحب لکھا ہے کذا فی غایۃ الادھار ترجمہ درخت
 صفحہ ۷۷ مطبعہ مطبع صدیقی بریلی اور بھی اسی میں ہے کہ امام تغیل نہ کرے بعد پہنچ جانے
 غنیمت کے دارالاسلام میں مگر خمس سے تغیل بعد الاحواز بھی صحیح ہے بسبب جایز ہونے صرف
 خمس کے ایک قسم میں چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب صرف خمس کا محتاج کے لیے ہو تو محتاج متقابل
 کے لیے بطریق اولیٰ جایز ہو گا کذا فی المنتح وغیرہ انتہی

لہ معنی غنیمت و امن انتہی حوزہ بالغہ فراہم آوردن و معی کردن چیزے و نرم راندن و سخت راندن انتہی

آنحضرتؐ بہت ناراض ہوئے ایسا کہ دو تین مہینے تک ادن کے پاس نہیں گئے ایک بار آنحضرتؐ صفیہؓ کے پاس تشریف لے گئے تو ادن کو روتے ہوئے دیکھا آپؐ نے سبب پوچھا اونہوں نے کہا کہ حضرت عائشہؓ و حضرت زینبؓ کہتی ہیں کہ ہم سب بی بیوں میں افضل ہیں کیونکہ ہم آپؐ کی زوجہ ہونے کے علاوہ آپؐ کی چچا زاد بہن بھی ہیں آپؐ نے فرمایا کہ تم نے اس کے جواب میں یہ کیوں نہیں کہا کہ حضرت ہارون میرے باپ اور حضرت موسیٰ میرے چچا اور محمدؐ صلعم میرے شوہر ہیں اس لیے تم مجھ سے افضل کیونکہ ہو سکتی ہو منقول ہے کہ جبلان کی طرف آنحضرتؐ کو نظر توجہ و عنایت ہوئی تو حضرت عائشہؓ صدیقہ کو غیرت دانگی ہوئی اونہوں نے آنحضرتؐ صلعم سے عرض کیا کہ آپؐ کو صفیہؓ سے بہت محبت ہے حالانکہ وہ کوتاہ قد ہے اور ایسی بی بی ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ تم نے وہ کلمے کہے کہ اگر ادن کو دریا میں ڈال دین تو متغیر ہو جائے جب یہ مدینہ میں آئیں تو انصار کی عورتیں ان کے حسن و جمال کا شہرہ سن کر ان کے دیکھنے کو آئیں اور انہیں کے ساتھ حضرت عائشہؓ بھی پوشیدہ موند پر نقاب ڈال کر آئیں آنحضرتؐ صلعم نے حضرت عائشہؓ کو پہچان لیا جب وہ دیکھ کر واپس ہوئیں تو آنحضرتؐ بھی ادن کے پیچھے پیچھے چلے اور چادر کا کونہ پکڑ کر فرمایا کہ اے مخیر اقم نے صفیہؓ کو دیکھا کیسا پایا حضرت صدیقہؓ نے کہا کہ ایک یہودیہ تھی جو اور یہودیوں میں بیٹھی ہوئی تھی آپؐ نے فرمایا کہ اے عائشہؓ تم ایسا کہتی ہو وہ تو مسلمان ہوئی ہے اور اچھا اسلام لائی ہے جب آنحضرتؐ صلعم علیل ہوئے تو سب بی بیان جمع تھیں حضرت صفیہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ خدا کی قسم میں خوش ہوئی کہ یہ مرض جو آپؐ کو ہوا مجھ کو ہوتا تو میں قریب بی بیوں نے ایک دوسری کی طرف انگلی سے اشارہ کیا اور آنحضرتؐ صلعم نے اس کو دیکھ لیا اور ناخوش ہو کر فرمایا کہ صفیہؓ اس دمخے میں سچی ہے غلط نہیں کہتی تائی شریف میں ہے کہ یہ کھانا بہت اچھا پکاتی تھیں ایک روز اونہوں نے کچھ کھانا پکا کر آنحضرتؐ صلعم کو بھیجا آپؐ اس وقت حضرت صدیقہؓ

کے گھر میں تشریف رکھتے تھے حضرت صدیقہ نے لانے والے کے ہاتھ سے پیالہ لے کر زمین پر پڑے گا
 حضرت صلعم نے پیالہ کے ٹکڑے چُن چُن کر کھیا کیے اور اون کو جوڑا اور دوسرا پیالہ منگو کر واپس
 کیا انتہی آپ کی وفات سلسلہ وبقولے سلسلہ وبقولے سلسلہ وبقولے زمان خلافت حضرت عمر
 میں ہوئی نماز جنازہ حضرت عمر نے پڑھائی اور حنت البقیع میں دفن ہوئیں ان کی مرویات دس
 حدیثیں ہیں ایک متفق علیہ ہے اور باقی اور کتابوں میں ہیں انتہی ہجرت الحافل میں ہے کہ
 حضرت صفیہ کی وفات سلسلہ ہجری میں ہوئی اور بعض کہتے ہیں ماہ رمضان سلسلہ میں امام
 یافعی بھی مرآۃ الجنان میں حوادث سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ اسی سال میں ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا
 نے وفات پائی یہی اکثر روایات کا قول ہے ان کا سن ساٹھ برس کا ہوا انتہی وفات دمیہ دال
 کے ذریعہ اور زیر دونوں طرح سے درست ہے اور حنی حاء کے پیش اور زبر دونوں طرح سے ہے کذا
 فی شرح صحیح مسلم الامام النووی نقل بمعنی لغت میں بمعنی زیادتی کے ہے بعد اس کے یہی نام
 غنیمت کا رکھا گیا اس واسطے کہ اس است پر اور حلال چیزوں سے غنیمت زیادہ ہوئی اور غنیمت اور
 امتوں پر حلال یہی اور اصطلاح شرع میں نقل وہ ہے جس کو امام بعض غازیوں کے لیے مخصوص
 کر دے کذا فی المحیط اور تنقیل کے مخالف نہیں ہے بغیر کرنا قدری کا لابس کر کے اس لیے کہ لفظ
 لابس کا لفظ ترک اولی کے لیے نہیں بلکہ لابس سبب میں بھی ہوتا ہے مصنف نے اپنی شرح میں
 ایسا ہی لکھا ہے اور اسی واسطے مبسوط میں تنقیل کو سبب لکھا ہے کذا فی غایۃ الادھار ترجمہ درمختار
 صفحہ ۴۷ مطبعہ مطبع صدیقی بریلی اور بھی اسی میں ہے کہ امام تنقیل نے کرے بعد پہنچ جانے
 غنیمت کے دارالاسلام میں مگر خمس سے تنقیل بعد الاحواز بھی صحیح ہے سبب جائز ہونے صرف
 خمس کے ایک قسم میں چنانچہ مذکور ہو چکا یعنی جب صرف خمس کا محتاج کے لیے ہوا تو محتاج مقابل
 کے لیے بطریق اولیٰ جائز ہو گا کذا فی الفتح وغیرہ انتہی

لہ بعض غنیمت وادمان انتہی سلسلہ حوزہ الفتح فراہم آوردن مجمع کردن چیزے و نرم راندن و سخت راندن انتہی

حال ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ بیٹی تھیں حنث بن حزن ابن بحیر بن حنظل ابن رویبہ بن عبد اللہ بن عامر بن صعصعہ
 عامر یہ ہلالیہ کی ان کی ماں ہند بنت عوف بن زہیر بن الحرب قبیلہ رعیہ سے تھیں بلواریک
 قول یہ ہے کہ قبیلہ کنانہ سے تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں یہ مسعود بن عمر نفقی کے نکاح میں تھیں۔
 پھر عبد اللہ ابن ابی رہم عامر یا خویطب ابن عبد العزیٰ یا فروہ ابن عبد العزیٰ یا سہر بن ابی رہم
 یا عبد یلیل بن عمر کے نکاح میں آئیں کہ آئی روضۃ الاحباب صفحہ ۵۹۸ مطبوعہ انوار محمدی
 لکھنؤ امام نووی تہذیب الاسماء واللغات میں لکھتے ہیں کہ بعضے کہتے ہیں کہ حضرت میمونہ آنحضرت
 صلعم سے نکاح کرنے کے قبل ابی رہم براہمہ مضمومہ بھراؤ ساکنہ جہرمیم بن عبد العزیٰ کے پاس
 تھیں اور بعضے کہتے ہیں کہ فروہ بن عبد العزیٰ کے پاس تھیں اور بعضے کہتے ہیں کہ سہرہ بن ابی رہم
 کے پاس اور بعضے کہتے ہیں کہ خویطب بن عبد العزیٰ کے پاس اس قول کو ابن اثیر نے نقل کیا ہے
 ابن قتیبہ معارف میں لکھتے ہیں کہ حضرت میمونہ کی ماں قبیلہ جریش سے تھیں جن کو ہند بنت عمر
 کہتے تھے اور میمونہ مشرق ہے جن سے جس کے معنی برکت کے ہیں اور میمون کے معنی مبارک کے
 انتہی آنحضرت صلعم نے ان سے نکاح کیا سلسلہ ہجری میں اور بعضے سلسلہ ہجری میں بعد غزوہ خیبر
 کے کہتے ہیں علامہ زر قانی شرح مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں کہ ان کے نکاح کے متعلق روایتیں
 مختلف ہیں ایک روایت ہے کہ انھوں نے اپنے آپ کو مہیا کیا تھا دوسری روایت ہے کہ
 آنحضرت صلعم نے مدینہ طیبہ سے اپنے غلام ابولہف کو اوس بن غلی کے ساتھ وکیل بنا کر بھیجا۔ اور
 انھوں نے ایجاب و قبول کیا لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے اس نکاح کی تحریک کی
 اور وہی متولی نکاح ہوئے اور چار سو درہم ہر قرار پایا یہ عبد اللہ ابن عباسؓ و خالد بن الولیدؓ و زید
 ابن الاصم کی خالد تھیں اس طرح سے کہ ان کی ماں ہند بنت عوف کی ایک بیٹی ام الفضل تھیں

جو حضرت عباس ابن عبد المطلب کی بی بی تھیں اور علاوہ حرث ان کے باپ کے ان کے دیگر
 شوہر عیس سے بھی کئی لڑکیاں تھیں ایک اسماء بنت عیس جو اولاد حضرت جعفر بن ابی طالب
 کے نخلح میں تھیں اور ان کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کے نخلح میں آئیں پھر جناب امیر کرم اللہ وجہہ
 کے نخلح میں آئیں مادر اسماء کی ان تینوں صاحبوں سے اولاد ہوئی اور دوسری بیٹی زینب بنت
 عیس تھیں جو عمر ابن عبد المطلب کے نخلح میں تھیں اور تیسری بیٹی علیہ بنت عیس جو شہ
 ابن الماد کے نخلح میں تھیں اور چوتھی زید بن الاسم کی ماں تھیں عرب کے لوگ ان کی ماں کے
 متعلق کہا کرتے تھے کہ اکرم عجز جمعہ علی الارضا صہاگا یعنی بہت بزرگ یہ بھی حور
 ہے جس نے ایسے اچھے اور بزرگ داماد کیے انتہی ان کا نام برہ تھا آنحضرتؐ نے اس کو بدل کر بیوہ
 رکھا یہ قول اُرب کا ہے حضرت بن عباسؓ سے روایت کر کے حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ زینب
 صالحہ اور خذاتہ س بی بی تھیں اور اپنے اعزہ کا بہت پاس لگا نظر کرتی تھیں انھوں نے حضرت سے
 چھالیس حدیثیں روایت کیں اور بعض کہتے ہیں کہ چھتر حدیثیں ان کی مریدہ بین سات متفق علیہ
 ایک فرد بخاری اور بیاضی فرزد سلم اور کتا بون میں ان کا انتقال سرف میں ہوا سرف بسین
 مہلہ مفتوحہ پھر را کسورہ پھر فاء ایک چشمہ ہے مکہ منظمہ سے دس میل فاصلہ پہ پقول بن قتیبہ عیسر
 اور صاحب مطالع کہتے ہیں کہ وہ چھ میل ہے مکہ سے اور بعض سات میل اور بعض نو میل اور بعض
 بارہ میل کہتے ہیں میں کہتا ہوں کہ وہ مدینہ کی جانب ہے وہیں یہ دفن ہوئیں اور وہیں آنحضرتؐ
 صلعم نے ان کے ساتھ بنا کی اور وہیں ان کی وفات ساکنہ میں ہوئی۔ یہ قول خلیفہ ابن خیاط وغیرہ کا
 ہے اور یہی واضح تر ہے اور بعض ساکنہ اور بعض سلاکنہ میں کہتے ہیں مگر یہ نیز قول
 شاذ و باطل ہیں حافظ ابن عساکر نے ان کے ضعف کی تصریح کی ہے اور حدیث صحیح سے بھی ان
 راویوں کا بطلان معلوم ہوتا ہے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ ان کی وفات حضرت عائشہؓ سے پہلے ہوئی

اور ان کی نماز جنازہ عبداللہ ابن عباس نے پڑھائی اور وہ اور یزید بن الہم اور عبداللہ بن خالد بن الہام نے ان کو قبر میں اودھارا اور یہ سب لوگ حضرت یسوع کے بھانجے تھے علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں کہ جب ان کا جنازہ اودھایا گیا تو حضرت عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی عقیقہ آن کے جنازہ کو آستہ ادب کے ساتھ لے چلنا چاہیے تا حرکت نہ دینا چاہیے انتہی مگر امام یافعی مرآۃ الجنان میں ان کا سنہ وفات ۳۹ سنہ لکھتے ہیں واللہ اعلم۔

حالاتِ بناتِ طہیات حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم (حالات حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا)

حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ام المومنین خدیجہ بنت خویلد ابن اسد ابن عبد العزی بن قسّی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف حضرت خدیجہ کے نسب کے ساتھ قسّی میں ملتا ہے علامہ ابن عبد البر استیعاب کی جلد دوم صفحہ ۵۵ میں لکھتے ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن محمد بن سلیمان ہاشمی سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئیں سنہ ۱۰ میں مولد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور وفات ۱۰ سنہ ہجری میں ہوئی ابو عمر کا قول ہے کہ حضرت زینب سب صاحبزادیوں میں بڑی تھیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے آج جو لوگ اختلاف کرتے ہیں وہ صحیح نہیں اور نہ قابلِ توجہ اب اختلاف اگر ہے تو اس امر میں ہے کہ زینب اولادِ قاسم پیدا ہوئی اور نہ قابلِ توجہ اب اختلاف اگر ہے تو اس امر میں ہے کہ پہلے قاسم پیدا ہوئے اور ان کے بعد زینب اور آبن کلبی کہتے ہیں کہ پہلے زینب پیدا ہوئیں پھر قاسم انتہی علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ اہل سیر کا اتفاق ہے کہ صاحبزادیوں میں سب سے بڑی

یہی یقین زبیر بن بجار کا قول ہے کہ یہ حضرت قاسم کے بعد پیدا ہوئے لیکن ابن کلبی کے نزدیک
 آنحضرت صلعم کی سب سے پہلی اولاد حضرت زینب ہی ہیں جب آنحضرت صلعم کی عمر تیس سال
 کی تھی تب یہ پیدا ہوئے انہی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مارج النبوة میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت
 صلعم کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی بقول اکثر علماء حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں اور یہی
 صحیح ہے یہ مسلمان ہوئیں اور مدینہ کی طرف ہجرت کی ان کا نکاح ان کی خالہ کے بیٹے ابوالعاص
 بن الریح بن عبد العزی بن عبد شمس بن عبد مناف سے ہوا اور ابوالعاص کی ماں ہند بنت خویلد
 حضرت خدیجہ کی حقیقی بہن یقین ابوالعاص کنیت سے مشہور تھے ان کے نام میں اختلاف ہے کہ القبط
 ہے یا قسمیم کے زیراور سکون قات سے یا قاسم یا اسرائ بن عبد البر کہتے ہیں کہ قول اول اکثر ہے حضرت
 زینب نے ہجرت لی ابی العاص کے مسلمان ہونے سے پہلے اولادوں کو شرک کی حالت میں چھوڑا
 بعد اوس کے ابوالعاص اسلام لائے مکہ میں اور مدینے میں آنحضرت صلعم نے زینب کو ابوالعاص کے
 سپرد کر دیا یہ نکاح اول اور بعض کہتے ہیں کہ دوبارہ پھر نکاح ہوا اوس کا مفصل قصہ یہ ہے کہ ابوالعاص
 غزوہ بدر کے قیدیوں میں تھے جب مکہ والوں نے اپنے قیدیوں کے لیے ذبیحہا تو حضرت زینب
 نے بھی ابوالعاص کے فدیہ میں مال بھیجا اوس مال میں دو بار بھی تھا جو حضرت خدیجہ نے حضرت زینب
 کو حمیز میں دیا تھا جب آنحضرت صلعم نے اوس بار کو دیکھا تو آپ کہ حضرت خدیجہ یا دائیں اور سخت
 رقت ہوئی تب آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ اگر تم زینب کے قیدی کو چھوڑنا چاہتے ہو تو یہ فدیہ بھی ایس
 کر دو صحابہ نے قبول کیا اور کہا کہ ہم وہی کریں گے جو آپ فرمائیں گے چونکہ آنحضرت نے ابوالعاص سے
 وعدہ لیا تھا کہ حضرت زینب کو مدینہ میرے پاس بھیج دینا لہذا جب وہ رہا کر دیے گئے تو آنحضرت
 نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو مکہ منطہ بھیجا تاکہ حضرت زینب کو لے آئیں اور چلتے وقت فرما دیا
 کہ مکہ میں نہ جانا بلکہ بطن وادی نلج رجو بہ نون وحیم و حارہ ملہ ہے اور کئی طریقوں سے پڑھا گیا سچا اور

مشہور بھی یہی ہے یا اس مقام کا نام ہے جو بیرون کہ پیش مسجد عائشہ واقع ہے اور اسی جگہ سے
عموم کا احرام باندھتے ہیں، میں قیام کرنا دہان زمینب تھارے پاس آئیں گی اون کے ساتھ مینے
چلے آنا چنانچہ زید بن حارثہ نے تمیل حکم کی پھر بعد دو برس و بقولے چھ برس کے ابو العاص جب
کلمے کے لوگوں کا مال لیکر بغرض تجارت نکلتے تو دایہی کے وقت اصحاب رسول اللہ صلم سے جو
تافلہ کی طلب میں نکلتے تھے وہ چاہتے تھے کہ مال لوٹ کر ابو العاص کو قتل کریں جب خیر
حضرت زمینب کو ہوئی تو اونھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مسلمانوں میں کسی کو امان دینا
درست ہے یا نہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں درست ہے حضرت زمینب نے کہا کہ آپ گواہ رہیں یا
رسول اللہ! کہ میں ابو العاص کو اپنا بیٹا دیتی ہوں جب صحابہ اس بات سے مطلع ہوئے تو ابو العاص
دلاوین کے مال کو چھوڑ دیا اور اون سے دعوت اسلام کی اور کہا کہ یہ مال سب تم کو حلال ہوگا اگر
مسلمان ہو جاؤ ابو العاص نے کہا کہ مجھ کو شرم آنی ہے کہ اپنے دین کو پلیدی سے ناپاک کر دوں
بعد اوس کے ابو العاص کے مین آئے اور اموال تجارت سب کو سپرد کر کے بولے کہ تم گواہ رہو کہ میں
ہتا ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ پھر مدینہ شریف چلے آئے
یہاں آنحضرتؐ نے نکاح سابقین یا جدید حضرت زمینب کو ابو العاص کے سپرد کر دیا اسی مقام
علماء کو اختلاف ہے کہ اسلام احد الزوجین موجب فسخ نکاح ہے یا نہیں انتہی علامہ زرقانی شرح
مواعظ اندنیہ میں لکھتے ہیں کہ ترمذی وغیرہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کوئی جدید
نکاح نہیں ہوا لیکن دوسری روایت میں جدید نکاح کی تصریح ہے اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ
کی روایت کو اگرچہ اسناد کے لحاظ سے دوسری روایت پر ترجیح ہے لیکن فقہاء نے دوسری روایت
پر عمل کیا ہے اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت کی یہ تاویل کی ہے کہ نکاح جدید کے مرد
شرائط وغیرہ میں کسی قسم کا تغیر نہ ہوا ہوگا اس لیے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اس کو نکاح اول

سے تعبیر کیا ورنہ بعد تفریق محال ثانی ضروری ہے انتہی آنحضرت صلعم حضرت زینب کو بہت دوست رکھتے تھے اور ابھین کی وجہ سے ابوالعاص پر بھی نہایت شفقت و عنایت فرماتے تھے۔

حضرت زینب کے ابوالعاص سے ایک بیٹے علی نام پیدا ہوئے اور ایک بیٹی امامہ علی نے قریب بحد بلوغ پہنچ کر انتقال کیا اور ایک روایت یہ ہے کہ ان کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا لیکن عام روایت یہ ہے کہ سن رشد کو پہنچے آپ عساکر نے لکھا ہے کہ یہ معرکہ یرموک میں شہید ہوئے اور امامہ کہ جن سے آنحضرت صلعم کو نہایت محبت تھی اور آپ ان کو اوقات نماز میں بھی جدا نہیں کرتے تھے صحاح میں ہے کہ آپ ان کو کاندھے پر بٹھا کر نماز پڑھتے تھے جب رکوع میں جاتے تو کاندھے سے اوتا روپتے تھے اور جب سجدے سے سر اٹھاتے تھے تو پھر سوا کر لیتے آنحضرت صلوٰۃ کی خدمت میں ایک مرتبہ کسی نے کچھ پیریز بطور ہدیہ کئے بھیجن جن میں ایک سنہرا لہر بھی تھا یہ ایک گوشہ میں کھیل ہی تھیں آپ نے فرمایا کہ میں اس کو اپنے محبوب ترین لڑکے کو دوں گا بیویوں کو خیال ہو کہ غالباً حضرت عائشہؓ کو عنایت فرمائیں گے لیکن آپ نے امامہ کو بلا کر وہ بار پہنا دیا۔

ابوالعاص نے حضرت زبیر بن العوام سے امامہ کے نکاح کی وصیت کی تھی جب حضرت فاطمہؓ کی وفات ہوئی تو انھوں نے حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے ان کا نکاح کر دیا اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے ان کے ساتھ نکاح کرنے کی وصیت کی تھی اور حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا محمد اسطنام واللہ اعلم جناب امیر نے جب شہادت پائی تو مغیرہ کو وصیت کر گئے کہ امامہ سے نکاح کر لینا چنانچہ انھوں نے نکاح کیا اور ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا یحییٰ نام لیکن بعض روایتوں میں ہے کہ امامہ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور امامہ نے مغیرہ کے یہاں وفات پائی انتہی حضرت زینب کی وفات آنحضرت صلعم کی حیات میں شہ جبری میں ہوئی ان کے مرض الموت کے متعلق ابن عبد البر شعیب کی جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ ان کا مرض الموت یہ ہوا کہ جب کے سے

آنحضرت صلی علیہ وسلم کی طرف مدینہ طیبہ جلیں تو ان کی سواری کے اونٹ کو تیار بن الا سودا اور ایک
 دوسرے شخص نے پیچھے سے نیزہ مارا جس کی وجہ سے وہ پتھر پر گر پڑا اور یہ بھی اسی کے ساتھ گریں
 اور بہت چوٹ آئی اور خون بہت نکلا اسی میں یہ بیمار رہیں اور مدینہ کی وفات کا باعث ہوا۔
 انتہی۔ اور حضرت سوڈہ بنت زمعہ اور حضرت ام سلمہ و ام ہان و ام عطیہ انصاریہ نے ان کو غسل دیا۔
 تاریخ النبوة کے صفحہ ۵۴ میں ہے کہ صحیح مسلم میں ام عطیہ سے مروی ہے کہ وہ کہتی تھیں کہ جس وقت
 زینب بنت رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے انتقال کیا تو آنحضرت نے ہم سے فرمایا کہ اس کو تم لوگ غسل دو۔
 اور بعض کہتے ہیں کہ یہاں بیٹی سے مراد حضرت ام کلثوم زوجہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہا ہیں جیسا کہ
 ابن ماجہ کی روایت میں آیا ہے ان سندوں سے جو بشرط شیعین یعنی بخاری و مسلم ہے مگر حدیث
 متفق علیہ میں ہے کہ ام عطیہ کہتی ہیں کہ ہم غسل دیتے تھے آنحضرت صلی علیہ وسلم کی بیٹی کو کہ آپ خود تشریف
 لائے اور فرمایا کہ غسل دو تین بار یا پانچ بار اور ایک روایت میں سات بار بھی آیا ہے مقصود یہ تھا کہ
 اگر طہارت تین مرتبہ میں ہو جائے تو زیادہ غسل دینا شروع نہیں اس قدر کافی ہے ورنہ بڑھا دیا جائے
 موافق ضرورت کے تاکہ اچھی طرح برپا کی ہو جائے اور اول غسل دو خالص پانی سے یا اس پانی
 سے جس میں بیکری پتی پڑی ہو اور آخر میں اس پانی سے جس میں کافور پڑا ہو اور ایک روایت
 میں مشک کا لفظ بھی بجائے کافور کے آیا ہے اور جب غسل دیکر فارغ ہو تو مجھے خبر کر دجنا نچہ ام عطیہ
 کہتی ہیں کہ جب ہم فارغ ہوئے تو ہم نے حضور سے جا کر عرض کیا آپ نے اپنا تہ بند عنایت فرمایا
 اور کہا کہ اس کو شاکر و معنی اندر کفن کے پہناؤ تاکہ برکت حاصل ہو اسی جگہ سے بزرگوں کے آثار
 سے تبرک لینے کا مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ غسل
 دو بعد و طاق یعنی تین یا پانچ یا سات بار اور دہنی جانب سے شروع کرو اور تقاضات وضو سے
 ام عطیہ کہتی ہیں کہ ہم نے ان کے سر کے بالوں کے تین حصے کر کے پس پشت ڈال دیے بعد تمیز و نون کے

نماز ہوئی اور جنازہ اٹھایا گیا آنحضرت صلم خدا کی قبر میں اترے ان کی عمر بیش یا قریب اکیس برس کے ہوئی امام یافعی نے بھی اپنی تاریخ مرآۃ البیان میں ان کا سنہ وفات سنہ ہجری لکھا ہے

حال حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلم ان کی والدہ بھی ام المؤمنین صدیقہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی ثقیفین علامہ ابن عبد البر اپنی کتاب امتیاع المعروفہ الاصحاح کی جلد دوم مطبوعہ دائرۃ المعارف واقع حیدرآباد کے صفحہ ۴۷ و ۴۸ میں لکھتے ہیں کہ ابن زبیر اور ادون کے چچا مصعب کا یہ گمان ہے کہ یہ آنحضرت صلم کی صاحبزادیوں میں سب سے چھوٹی تھیں چنانچہ اسی کی تصحیح کی ہے جو جانی نساب نے مگر ان کے علاوہ لوگوں کا قول ہے کہ صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینب تھیں پھر حضرت رقیہ ابو عمر کہتے ہیں کہ میرے نزدیک بھی اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت زینب آنحضرت صلم کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں ادون کے بعد پھر اختلاف ہے کہ کون ادون میں بڑا تھا اور کون چھوٹا۔ محمد ابن اسحاق سرسج کہتے ہیں کہ عبداللہ بن محمد بن سلیمان بن جعفر بن سلیمان ہاشمی کہتے تھے کہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلم پیدا ہوئیں جبکہ آنحضرت کی عمر تیس سال کی تھی اور جب حضرت رقیہ پیدا ہوئیں تو آنحضرت صلم کی عمر تیس سال کی تھی مصعب وغیرہ اہل نسب کا قول ہے کہ حضرت رقیہ اولاد عقبہ بن ابی لہب کے پاس تھیں اور ادون کی بہن ام کلثوم عقیبہ بن ابی لہب کے پاس جب سورہ بکرت نکلتی تھی لکھتے تھے نازل ہوئی تو ان دونوں سے ان کے باپ ابی لہب اور ان کی ماں حاتمہ الحطب نے کہا کہ تم دونوں محمد کی بیٹیوں کو چھوڑ دو جبکہ ابی لہب نے کہا کہ اگر تم نہ چھوڑو گے تو میرا سرمہ دونوں کے سروں پر حرام ہے تب ادون دونوں نے ان دونوں کو چھوڑ دیا

مفارت کی ابن شہاب کہتے ہیں کہ بعد اس واقعہ کے حضرت رقیہ سے حضرت عثمان بن عفان نے مکہ میں نکاح کیا اور اون کو ساتھ لے کر حبشہ کی طرف ہجرت کی وہاں ان کے ایک لڑکا عبد اللہ نام پیدا ہوا اسی وجہ سے حضرت عثمان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی مصعب کہتے ہیں کہ حضرت عثمان کی کنیت زمانہ جاہلیت میں بھی ابو عبد اللہ تھی جب اسلام کا زمانہ آیا اور حضرت رقیہ سے اون کے لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام عبد اللہ رکھا گیا تو اسی وجہ سے ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہوئی جب وہ لڑکا چھ برس کا ہوا تو اس کی آنکھ میں مرغ نے جوچ مار دی جسکی وجہ سے تمام چہرہ ورم کر گیا اور اسی مرض میں اس کا انتقال ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عثمان کی وفات ۱۰ ہجری میں ہوئی چھ سال کی عمر میں اور اون کی نماز جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی اور قبر میں ان کے باپ حضرت عثمان نے اون کو اتارا انتہی حضرت شیخ عبدالحی محدث دہلوی جلد دوم مدارج النبوة کے صفحہ ۴۵ میں لکھتے ہیں کہ حضرت رقیہ کی ولادت تین سو سال میں واقعہ اہل سے ہے حضرت زینب کی ولادت کے تین سال بعد زینب بنجا وغیرہ کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی تھیں اور اسی کو صحیح مانا ہے جرجانی۔ اور ایک جماعت اہل نسب نے مگر صحیح ترجمہ کی طرف اور لوگ بھی گئے ہیں یہ ہے کہ حضرت زینب صاحبزادیوں میں بڑی تھیں یہ قبل زمانہ نبوت عقبہ بن ابی اسب کے پاس تھیں اور ان کی بہن ام کلثوم عقبہ کے بھائی عقبہ کے پاس اسی طرح مواہب لدنیہ اور اکثر کتابوں میں ہے اور جامع الاصول میں عقبہ بصیغہ کثیر اور بصیغہ تصغیر دونوں طرح سے آیا ہے روضۃ الاحباب میں اس کے خلاف ہے اور اسی کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ چونکہ اکثر کتابوں میں لکھا ہے کہ عقبہ مسلمان ہوا اور مقبول الاسلام ہو کر صحابہ میں شمار ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ میں مقبول ہوئی اور شیر نے اس کو مار ڈالا اس سے مراد اس کا بھائی عقبہ تھا کہ عقبہ بہر صورت جب سورہ قہت میں الہی لہب نازل ہوئی تو ابولہب نے دونوں سے

کہنا کہ تمہارا سر حرام ہے یعنی میں نے زہر ہون تم سے ماؤ قتلے کہ تم دونوں محمد صلم کی بیٹیوں سے مفارقت نہ کرو
 اوس وقت اوس دن دونوں نے مفارقت کی بغیر دخول کے اسی زمانے میں قریش نے ابوالعاص کو
 بھی اس امر پر آمادہ کرنا چاہا کہ وہ بھی دین بن رسول اللہ صلم سے مفارقت کرین مگر انھوں نے
 کہا کہ خدا کی قسم میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا اور نہ میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ اوس کے عوض میں کوئی اور
 عورت قریش کے قبیلے کی میرے پاس رہے پھر حضرت عثمان نے حضرت رقیہ سے نکاح کیا کہ شرفیہ میں
 اور اوس کے ساتھ ہجرت کی حبشہ کی طرف اور آنحضرت صلم نے ان کی شان میں فرمایا کہ یہ اہل اوس
 لوگوں کا ہے جس کے بعد حضرت لوط علیہ السلام کے ہجرت کی خدا کی طرف حضرت رقیہ نہایت حسینہ
 جمیلہ بی بی عقیں ابن خدامہ کہتے ہیں کہ ایک گروہ حبشہ کا ان کے حسن و جمال کو دیکھ کر بہت متوجہ ہوا ان کو
 اس سے اذیت پہنچی تو انھوں نے ان لوگوں کو بد دعا دی وہ سب ہلاک ہو گئے علامہ زرقانی شرح
 ماہب میں لکھتے ہیں کہ دولابی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان کے ساتھ ان کا نکاح زمانہ جاہلیت میں ہوا
 لیکن ایک دوسری روایت سے جو حضرت عثمان سے مروی ہے زمانہ اسلام کی تصریح معلوم ہوتی ہے
 حبش میں یہ عرصہ تک رہیں پھر حضرت عثمان وہاں سے مکہ واپس آئے اور وہاں سے مدینہ پہنچے ساتھ انھیں
 اور مدینہ شریف میں اگر بیمار ہوئیں اسی زمانہ میں غزوہ بدر تھا حضرت عثمان ان کی علالت کی وجہ سے غزوہ بدر
 میں شریک نہ ہو سکے حضرت زید بن حارثہ نے جس روز مدینہ شریف میں اگر فتح کا مشرہ بیان کیا اسی روز
 ان کی وفات ہوئی انتہی تاریخ انیس کی جلد اول مطبوعہ مصر کے صفحہ ۳۱۱ میں ہے کہ ابن شہاب کا قول
 ہے کہ حضرت رقیہ کے کنکری لگی تھی اوس سے بیمار ہوئیں اور انھیں کی علالت کی وجہ سے حضرت
 عثمان مدینہ میں رہ گئے غزوہ بدر میں نہ جاسکے ان کی وفات کے روز زید بن حارثہ فتح بدر کی بشارت لیکر
 مدینہ آئے اوس وقت حضرت عثمان ان کی قبر پر موجود تھے ہی ابو عمر کا بھی قول ہے اور وہ کہتے ہیں کہ
 اس امر میں اختلاف نہیں ہے کہ آنحضرت صلم نے مال غنیمت غزوہ بدر سے حضرت عثمان کو بھی حصہ دیا

انتہی ان کی وفات مدینہ میں سلسلہ ہجری میں ہوئی اور عمر میں سال کی ہوئی۔ نقل ہے جب حضرت رقیہ کی وفات ہوئی تو حور تون نے رونا شروع کیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کو منع نہیں کیا حضرت سیدہ فاطمہ بھی حضرت رقیہ کی قبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھی ہوئی روتی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر کے کونے سے اون کے آنسو پونچھتے تھے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت رقیہ کی تعزیت کی گئی تو آپ نے فرمایا **الحمد لله** دفن البنات من المکرمات بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مردہ پر رونا وجہ رحمت کے ہے نہ وجہ اوس کے فتنہ ان کے جو تقدیر الہی سے واقع ہو اگر یہ سب اس صورت میں ہے کہ جب آنحضرت کا وقت وفات حضرت رقیہؓ موجود ہونا ثابت ہو حالانکہ مشہور ہے کہ آنحضرت وقت وفات حضرت رقیہؓ کے بدر میں تشریف رکھتے تھے پس گمان غالب یہ ہے کہ یہ واقعات حضرت زینب یا ام کلثوم رضی اللہ عنہما کی وفات میں واقع ہوئے ہوں اور اسی کو دیکھ کر وہاں اور اگر حضرت رقیہ کے حال میں بھی واقع ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ بعد قیام غزوہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہوں اور حضرت رقیہؓ کی قبر پر یا مور واقع ہوئے ہوں اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی وفات کے قریب زمانہ میں تشریف لائے انتہی والدہ اعلم کذا فی تاریخ النبوة مطبوعہ مطبع عمدة المطابع لکھنؤ امام بافی نے اپنی تاریخ مرآة الجنان میں بھی انکا سنہ وفات سنہ ہجری ۱۱ لکھا ہے

حال حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ بھی حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں علامہ ابن عبد البر اپنی کتاب استیعاب لغزۃ الاحباب کی جلد دوم کے صفحہ ۹۳، ۹۴ و ۹۵ میں لکھتے ہیں کہ یہ قبل حضرت فاطمہ و حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما کے پیدا ہوئیں بقول مصعب مگر اس کی مخالفت اکثر علماء نے نسب و اخبار نے کی اور قوم نے بھی اسی کی متابعت کی ہے اب اس امر میں اختلاف بہت ہے

سلسلہ سب تہذیبیں خدا کے واسطے ہیں دفن کی گئیں بزرگ بیگم ان ۱۲

کہ آنحضرت صلیم کی صاحبزادیوں میں سب سے چھوٹی کون تھیں مگر اس میں اختلاف نہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ان سے نکاح کیا بعد حضرت رقیہؓ کے اور یہی محبت ہے اور ان لوگوں میں چھوٹے نے مصعب کی مخالفت کی ہے اس بارہ میں کیونکہ متعارف ہی ہے کہ پہلے بڑی کا نکاح کیا جاتا ہے اور اس کے بعد چھوٹی کا یہ عقیقہ بن ابی لب کے پاس تھیں اور اس کو نوبت دخول کی ان سے نہیں آئی تھی کہ آنحضرت صلیم کی بعثت واقع ہوئی اور اس وقت منیبہ نے اپنے باپ کے کہنے سے ان سے مفارقت کی پھر ان سے بعد وفات حضرت رقیہؓ کے حضرت عثمانؓ نے سلسلہ ہجری میں نکاح کیا۔ حضرت عثمانؓ سے بعد وفات حضرت رقیہؓ کے حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنی بی بی حفصہؓ سے نکاح کرنے کے لیے کہا تھا اور اس پر حضرت عثمانؓ چپ ہو گئے کیونکہ انھوں نے آنحضرت صلیم کا ارادہ حضرت حفصہ کے متعلق سنا تھا جب یہ خبر آنحضرت صلیم نے سنی تو آپ نے فرمایا کہ میں عثمانؓ کو حفصہ سے بہتر عورت بتاؤ ہوں اور حفصہ کو عثمان سے بہتر شوہر پس آنحضرت صلیم نے حفصہ سے خود نکاح کیا اور حضرت عثمانؓ کا نکاح حضرت ام کلثوم سے کر دیا اور انھوں نے حضرت عثمانؓ کی زوجیت میں وفات پائی اور کوئی اولاد نہیں پیدا ہوئی یہ نکاح حضرت عثمانؓ سے ماہ ربیع الاول سلسلہ ہجری میں ہوا اور وفات ماہ جمادی الآخرہ سلسلہ ہجری میں انتیٰ مداح النبوة میں ہے کہ یہ کیفیت سے مشہور تھیں ان کا نام نہیں معلوم ہوا بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام آمنہ تھا عقیقہ نے جب ان سے مفارقت کی تو اس نے آنحضرت صلیم کے حضور میں حاضر ہو کر کہا کہ میں آپ کے دین سے کافر ہوا۔ آپ میرے دوست ہیں اور میں آپ کا اور آپ پر حملہ کیا اور پیرا ہن شریف پھاڑ ڈالا اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا اھو یکف بالذی دخی فتدلی فکان قاب قوسین او ادخی و بظاہر اس نے یہ کلمہ سورہ نجم سے لیا کہ اسی زمانے میں مکہ شریفہ میں نازل ہوئی تھی لہٰذا وہی وہ شخص ہے کہ انکار کرتا تھا کہ اس کا جو قریب ہوا اور از ان قریب ہوا پھر گیا فرق دوکان ہر با اس سے بھی قریب

اور اس قدر بی ادبی کی کہ آپ دین پیدا آپ کی طرف ڈالا آنحضرتؐ نے فرمایا اللہ مکرسلط علیہ
 کلہا من کلابات ابو طالب اوس مجلس میں حاضر تھے رنجیدہ ہو کر کہنے لگے کہ دیکھیں تم مجھ کو تیرے دعا محمدؐ
 سے کون بچا آسے پھر وہ بقصد تجارت شام کی طرف گیا راہ میں ایک منزل پر پہنچا جہاں درندہ
 جانور رہتے تھے وہاں ابو اسبغ بن قافطہ والون سے کنا کہ آج کی رات میری مدد کرو اور جاگتے رہو۔
 تم مجھ کو دعا سے محمد کا خوف ہے کہ میرے بیٹے کے حق میں اثر کرے پس سب اسباب قافطہ والون کا
 جمع کر کے اوس سب پر عقیقہ کے سونے کی جگہ مقرر کی اور سب لوگوں کے گرد بیٹھے اللہ تعالیٰ نے
 سب لوگوں کو سلا دیا ایک شیر آیا اوس نے سب کے مونہ سونگے اور کسی سے تعرض نہ کیا پھر اوس نے بار بار
 کو دلا اور ایک ہاتھ عقیقہ پر مارا اور اوس کا سینہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ایک روایت میں ہے کہ سر کاٹ لیا
 آنحضرتؐ مسلم نے بعد وفات حضرت قتیبہ حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمانؓ کے ساتھ سلسلہ
 ہجری میں کر دیا اور فرمایا کہ جبریل علیہ السلام کھڑے ہوئے مجھ سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ
 نکاح کرو دن میں تیرا بے ام کلثوم عثمان بن عفان کے ساتھ اور ام کلثوم نے سلسلہ ہجری میں وفات
 پائی بعد ان کی وفات کے آنحضرتؐ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ اگر میرے تیسری زوجہ تھی
 تو اوس کو بھی میں تمھارے نکاح میں دیتا دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اگر میرے دس
 لڑکیاں ہوتیں اور ان میں سے ایک گزر جاتی تو میں کیے بعد دیگرے اون کو تمھارے نکاح میں دیتا یہ
 عرصے تک حضرت عثمان کے پاس رہیں اور ایک قول میں چھ برس تک مہین لیکن کوئی اولاد نہیں
 ہوئی اور بعض روایتوں میں ہے کہ اولاد ہوئی مگر باقی نہیں رہی اور حضرت قتیبہ سے بھی کوئی اولاد نہیں
 رہی پہلی مرتبہ جب حبشہ کی طرف اونھوں نے حضرت عثمان کے ساتھ ہجرت کی تو محل ساقط ہوا اوس کے بعد
 پھر ایک لڑکا پیدا ہوا اوس کی آنکھ میں مرغ نے چوچ ماری جس کی وجہ سے وہ گزر گیا غرض کہ حضرت عثمانؓ
 کے کوئی اولاد آنحضرتؐ مسلم کی دونوں صاحبزادیوں سے باقی نہیں رہی البتہ اور بی بیوں سے اولاد ہوئی
 سلمہ یا اللہ مسلط کر دے اوپر لکھا اپنے کتبوں سے ۱۲

اور باقی رہی واللہ اعلم انتہی ان کی وفات ماہ شعبان ۳۰ سنہ ہجری میں ہوئی اور نماز جنازہ آنحضرت صلعم نے پڑھائی اور حضرت علی بن فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بن زید قبر میں اترے اور یہ بھی روایت ہے کہ ابو طلحہ انصاری نے آنحضرت صلعم سے ان کی قبر میں اترنے کی اور لوگوں کے ساتھ اجازت مانگی تو آپ نے اون کو بھی اجازت دی اور ان کو غسل دیا اس وقت میں اور صفیہ بنت عبد المطلب نے اور یہی وہ تین جن کے غسل میں ام علیہ موجود تھیں جنہوں نے آنحضرت صلعم کا ارشاد بیان کیا کہ غسل دو تین یا پانچ بار یا اس سے زائد مدارج النبوة میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان کی قبر پر بیٹھ کر بحالت رقت فرمایا کہ تم لوگوں میں کوئی ایسا شخص ہے جو آج کی شب میں اپنی عورت کے پاس نہ رہا ہو۔ تب ابو طلحہ انصاری نے کہا کہ یا رسول اللہ میں ہوں آپ نے فرمایا کہ تم اس کی قبر میں اترو اور عرض کی تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حال پر کہ وہ اس شب میں اپنی لونڈی سے ملقت ہوئے تھے چونکہ حضرت ام کلثوم کی بیماری کو عرصہ ہو گیا تھا انا چاہا کہ حضرت عثمان در دسری جانب منت ہو کہ منقول ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان کے دفن کے وقت یہ آیت بھی منہا خلقتا کرو فیہا نعیم اکبر ومنہا فخر جکراتہ استوی پڑ فرمایا بسم اللہ فی سبیل اللہ علی ماہ رسول اللہ فرات متبرکہ کہ ان صاحبزادیوں کے مدینہ طیبہ میں جنت البقیع میں ہیں شیخ علی نور الدین مشہور بہ ابو الحسن عبد اللہ محمودی اپنی کتاب خلاصۃ النوافذ فی اخبار دار المصطفیٰ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۱۵ میں لکھتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ سب صاحبزادیاں مدفون ہوئیں قریب قبر حضرت عثمان بن مظعون کے کیونکہ آنحضرت صلعم نے جب کہ حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے سرہانے پتھر رکھا تو فرمایا کہ یہ میں اس واسطے رکھا ہوں تاکہ اسی کے زریعے سے میں اپنے بھائی کی قبر کو جانوں اور دفن کروں اپنے گھر والوں کو جو انتقال کریں اس حدیث کو روایت کیا ابن ماجہ اور حاکم نے انتہی شیخ عبدالحی محدث دہلوی ہی بیان اسلہ اسی زمین سے ہم نے نکو پیدا کیا اور اسی میں پھر ڈالتے ہیں اور اسی سے نکالیں گے نکو دوسری بار اس

کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ اب ایک قبتہ ہے قریب اسی مقام کے جس کو قبتہ بنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ انی جذب القلوب الی ديار المحبوب صفحہ ۲۲۶ مطبوعہ مکتبہ

حال حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی والدہ بھی ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد بن آسد بن عبد العزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی تھیں آپ سیدہ عورات عالم اور سردارِ اہل جنّت ہیں کنیت ام محمد اور فاطمہ نام اور القاب بتول و زہرا و طاہرہ و مطہرہ ہیں شیخ ابن حجر کی سنح مکہ شرح مفیدہ ہمزہ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۲۶۵ و ۳۲۱ میں لکھتے ہیں کہ آپ کا نام فاطمہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے دوست رکھنے والوں کو آتش و دوزخ سے محفوظ رکھا اور بتوال اس وجہ سے ہے کہ آپ اپنے زانے کی جورتوں سے فضل و برکات اور حب میں ممتاز تھیں اور زہرا اس وجہ سے کہ آپ کو حیض نہیں آتا تھا جیسا کہ غسانی و خطابی نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ جو راز آدمیہ سے ہے نہ وہ حیض کرتی ہے نہ طمث انتہی بچہ صلوغی محرقہ میں اسی وجہ نسبتہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ نسائی نے مرقہ اور روایت کیا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ کا نام فاطمہ اس لیے ہے کہ اللہ نے اوس کو اور اوس کے محبوب کو دوزخ سے باز رکھا انتہی اور اسی کے موافق علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں بردایت حافظ دمشق و ابن عساکر بھی لکھا ہے فطم کے معنی انت میں بچے کو دودھ پینے سے روکنے کے ہیں تو گویا حضرت سیدہ لوگوں کو آتش و دوزخ سے روکنے والی ہیں اور بتول مشتق ہے تل سے جبکہ معنی قطع کے ہیں منتہی الارب میں ہے کہ بتول بروزن صبور عورت دوشیزہ کو کہتے ہیں جو دنیا اور ماسوی اللہ سے علیحدہ ہو اور کعب ہے

لہ حواء الخ یعنی زن سپید پوست کہ موی سرش سیاہی پیش بنایت سیاہ باشد و سپیدی پوست و سپیدی جسم و تنہا سفید

حضرت مریم والدہ حضرت عیسیٰ علیہا السلام کا اور بھی حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کزنک آپ فضل
 دین و حسب میں اپنے زمانہ والیوں سے افضل نیز امت کی عورتوں سے متفرد اور اپنا مثل انہیں نہ تھی
 تھیں اور حضرت شیخ عبدالحق دہلوی بھی مدارج النبوة میں وجہ تسمیہ فاطمہ و بتول میں ہی لکھتے ہیں
 مگر زہرا کی وجہ تسمیہ یہ لکھتے ہیں کہ ان میں زہرت و جہت و جمال و کمال تھا اور زاکیہ و راضیہ بھی
 آپ کے القاب شریفہ میں سے تھے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عورت و سیرت و بات چیت اور چلنے
 پھرنے میں بہت مشابہ تھیں صاحب اخبار الاول وجہ تسمیہ زہرا بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت امین
 علیہ السلام پیدا ہوئے تو ماہین عصر و مغرب کا وقت تھا اسی وقت آپ نفاس سے پاک ہوئیں اور
 غسل کر کے نماز مغرب ادا فرمائی اسی اسلئے زہرا نام ہوا امام نووی تہذیب الاسماء واللقبات میں لکھتے ہیں کہ
 صحیح یہ ہے کہ آپ حضرت کی سب صاحبزادیوں سے بن میں چھوٹی تھیں ابن عبد البر اپنی کتاب
 استیعاب لمعرفة الاصحاب میں لکھتے ہیں کہ یہ اور ان کی بہن حضرت ام کلثوم اصغر بنات رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم میں اختلاف ہے کہ ان دو میں چھوٹی کون تھیں بعض کہتے ہیں حضرت رقیہ تھیں مگر
 میرے نزدیک صحیح نہیں اسی وجہ سے میں نے حضرت رقیہ کے حال میں امر صحیح مع اپنی رائے کے لکھ دیا
 ہے مصعب زیر کے اقوال و حقران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں مضطرب ہیں کہ کون بڑی تھیں اور کون چھوٹی
 مگر ادون کا اضطراب قابل خیال نہیں ہے ترتیب بنات نبویہ میں قابل سکون نفس وہ امر ہے جو تواتر
 اخبار ثابت ہے اور وہ یہ کہ زینب پھر رقیہ پھر ام کلثوم پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدہ زینب کے
 حال میں لکھتے ہیں کہ یہ سب میں پیدا ہوئیں مولد نبوی سے اور شہنہ ہجری میں انتقال کیا اور
 کہتے ہیں کہ حضرت زینب آنحضرت کی صاحبزادیوں میں سب بڑی تھیں اور اس میں کسی کو حجت
 نہیں سمجھتا ہوں بجز اویں شخص کے جس کا قول صحیح نہیں ہے اور نہ قابل التفات زینب اور قاسم
 میں البتہ اختلاف ہے کہ پہلے کون پیدا ہوا ایک گو وہ علمائے نسب کا قول ہے کہ پہلے حضرت قاسم

پیدا ہوئے پھر حضرت زینب اور ابن الکلبی کہتے ہیں کہ پہلے حضرت زینب پیدا ہوئیں پھر حضرت قاسم
 اور حضرت خدیجہ کے حال میں لکھتے ہیں کہ اون کی چار بیٹیاں ہوئیں جن میں بڑی حضرت زینب
 تھیں شیخ عبداللہ ابن ابی الحسن علی بن محمد بن عبدالکریم جزری المعروف بابن اثیر اپنی کتاب
 اسد الغابہ فی معرفۃ اصحابہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت ام کلثوم و حضرت فاطمہ الصغیرات نبوی صلیم سے ہیں
 اور اختلاف ہے کہ حضرت کی صاحبزادیوں میں کون چھوٹی تھیں بعضے حضرت رقیہ کو کہتے ہیں مگر
 اس میں مجھ کو کلام ہے کیونکہ آنحضرت نے حضرت رقیہ کا نکاح ابی اسب کے بیٹے سے کر دیا تھا اوس نے
 ان کو طلاق قبل الدخول دیدی تھی اپنے ماں باپ کے کہنے سے پھر اون سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
 کیا اور وہ حضرت عثمان غنی کے ساتھ حبشہ ہجرت کر گئیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ چھوٹی بیاد جائے اور بڑی
 رہ جائے انتہی نور اللبصار فی مناقب آل بیت النبی التھامین ہے کہ حضرت فاطمہ آنحضرت صلیم کی صغیر ہیں
 بیٹیوں میں تھیں شیخ ابن حجر عسقلانی اصحابہ میں ان کے حال میں لکھتے ہیں کہ ان کے نہ ولادت میں
 اختلاف ہے واندی نے طریق ابی جعفر الباقر سے روایت کیا کہ حضرت عباس کہتے تھے کہ حضرت فاطمہ
 اوس وقت پیدا ہوئیں جبکہ کعبہ بنایا جاتا تھا اور آنحضرت صلیم کی عمر شریف پینتیس برس کی تھی اور اسی
 قول کو واپسی نے اختیار کیا ہے اور ابو عمر حمید اللہ بن محمد بن سلیمان بن جعفر ہاشمی سے روایت کرنے
 ہیں کہ آپ پیدا ہوئے سکنہ میں مولد نبوی صلیم سے نبوت سے تھوڑے پہلے یعنی ایک سال یا اس سے
 زیادہ اور آپ حضرت عائشہ سے قریب پانچ برس کے بڑی تھیں اور ابن عبدالبر بھی عنہ ولادت یہی لکھتے
 ہیں تاریخ الخلفاء میں صفو سے منقول ہے کہ حضرت سیدہ کی ولادت نبوت سے پانچ برس پہلے جب قریش کعبہ
 بناتے تھے ہوئی اور حضرت کی سب بیٹیوں میں چھوٹی تھیں اور ذوالحجۃ العقی میں بھی یہی ہے بلکہ اوس میں
 اس قدر زائد ہے کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ کی والدہ کا سن گیارہ برس کا تھا
 اسلئے اصل کتاب میں لفظ احد و ثمر ہے یہ لفظ غلط ہے سو کتاب سے کہہ کر حضرت سیدہ کا سن پندرہ وقت محمد بن عبد
 سارے پانچ مہینے سے نو کی طرح کم نہ تھا اور ولادت حضرت امام حسن علیہ السلام کی نصف شہر رمضان تک میں ہوئی تھوڑے پہلے

ہجرت کے تین برس کے بعد اور ابو عمر کا قول ہے کہ یہ پیدا ہوئے منیٰ میں مولد نبوی سے مگر یہ اس
 خبر کے مخالف ہے جس کو ابن اسحق نے روایت کیا ہے کہ حضرت کی کل اولاد نبوت سے پہلے پیدا
 ہوئی سوائے حضرت ابراہیم کے دو لابی کہتے ہیں کہ ابی جعفر سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت عباسؓ
 حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ کے بیان آئے تو دونوں میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ہم دونوں میں کون
 بڑا ہے حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ اسے علیؓ تم پیدا ہوئے قریش کے بیت اللہ بنانے کے کئی برس پہلے اور
 اے فاطمہؓ تم اس سال پیدا ہوئیں کہ جس سال قریش بیت اللہ بنا رہے تھے اور حضرت صلعم پینتیس برس کے
 تھے نبوت سے پانچ برس پہلے نورالابصار میں بھی ولادت آپؐ کی پانچ برس پہلے نبوت سے جبکہ قریش نے
 کعبہ کی بنیاد ڈالی تھی لکھی ہے اور بہ تنہا دو لابی وہ قصہ جو باہم حضرت سیدہؓ اور جناب امیرؓ کے باتیں ہوتی تھیں
 اور وہ کہتے تھے کہ میں تم سے بڑا ہوں اور یہ کہتی تھیں کہ میں تم سے بڑی ہوں اور پھر حضرت عباسؓ نے
 فیصلہ کیا لکھا ہے فائدہ تو انچ بھیب کہ میں ہے کہ قریش نے خاندان کعبہ کو کہ سب صدات سیل باران
 وغیرہ کے بنا اس کی ضعیف ہو گئی تھی از سر نو بنایا تو آپس میں اون کے جھگڑا ہوا کہ حجر اسود کو خاندان کعبہ میں
 کون رکھے اور بنیاد حصول فخر و شرف ہر ایک ہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو میں کھوں قریب تھا کہ وہ نہیں
 تو اڑ چل جائے آخر سب کی رائی اس بات پر قرار پائی کہ کل صبح کو سب سے پہلے جو مسجد حرام میں آوے اس کے
 حکم کے موافق عمل کرنا چاہیے صبح کو سب پہلے آنحضرت صلعم وہاں تشریف لائے قریش آپؐ کو دیکھ کر بہت خوش
 ہوئے اور کہا کہ یہ میں ہیں جو یہ حکم دین اس پر ہم سب راضی ہیں اللہ جل جلالہ نے آپؐ کو عقل کامل
 عطا فرمائی تھی آپؐ نے بتقصائے عقل سلیم ایسا فیصلہ کیا کہ سب قریش نہایت رضا مند ہوئے - یعنی
 آپؐ نے فرمایا کہ جس جگہ حجر اسود رکھا ہے وہاں سے ایک چادر میں کر کے اسے اٹھا دین اور اس جگہ
 کو ہر قبیلہ قریش کا ایک آدمی تمام لے اس طرح اٹھا کر متصل دیوار کعبہ منظرہ جہان رکھنا منظور ہے کہ میں سب
 اٹھانے میں تو سب شریک ہوئے اور ہر ایک کو شرف حاصل ہوا بعد اس کے سب لوگ مجھے واسطے رکھنے

حجر اسود کے اپنے موقع پر دوکیل کر دین چونکہ وکیل کا فعل بمنزلہ موکل کے فعل کے ہوتا ہے اس طرح ہر
 حجر اسود رکھنے کا شرف اپنے موقع پر بھی ہر ایک کو حاصل ہو گا قریش نے بدل بجان اس فیصلے کو قبول کیا
 اور مطابق اس کے عمل میں لائے انتہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی مارج النبوة میں لکھتے ہیں کہ ولادت
 شریفہ حضرت سیدہ کی سلمہ بن مولد نبوی صلم سے ہے اور یہ قول ابو بکر باری کا ہے مگر یہ مخالف ہے
 ابن اسحق کی روایت کے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اولاد آنحضرت کی سب پیدا ہوئی نبوت سے پہلے سو آنحضرت
 ابراہیم کے تو اس قول پر ولادت حضرت سیدہ کی ایک سال بعد ہوتی ہے اور ابن جوزی کہتے ہیں کہ ولادت
 حضرت سیدہ کی نبوت سے ایچ برس پہلے ہے اور اشر روایات یہی ہے انتہی علمائے سلف لکھتے ہیں کہ
 افضل ترین مخلوقات بعد انبیاء علیہم السلام حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام ہیں اس واسطے کہ آپ صلی اللہ
 صلم کے بدن کا ایک ٹکڑا ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ سے کہا کرتے تھے کہ محبوب ترین مخلوقات
 ہمارے دل میں تمھارے باپ تھے اور ان کے بعد تم ہو اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ
 ارجو احمدا فی اہل بیتہ یعنی حضرت صلم کو ان کے اہل بیت میں خیال کرو آپ کے ساتھ آنحضرت صلم کو
 بیت محبت تھی اور یہ مرتباً ان کے حضور میں کسی کو حاصل نہ تھا جو آپ کو تھا ترجمہ شریف میں ہے کہ
 آنحضرت صلم نے فرمایا کہ فاطمہ مجھ سے ہے اور میرے دل کو روک دیتی ہے وہ چیز جو فاطمہ کے دل کو روک
 دیتی ہے اور جو چیز فاطمہ کے دل کو کشادہ کر دیتی ہے وہی میرے دل کو بھی کشادہ کر دیتی ہے اور سب نب
 قیامت کے دن منقطع ہو جائیں گے سو میرے نسب سے سب سسرال کے صواعق محرقہ میں ابو ابوب سے
 روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ قیامت کے دن سادی عرش سے بجا رہگا کہ یا اہل الجمع نکلوا صلم
 وغضوا ابصارکم حتی تمر فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی الصراط فتمر معہ سبعین
 الف جاریہ من الحسن والعین کما بالبرق یعنی اے اہل عشر نما اپنے سر جھکا دو اور آنکھیں بند کر لو
 یہاں تک کہ فاطمہ بنت محمد صلم صراط پر سے گزرتی ہیں پھر حضرت فاطمہ ستر ہزار لونڈیوں کے ساتھ جو حورین

ہوئی گزشتہ سال جس طرح بجلی گزرتی ہے جب آپ کی عمر سوڑہ یا پندرہ برس پانچ مہینہ یا ساڑھے چھ مہینے کی ہوئی تو سلسلہ پجری و بقول ابو عمر سلسلہ میں بعد غزوہ احد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ نکاح کر دیا۔ جس طرح کہ آپ کے نہ ولادت میں اختلاف ہے اسی طرح سلسلہ ترمیم میں بھی اختلاف ہے مارج النبوة میں ہے کہ آپ کا نکاح حضرت علیؑ کے ساتھ ماہ رمضان سلسلہ میں غزوہ بدر سے پہلے کے بعد ہوا اور بعض غزوہ احد کے بعد کہتے ہیں اور زفات ذی الحجہ میں اور ایک قول میں نکاح ماہ رجب میں ہونا پایا جاتا ہے اور ایک قول میں ماہ صفر میں یا مہرگی و وحی الہی ہو گیا تھا ہے آپ کی عمر اوس وقت پندرہ برس ساڑھے پانچ مہینے کی تھی اور حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی عمر کس برس پانچ مہینے کی۔ اور اور اقوال بھی ہیں کہتا ہوں کہ مواہب لدنیہ میں سلسلہ نکاح ان کے دو لکھے ہیں اور یہ لکھا ہے کہ بعض کہتے ہیں بعد احد کے اور بعض کہتے ہیں کہ بعد زفات حضرت عائشہ کے ساڑھے چار مہینے کے اور ان کا زفات بعد ان کے نکاح کے ساڑھے سات مہینے کے ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ نکاح ماہ صفر سلسلہ میں ہوا اور زفات ذی الحجہ شروع بائیسویں مہینے میں سال ہجرت سے ہوا اور وقت نکاح ان کی عمر پندرہ برس ساڑھے پانچ مہینے کی تھی اور حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی عمر کس برس پانچ مہینے کی اور اور اقوال بھی ہیں اور ذخائر العقبیٰ میں ان کا نکاح ماہ صفر میں لکھا ہے اور اصحابہ میں اول محرم سلسلہ میں اور اصحاب یہ ہے کہ ماہ رجب میں پچھنہ کو ان کا عقد ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ نکاح ماہ رمضان میں ہوا اور زفات ذی الحجہ میں شروع بائیسویں مہینے پر سال ہجرت سے اور استیعاب میں ہے کہ بعد واقعہ احد کے ان کا نکاح ہوا جو ماہ شوال سلسلہ میں اتفاقاً تھا اصحابہ میں اس کو اس طرح رد کیا ہے کہ حضرت حمزہ احد میں شہید ہوئے اور صحیحین میں مقدمہ شارفین میں لکھا ہے کہ جب اون کو حضرت حمزہ نے قبیح لیا ہے اسی زمانے میں حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ کو اپنے گھر میں لے گئے تھے اس سے اس شخص کا قول رافع ہوتا ہے جس کا گمان یہ ہے کہ حضرت علیؑ کا نکاح حضرت فاطمہؑ کے ساتھ بعد احد کے ہوا

کیونکہ حضرت حمزہ قتل ہوئے احمد بن بھراہی میں بروایت عمر بن علی لکھا ہے کہ وہ کہنے لگے کہ حضرت
 علی کا نکاح حضرت فاطمہ کے ساتھ ماہ رجب میں ہوا اوس سنہ میں جس میں وہ لوگ مدینہ آئے اور
 زفاف غزوہ بدر سے واپسی کے بعد اور آپ اوس زمانے میں اٹھارہ برس کی تھیں ابن عبد البر کہتے ہیں
 کہ بعضوں کا قول ہے کہ حضرت عائشہ کے زفاف کے چار مہینے بعد ان کا نکاح ہوا اور زفاف نکاح کے
 نو مہینے کے بعد ہوا اور ان کا سن یوم نکاح پندرہ برس ساڑھے چار مہینے کا تھا اور حضرت علی کا سن اکیس
 برس پانچ مہینے کا اور ظاہر ہے کہ زفاف حضرت صدیقہ ماہ شوال سنہ میں ہجرت کے سات مہینے بعد واقع ہوا
 یہ دو قول ہیں جن کو صاحب مواہب نے زوجات میں لکھا ہے پس غالباً عقد ہوا ہو گا نصف ماہ مفسر
 سنہ میں اگر ماہ ذی قعدہ حضرت عائشہ سے شمار کھا جائے اور زفاف نکاح کے ساڑھے سات مہینے بعد
 ہوا تو عقد ہو گا ماہ شوال میں پس یہ قول موافق ہوا ابی عمر کے قول کے کہ عقد بعد احد کے تھا تو پھر اس قول
 سے زفاف کا ماہ ذی الحجہ میں ہونا نہیں پایا جاتا کہ جس سے یہ سمجھا جائے کہ عقد اوائل ماہ جمادی الاولیٰ
 میں ہوا جیسا کہ وہم کیا جاتا ہے اب یہ امر کہ وقت نکاح کے آپ پندرہ برس ساڑھے پانچ مہینے یا چھ مہینے
 پندرہ دن کی تھیں یہ دونوں قول سببی ہیں ابن عمر کی نقل پر عبید اللہ بن محمد ابن جعفر ہاشمی سے کہ
 حضرت فاطمہ کی ولادت سنہ میں مولد نبوی سے ہے لیکن وہ روایت جو واقدی نے حضرت عباس
 سے روایت کی اور اوس پر مرانی اور ابن جوزی نے یقین کیا یعنی آپ کی ولادت نبوت سے پانچ برس
 پہلے ہونا اور آپ کی عمر عقد کے وقت اونیس برس و فیہ مہینے کی ہونا اور حضرت علی کا سن اکیس برس
 پانچ مہینے کا یہ عروہ کے قول کی بنا پر ہے اوس کا اور تفسیر فیہ کسا ہے کیونکہ حضرت علیؑ مسلمان ہوئے
 آٹھ برس کے سن میں اور ابن اسحق کے قول پر کہ جو قول راجح ہے کہ آپ اسلام لائے دس برس کے سن میں
 تو اس حساب سے آپ کا سن یوم نکاح جو میں برس و فیہ مہینے کا ہوتا ہے کذا فی المواہب و شرح للزفان
 آپ کے نکاح کا مفصل واقعہ اور بیان ہی ہو چکا اوس کے اعادہ کی ضرورت نہیں بعد عقد کے جب

حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے آپ کو رخصت کرانا چاہا تو آنحضرت صلم نے فرمایا کہ ایک مکان لے لو
چنانچہ حارث بن النعمان کا مکان ملا اور حضرت سیدہ باجارت آنحضرت صلم ہمراہ ام ایمن کے اوس گھر
میں آئیں چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آنحضرت صلم نے بھی اوس مکان میں آنے کا وعدہ کیا
تھا لہذا آپ منتظر رہے بعد عشا کے آنحضرت صلم تشریف لائے اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ پانی لاؤ وہ
ایک لکڑی کے برتن میں پانی لائیں آنحضرت صلم نے پانی لیکر کھلی کی اور حضرت سیدہ کے سر و سینہ پر پانی
چھڑکا اور سرایا اللہم اعیذہا بک و ذریعہا من الشیطان الرجیم پھر بیٹھ بیٹھنے کو فرمایا حضرت
سیدہ نے بیٹھ بیٹھیں اور آنحضرت نے دونوں شانوں کے بیچ میں پانی چھڑکا اور اسی طرح پڑھا بعد اسی طرح
حضرت علی کے ساتھ بھی کیا اور واپس تشریف لائے روایت ہے کہ یزید و خرمہ اس عقد کے طعنام لہیہ کے
لیے آنحضرت صلم نے عنایت فرمائے نہ ہی صرف میں آئے روضۃ الاحباب میں ہے کہ حضرت سعد ایک کبری
لائے اور قبیلۃ انصار کے لوگ کئی صاع جواروں کا ولیمہ کیا گیا سنن ابی داؤد و شریف میں ہے کہ حضرت سیدہ
اگرچہ آنحضرت صلم کی محبوب ترین صاحبزادی تھیں مگر انھوں نے اس محبت سے کوئی دنیوی فائدہ نہیں پایا
روزانہ معمولی محنت و مشقت یہ تھی کہ اس قدر چکی پستی تھیں کہ ہاتھوں میں چھلے پڑ جاتے تھے پانی کی مشک
بھر کر لانے سے ٹھٹھے پڑ جاتے گھر میں جھاڑو دینے سے کپڑے میلے ہوتے جو لمبے کے پاس بیٹھنے اور چلنا
چھوٹنے سے کپڑے سیاہ ہو جاتے با این ہمہ جب آپ آنحضرت صلم سے یہ حال عرض کر کے لونڈی طلب
کر دیں تو آپ دوسرے طریقے سے تسکین و تسفی کرتے کبھی کوئی وظیفہ بتا دیتے اور کبھی مہ نیا کی بے ثباتی
ارشاد کرتے اور کبھی صاف انکار کر کے فرمادیتے کہ یہ فیرون و تمیون کا حق ہے ائمہ حدیث لکھتے ہیں کہ چکی
پیسنے کے نشان حضرت سیدہ کے ہاتھوں میں پڑ گئے تھے اور چوٹھا چھوٹنے سے رنگ چہرہ متغیر ہو گیا تھا
ایک روز حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلم اکثر لڑکیاں تشریم کرتے ہیں تم بھی اپنے لیے کوئی

لے اے اللہ میں پناہ میں دیتا ہوں میری اس کو اور اس کی لولا کو شیطان رجیم کے آفات سے ۱۱۰

لوندی مانگ لاؤ آپ اسی ارادہ سے حضرت کے حضور میں حاضر ہوئیں مگر سلام کر کے چلی آئیں اور کچھ
 بیان نہ کر سکیں حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے دوبارہ پھر تاکید بھیجا آنحضرت صلعم اوس روز حضرت صدیق
 کے گھر میں تشریف رکھتے تھے جب حضرت سیدہ حاضر ہوئیں تو آنحضرت کو دہان نہ پایا تب حضرت صدیق
 سے کہا کہ میں ایک لوندی مانگنے آئی تھی رات کو حضرت صدیق نے آنحضرت سے عرض کیا کہ آج فاطمہ
 ایک لوندی مانگنے آئی تھیں آنحضرت صلعم اسی وقت حضرت سیدہ کے بیان تشریف لے گئے اور فرمایا
 کہ ابکی بار جب لوندیاں آئیں تو یاد دلانا ہم تم کو دین گے مگر یہ دنیا کی شقت چند روز ہاں سکو اسی طرح
 گذر جانے دو پھر جب لوندی غایت فرمائی تو ارشاد کیا کہ اگر ایک کام وہ کرے تو ایک کام تم کو دیا دیا
 کہ آدھا کام وہ کرے اور آدھا تم اور چکی پیسنے میں تم بھی اوس کی شریک ہو اگر دوسری ابی داؤد شریف
 میں ہے کہ ایک بار آنحضرت صلعم حضرت سیدہ کے بیان تشریف لائے دیکھا کہ وہ بوجہ ناداری کے اس قدر
 چھوٹا دوپٹہ اوڑھے ہیں کہ اگر سر ڈھانکتی ہیں تو سیر کھل جاتے ہیں اور اگر سر ڈھانکتی ہیں تو سر کھل جاتا
 نسائی شریف میں ہے کہ ایک بار حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے ان کو ایک ہار سونے کا دیا جب آنحضرت صلعم
 کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اسے فاطمہ کیا لوگوں سے کہلوانا چاہتی ہو کہ رسول اللہ کی لڑکی آگ کا ہار
 پہنتی ہے حضرت سیدہ نے اوس کو بیچ کر اوس کی قیمت سے ایک غلام خرید لیا ایک مرتبہ آنحضرت صلعم
 کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے حضرت سیدہ نے بطور خیر مقدم گھر کے دروازوں پر پرے سے لکائے اور
 حضرات حسنین علیہما السلام کو چاندی کے کنگن بچائے جب آنحضرت صوبل حضرت سیدہ کے بیان تشریف
 لائے تو اس ساز و سامان کو دیکھ کر واپس گئے حضرت سیدہ سمجھ گئیں فوراً پردوں کو چاک کر ڈالا اور صاحبزادوں
 کے ہاتھوں سے کنگن اتار لیے صاحبزادے روتے ہوئے حضور میں گئے آنحضرت نے فرمایا یہ میرے ہاتھ
 ہیں مگر میں نہیں چاہتا کہ دنیا کے مزخرفات سے آلودہ ہوں اور صحابہ سے فرمایا کہ اس کے عوض میں فاطمہ
 کے لیے عصب کا ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لاؤ اہتی کذا فی النسائی شیخ نجم الدین عمر و نسائی
 بسنے شاخ ۱۲

سورہ فاتحہ میں لکھتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ کے بیان تشریف لائے دیکھا تو آپ نہایت غلین بھی رو رہی تھیں آپ نے وجہ دریافت فرمائی حضرت سیدہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں شکایتا نہیں روتی ہوں قصہ یہ ہے کہ تین روز ہو چکے ہیں کہ جب سے گھر میں کچھ کھانے کو نہیں ہے حسن و حسین بوجہ شدت بھوک کے روتے تھے بھوک بھی اون کی بے قراری دیکھ کر رونا اگیا اور علیؑ کو بھی آپ سے میں نے اب تک نہیں عرض کیا آج ان دونوں کو میں نے ایسا فقرہ کہا کہ جس کے ضبط کی طاقت مجھ کو نہ رہی اور رونا اگیا وہ فقرہ یہ تھا کہ جیسے ہم بھوکے ہیں ویسا کوئی لڑکا نہ ہوگا اس فقرے سے دنیا بھر تیرہ دنا ہو گئی یا رسول اللہ اگر کسی بندے سے مناجات میں خداوند عالم کے حضور میں گستاخی ہو جائے تو عیب تو نہ ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں حضرت سیدہ نے وہاں سے اٹھ کر غسل کیا اور گھر کے گوشے میں نماز پڑھنے لگیں بعد فراغت کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور کہا کہ خداوند عالم تو جانتا ہے کہ حورقون میں خلیج بنبرین کے طاقت نہیں ہے اگر تیرے اور میرے باپ کے درمیان میں کوئی سر ہے تو مجھ کو اس کی طاقت نہیں پڑے مجھ کو اس کی طاقت عنایت کر یا اس بلا سے نجات دے یہ کہا یہیوش ہو گئیں حضرت جبریل علیہ السلام نے آنحضرت کے حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ تشریف لے چلیے اور فاطمہؑ کو دیکھیے اس وقت اوہ خون نے فرشتوں کی جماعت میں شور مچا دیا آنحضرت وہاں سے حضرت سیدہ کے بیان تشریف لائے دیکھا تو آپ بیہوش تھیں آپ کا سر زمین سے اٹھا کر اپنی گود میں لیا جب حضرت سیدہ کو ہوش آیا اور آنحضرت کو بٹھا ہوا پایا تو بوجہ مذات سر جھکا دیا آنحضرت نے فرمایا کہ یہ آیت پڑھو **لَا تَحْزَنْ إِنَّكُمْ مَعَهُ**

مَعَيْشَتُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّتَعْلَمُوا أَنَّكُمْ بِأَعْيُنِنَا مٹھریا تو رحمتہ ربنا کے خیر کے ساتھ سمجھو اور اللہ تعالیٰ کو تمام جانوسب کلین تمہاری آسان ہو جائیں گی بعدہ دست مبارک حضرت سیدہ کے سینے پر رکھ کر فرمایا کہ یا اللہ اس کو بھوکہ کی سہم نے فقیہ کی ان میں روزی ان کی دنیا کی زندگی میں اور بلند کیے درجے ایک کے ایک سے کہ غم نہ آئے ایک دوسرے کو مسخرہ اور ترے سب کی رحمت بہتر ہے اور چیزوں سے جو جمع کرتے ہیں انہیں

تخلیف سے بے خوف کرے حضرت سیدہ فرماتی ہیں کہ اوس وقت سے میرے دل پر بھوکہ کی تخلیف
 کبھی نہیں ہوئی روضۃ الاحباب میں ہے کہ ایک بار آنحضرت صلم نے مجمع میں صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا
 کہ بتاؤ مورتوں کے لیے کون چیز بہتر ہے وہ لوگ چپ ہو گئے حضرت امیر کرم اللہ وجہہ بھی وہاں موجود تھے
 آپ وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر آئے اور حضرت سیدہ سے ساری کیفیت بیان کی آپ نے فرمایا کہ تم نے
 کہہ دیا تو تاکہ اوں کے لیے بہتر ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھیں نہ مرد اوں کو دیکھیں حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے
 آنحضرت صلم کی حضور میں حاضر ہو کر یہی عرض کر دیا آنحضرت نے فرمایا کہ یہ تم نے کہاں سے جواب سیکھا
 اودھون نے حضرت سیدہ کو بتایا تب آنحضرت نے فرمایا کہ انما فاطمة بضعة منی یعنی فاطمہ میرا لکڑا
 ہے ایک بار آنحضرت صلم تشریف رکھتے تھے اور حضرت امیر کرم اللہ وجہہ و حضرت سیدہ سے کچھ باتیں لطیف و
 شفقت آمیز کرتے تھے ہی اُن میں حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کو مجھ سے زیادہ
 دوست ہیں یا میں آپ نے فرمایا کہ یہ تم سے زیادہ دوست ہیں مجھ کو اور تم ان سے زائد جو یہ ہوا انتہی کتب سیر
 سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلم ہمیشہ جناب امیر و حضرت سیدہ کے تعلقات میں صفائی پیدا کرنے کی
 کوشش فرماتے تھے بخاری شریف ذکر اصهار النبی صلم میں لکھا ہے کہ ایک بار حارث ابن ہشام برادر ابی جہل
 نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ تم سماءہ خوار بنت ابی جہل سے نکاح کر لو آپ کا ارادہ ہوا جب خیسر
 آنحضرت صلم کو پہونچی تو آپ کو سخت ناگوار گزری اور صحیح یہ ہے کہ حضرت سیدہ نے آنحضرت صلم سے جا کر یہ
 حال عرض کیا آنحضرت نے مسجد شریفہ میں اگر خطبہ پڑھا اور اوس میں اپنی ناخوشی ظاہر فرمائی اور فرمایا کہ
 میری بیٹی میرا جگر گرتا ہے جس سے اوس کو دکھ پہونچ گیا اوس سے مجھ کو بھی اذیت ہوگی چنانچہ حضرت علی
 کرم اللہ وجہہ اپنے ارادہ سے باز رہے اور حضرت سیدہ کے زمانہ حیات میں پھر دوسری عورت سے نکاح
 نہیں کیا شرح صحیح مسلم میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت کی ایندھنی ہر وجہ حرام ہے غم
 وہ کسی ایسی چیز سے کیوں نہ جو اصل میں مباح ہو اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواہش سے ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کہ آپ نے نکاح کرنے سے دو وجہوں سے منع کیا اول اس وجہ سے کہ اس سے حضرت سیدہ کو ایذا
 پہونچتی اور وہی سبب ایذا سے آنحضرتؐ ہوتا اور یہ حضرت علیؑ پر تشدد کے لیے اچھا نہ ہوتا دوسرے
 اس وجہ سے کہ حضرت سیدہ پر سبب غیرت کے فتنہ و فساد کا احتمال ہو سکتا تھا بعضوں کا قول ہے
 کہ آنحضرتؐ صلعم کا اجازت نہ دینا کچھ اس وجہ سے نہ تھا کہ آپ کو دو عورتیں جمع کرنے سے منع کرنا مقصود
 تھا بلکہ آپ نے قضاے الہی سے خبر دی کہ مقدریہ ہے کہ یہ دونوں جمع نہ ہوں گے انتہی انجیلی بن سعید
 قطان کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن داؤد سے اس ارشاد نبوی صلعم کو لا اذن ان یحب علی ان یطلق
 ابننتی بینکمما بنتھما کے معنی پوچھے تو انھوں نے کہا کہ اللہ نے حرام کیا حضرت علیؑ پر کہ وہ حضرت فاطمہؑ
 کی حیات میں کسی مرد سے نکاح کریں کیونکہ کلام اللہ میں ہے وما اتاکم الرسول فخذوه وما نہیکم
 عنہ فانتهوا یعنی جو کچھ تم کو رسولؐ میں اؤس کر لیا اور جس سے منع کریں اؤس سے باز رہو تو جب آنحضرتؐ
 صلعم نے فرمایا کہ میں نہیں اجازت دیتا تو حضرت علیؑ کو حضرت فاطمہؑ کی موجودگی میں دوسری عورت سے
 نکاح کرنا بلا اجازت آنحضرتؐ صلعم کے درست نہ ہوا اور یہی عمر بن داؤد کہتے ہیں کہ جب آنحضرتؐ کا
 ارشاد یہ ہے کہ فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس بات سے اؤس کو رنج و ایذا ہوتی ہے اؤسی سے مجھ کو بھی
 تو اللہ نے حرام کر دیا حضرت علیؑ پر کہ وہ حضرت فاطمہؑ کی موجودگی میں دوسرے نکاح کریں اور اؤس آنحضرتؐ صلعم
 کو ایذا دینے کا یہ کریمہ و ماکان لکھان توخذوا رسول اللہ کے موافق یہی حکم لایا نہیں کہ رسول خدا کو ایذا
 دو ان دونوں روایتوں کو حافظ ابوالقاسم دشقی نے بھی نقل کیا ہے شیخ یوسف ابن معیل نہبانی اپنے
 رسالہ شرف النبیلال محمد میں لکھتے ہیں کہ آپ نے باوجود حلیل القدر و عظیم المرتبہ ہونے کے اپنی عمر نہایت
 عسرت و تنگ معیشت میں بسر کی تاکہ غافلین کو تنبیہ ہو جائے کہ دنیا کا ملین کے لیے باعث مقت نہیں
 رکھی گئی ہے امام احمد سے روایت ہے کہ حضرت بلالؓ کو ایک روز غار صبح میں حاضری سے دیر ہو گئی جب
 صلعم یعنی میں نہیں اجازت دیتا کہ پند کریں علیؑ اس امر کو کہ میری بیٹی کو ملاں لے کر اون لوگوں کی بیٹی سے نکاح کریں ۱۲۸

حاضر ہوئے تو آنحضرت صلم نے وجہ دیری دریافت کی اونہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں
حضرت فاطمہؑ کے مکان کی طرف سے ہو کر گذرا تو میں نے دیکھا کہ وہ چلی میں ہی ہیں اور کچھ در دریا
میں نے عرض کیا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں چلی پس دون اور آپ صاحبزادہ کو لے لین یا میں صاحبزادہ
کو لے لون تو اونہوں نے فرمایا کہ مجھ کو رکے کا قلع تم سے زیادہ ہے اسی نے تو مجھ کو اس وقت تک
روک رکھا ہے اور نماز وغیرہ میں مشغول نہیں ہونے دیا ہے انتہی

فضائل حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا

امام ترمذی اسامہ ابن زید سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلم فرماتے تھے کہ میرے اہل بیت میں
سب سے زائد مجھ کو محبوبہ فاطمہؑ ہیں مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت حذیفہ ابن الیمان سے مروی ہے
کہ وہ کہتے تھے کہ میری ماں نے ایک روز مجھ سے پوچھا کہ تم کتنے عرصے سے آنحضرت صلم کے حضور میں
نہیں حاضر ہوئے ہیں نے کہا کہ میں ایک مدت سے نہیں حاضر ہوا اونہوں نے مجھ کو بہت ملامت کی
تب میں نے کہا کہ میں آج ایسے وقت سے جاؤں گا کہ نماز مغرب عشا آپ کے ساتھ پڑھوں اور اپنے
گھارے لیے اس دعا سے مغفرت کروں اونہوں نے مجھ کو اجازت دی میں نے حاضر ہو کر دونوں نمازیں
آنحضرت صلم کے ساتھ پڑھیں جب آپ نماز سے فارغ ہو کر گھر تشریف لیجانے لگے تو میں بھی آپ کے ہمراہ
چلا دیکھا کہ راستے میں ایک شخص نے اگر آپ سے آہستہ باتیں کہیں اور چلا گیا آپ آگے بڑھے میں بھی
چلا آپ میری آواز سن کر ٹھہر گئے اور پوچھا کہ کون ہے حذیفہؓ میں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا کیا ضرورت
ہے اللہ تعالیٰ تیری اور میری ماں کی مغفرت کرے اس شخص کو تو نے دیکھا جلد سے میں مجھے ملا تھا میں نے
عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا یہ فرشتہ تھا جو آج سے پہلے کبھی زمین پر نہیں آیا اس نے خدا کو عالم سے اجازت
مانگی میرے پاس آنے کی تاکہ مجھ کو ثبات دے کہ نا اطمینان نہ ہو دنیا کی صورتوں کی سرباز اور حسینؑ کی جہاد

کے سرزار ہوں گے طبرانی بروایت ثقات روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے ایک بار حضرت سیدہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم پر اور تمہاری اولاد پر عذاب نہیں کرے گا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ایک بار آنحضرت تشریف لائے حضرت سیدہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے اور فرمایا کہ جو اس کو جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے اور جو نہ جانتا ہو وہ جان لے کہ یہ فاطمہ میری بیٹی ہے اور میرے گوشت کا ٹکڑا اور میرا دل در میری روح ہے جو میرے پہلو میں ہے جس نے اس کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی طبرانی حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ جس نبی کی اولاد دشتری ہوتی ہے اور ان کے عصبہ اور ان کے باپ کی طرف کے لوگ ہوتے ہیں بجز اولاد فاطمہ کے کہ ان کا عصبہ اور دل میں ہوں اسی حدیث کو بتغیر الفاظ علامہ شہاب الدین احمد ابن حجر ہیتمی نے اپنی کتاب صلوٰۃ محرقہ میں بھی روایت کیا ہے مشکوٰۃ شریف میں باب منافق اہل بیت میں حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ہے کہ وہ کہتی تھیں کہ ہم سب بی بیان آنحضرت صلعم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ کی علامات کے زلنے میں کہ اسی اثنا میں حضرت فاطمہؓ آئیں تو آپ کی چال و تعامل میں آنحضرت صلعم کی راہ و روش سے کوئی فرق نہ تھا جب آنحضرت نے حضرت فاطمہؓ کو آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ میری بیٹی کو جگہ دو اور میرے پاس آنے دو جب وہ آئیں تو آپ نے ان کو اپنے پاس بٹھلایا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے داہنی یا بائیں طرف بٹھایا پھر ان سے آہستہ کچھ باتیں کیں جس سے وہ بہت رونے لگیں جب آنحضرت نے ان کو بہت غمگین دیکھا تو دوبارہ کچھ آہستہ فرمایا تو وہ ہنسنے لگیں بعد جب آنحضرت صلعم ان سے اجلاس سے اٹھے تو میں نے فاطمہؓ سے پوچھا کہ آنحضرت نے تم سے کیا سرگوشی کی تو فاطمہؓ نے کہا کہ میں آنحضرت کا راز ظاہر کرنا نہیں چاہتی یعنی جو چیز آپ نے چھپائی میں کیوں کر ظاہر کروں اس لیے کہ اگر وہ ظاہر کرنا چاہتے تو نہ چھپاتے حضرت شیخ عبدالحی بن علیؒ ہلوی اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ ہر گون اور دونوں کا راز اغیار سے چھپانا سب سے اور یہی حدیث مستند ہے مریدوں کے

مشائخ کے اسرار مخفی رکھنے میں پھر جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو میں نے فاطمہؑ سے کہا کہ میں تمکو
نہم دیتی ہوں اوس حق سے جو میرا تم پر ہے یعنی حق مادری یا بھتی و محبت اور اوس کے سوا میں کچھ
نہیں جا ہتی تم سے اوس روز آنحضرتؐ صلم نے آہستہ کیا کہا تھا نبی حضرت فاطمہؑ نے فرمایا کہ چو کلک
آنحضرتؐ صلم اس عالم سے تشریف لے گئے تو میں کہے دیتی ہوں پہلی مرتبہ آپؐ نے آہستہ سے یہ بات
کہی تھی کہ جبریلؑ مجھ سے قرآن کا دور ہر برس میں ایک بار رمضان میں کرتے تھے اور اب کی سال
اونہوں نے دوبارہ دور کیا یعنی جتنا قرآن نازل ہوا تھا سال بھر میں تو رمضان میں اوس سب کا دور
کرتے تھے یادداشت کے لیے اور اس لیے کہ ناسخ و منسوخ دور میں ظاہر ہو جائے اور اس سے اس طرف
بھی اشارہ ہے کہ دور کرنا سبب ہے اور سبب یہ کہ یہ حدیث آپؐ نے اپنی عمر کے اخیر رمضان کے بعد فرمائی
تو غالباً میرا زمانہ انتقال قریب آگیا اس لیے کہ دوبارہ دور کرنا خلافت عادت مشعر اس امر کا ہے کہ حضرت
جبریلؑ نے قرآن کے یاد رکھنے اور اوس کے احکام کے یاد رکھنے کی نصیحت کی تاکہ امور دین کامل اور نعمت
پوری ہو تو اسے فاطمہؑ تھوے و صبر کی ہمیشہ عادت رکھنا خصوصاً میری مفاقت پر کیونکہ میں تبرے لیے
بہترین روز ہوں و جب آنحضرتؐ نے اپنی وفات کی خبر دی میں رونے لگی پھر جب آنحضرتؐ صلم نے میری
بیتاری دیکھی تو مجھ سے دوبارہ فرمایا کہ ای فاطمہؑ تو خوش نہیں ہوئی اس امر سے کہ تو بہشت کی بہترین
حورون میں سے ہو یعنی تمام حورون سے بہتر ہو یا حاصل اس امت کی حورون سے یا عالمین کی حورون
کی سردار یعنی دلنگ مت ہو اور خدا پر راضی رہ اور اوس کا شکر یہ ادا کر کہ اوس نے تمکو یہ مرتبہ عنایت
فرمایا دوسری روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہؑ کہتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے آہستہ کہا کہ میری وفات
ہوگی اس بیماری میں تب میں رونے لگی اوس کے بعد آپؐ نے مجھ سے آہستہ فرمایا کہ اچے اہل بیت
میں میں ہی آپ کے بعد سب سے پہلے جاؤں گی اس ارشاد سے مجھے ہنسی آئی یہ حدیث متفق علیہ ہے
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے حضرت فاطمہؑ کی فضیلت تمام مومنات پر

معلوم ہوتی ہے تھے کہ حضرت مومناۃؓ و عائشہؓ پر بھی اور قبیل سہیل کا بھی ہے اور بعض
 حدیثوں میں مریم بنت عمران کو عام عورتوں سے کہ جن پر حضرت زہراؓ کو فضیلت دی ہے سستے کیا گیا
 اور اور حدیثوں میں ہے کہ فاطمہؓ کی مثال اس امت میں مثل مریم کے ہے اپنی قوم میں یعنی فاضل تر
 اپنے غیر سے اور ہو سکتا ہے کہ ان چیزوں کا اختلاف اس سبب سے ہو کہ آنحضرت صلعم کو بدرجہ خیر
 ہو حضرت فاطمہؓ کی فضیلت پر بذریعہ وحی کے بالجملہ اور کثرتِ عمومِ فضل تمام عالم کی عورتوں پر ثابت ہے
 واللہ اعلم اور بعض علماء جو حضرت عائشہؓ کو حضرت فاطمہؓ پر فضیلت دیتے ہیں وہ اس سبب کہ حضرت
 عائشہؓ پیغمبر خدا صلعم کے ساتھ بہشت میں ہو گئے اور حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ کے ساتھ آئین شہدین
 کے مقام و مکان پیغمبر خدا صلعم حضرت علیؓ کے مقام و مکان سے اعلیٰ و اشرف ہو گائیں اور حدیثوں میں
 کہ آنحضرت نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ میں اور تو اور علیؓ جو نبین حبیب میں ایک مکان مقام میں ہو گئے
 اور بھی علماء کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ مجتہدہ تھیں خلفاء اربعہ کے زمانہ میں فتوے دیتی تھیں اور سیوطی اپنے
 فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ اس جگہ تین مذہب ہیں صحیح مذہب یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ افضل ہیں حضرت
 عائشہؓ سے اور بعض کہتے ہیں کہ برابر ہیں حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ اور بعض توقف کرتے ہیں یعنی
 استروشی حنفیہ میں سے اور بعض شافعیہ حضرت امام مالک سے لوگوں نے اس مسئلہ کو بوجھا تو انھوں نے کہا
 کہ حضرت فاطمہؓ پیغمبر خدا صلعم کے گوشت کا ٹکڑا ہیں میں اونکی برابر کسی کو نہیں سمجھتا امام سبکی کہتے ہیں کہ سیر
 نزدیک بخاریہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ افضل ہیں بعد اونکے اونکی والدہ بعد اونکے حضرت عائشہ رضی اللہ
 عنہا میں اور حضرت خدیجہؓ حضرت عائشہؓ میں بھی اختلاف ہے حق یہ ہے کہ مثبتین مختلف ہیں بعض
 افضلیت سے کثرتِ ثواب مراد لیتے ہیں کہ جو علماء نے اعتبار کیا ہے لیکن شرافت و طہارت طہارت
 و پاک جہر میں کوئی حضرت فاطمہؓ و حسین رضی اللہ عنہم کی برابر نہیں ہو چکا ہے واللہ اعلم شیخ ابن حجر کی
 منع کمیہ شرح منقیدہ ہنزہ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۳۲۱ میں لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ و حضرت صدیقہؓ افضل

اہمات المؤمنین ہیں پھر اجماع یہ ہے کہ حضرت خدیجہ افضل ہیں اس لیے کہ صحیح یہ بات ہے کہ حضرت صدیقہؓ نے جب آنحضرتؐ صلعم سے حضرت خدیجہؓ کے بارے میں عرض کیا کہ آپ کو اللہ نے اون سے بہتر عنایت کی تو آپ نے فرمایا کہ نہیں قسم اللہ کی کہ اوس نے خدیجہؓ سے بہتر مجھ کو کوئی عورت نہیں دی وہ مجھ پر ایمان لائیں اوس وقت جبکہ لوگ مجھے جھٹلاتے تھے اور اپنا مال مجھ کو دیا جبکہ لوگ مجھ کو کچھ نہیں دیتے تھے اور ممکن ہے کہ اس وجہ سے بھی ہو کہ آنحضرتؐ نے حضرت صدیقہؓ کو حضرت جبریلؑ کی طرف سے سلام پہنچایا اور حضرت خدیجہؓ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھر اجماع یہ ہے کہ حضرت فاطمہ افضل ہیں حضرت خدیجہؓ سے کیونکہ وہ بضعہ کریمہ ہیں جس کے مقابل کوئی نہیں ہو سکتا اور جس حدیث سے افضلیت حضرت خدیجہؓ کی معلوم ہوئی ہے اس کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ میں حیث مان ہونے کے ہے زیادت کے اور اوں لوگوں میں سے جو اس سلک پر ہیں امام مجتہد تفسیر سبکی بھی ہیں کیونکہ اوں کا قول ہے کہ الذی یمتازہ و یندبہ

یہ ان فاطمہ افضل ثم خدیجہ ثم عائشہ ولحقہا ایضاً ان مرید افضل من خدیجہ لا اختلاف فی نبوتھا اتھی حضرت سید احمد دحلان سیرت نوویہ میں کہے قصہ توفیق کے عنوان میں لکھتے ہیں کہ آپ افضل نسائے دنیا حتیٰ کہ مریم رضی اللہ عنہا سے بھی ہیں اور یہی قول ہے مقرر زری اور زکشی اور حافظ سیوطی کا اپنی دونوں کتابوں شرح نقایا اور شرح جمیع الجوامع میں واضح دلیلون سے اور ان دلیلون سے ایک یہ ہے کہ یہ امت افضل ہے اور اتوں سے اور صحیح یہ ہے کہ حضرت مریمؑ نبیہ نہیں تھیں بلکہ اس امر پر اجماع ہے کہ کوئی عورت نبیہ ہوئی نہیں کیونکہ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ آنحضرتؐ صلعم نے فرمایا کہ مریم اپنے زمانے کی بہترین عورتوں سے تھیں اور فاطمہؓ اپنے زمانے کی بہترین عورتوں سے ابن عبد البر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بیٹی کیا تو اس امر پر راضی نہیں کہ تو سیدہٗ نسا عالم ہو آپ نے عرض کیا اور مریم کیا ہیں آپ نے فرمایا کہ وہ سیدہ اپنے زمانہ کے عورتوں کی تھیں اور طبرانی بدیع الثمنین روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ذاتی ملکہ وہ چیز کہ جس کو ہم اختیار کرتے ہیں اور ملتے ہیں یہی کہ فاطمہ افضل ہیں اوں کے بعد خدیجہؓ اوں کے بعد عائشہؓ اور سبھی فقار ہمارے ہے کہ مریم افضل ہیں خدیجہؓ سے کیونکہ مریمؑ کی نبوت میں اختلاف ہے ہاں

یقین کہ میں نے کسی کو بزرگ تر فاطمہ سے نہیں دیکھا بجز اونکے باپ کے انتہی سلاطین قاری شرح مشکوٰۃ
 میں لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہ فرماتی یقین کہ میں نے کسی کو مشابہت در قار و گفتار و نشست و برخاست
 میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت فاطمہ سے زائد نہیں پایا جب آنحضرت کے حضور میں حضرت فاطمہ
 آتی یقین تو آپ اونکو دیکھ کر اوٹھ کھڑے ہوتے تھے اور اونکی پیشانی پر بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر اون کو
 بٹلاتے اسی طرح جب آنحضرت انکے بیان تشریف لیجاتے تو یہ اوٹھ کھڑی ہوتی اور آپ کا ہاتھ پکڑ
 بوسہ دیتیں اور آنحضرت کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں پھر وہی قصہ مرض الوفا کا نقل کر کے لکھا ہے کہ اس
 حدیث کے راوی ترمذی و ابو داؤد و نسائی ہیں مگر ترمذی کا قول ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور
 ذخائر العقبین میں ثوبان سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مفرجین تشریف لیجاتے تھے تو سب کے بعد
 حضرت فاطمہ کو رخصت کرتے اور جب واپس تشریف لاتے تو اہل بیت میں سب سے پہلے حضرت فاطمہ کو
 ملتے اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا اور ابی قلیبہ سے مروی ہے کہ جس وقت حضرت غزوہ یا سفر سے
 واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں تشریف لیجا کر دو رکعتیں پڑھتے بعد اسکے حضرت فاطمہ کے پاس تشریف
 لاتے تھے اسکے بعد ازواج مطہرات کے بیان تشریف لیجاتے تھے اس حدیث کو ابو عمر نے روایت کیا تھی
 نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار مطبوعہ مصر کے صفحہ ۶۹ میں ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
 ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہ سراج میں جب بدلتا تو میں آسمان پر پہنچنے تو آپ نے کئی مکان یا قوت کے دیکھے جو حضرت
 مریم اور والدہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آسیہ زوجہ فرعون اور حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہن کے تھے
 اور حضرت فاطمہ کے شریکان مرجان برف کے تھے اور اونکے دروازوں پر موتی جوڑے ہوئے تھے حضرت
 ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے شخص حضرت علی
 حضرت فاطمہ ہونگے انتہی عمومی محرقہ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۱۵ میں ہے کہ امام احمد اور حاکم مسنونین وغیرہ سے
 روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس بات سے وہ غصہ ہوتی ہے

اسی سے میں بھی غصہ ہوتا ہوں اور جہنم سے وہ خوش ہوتی ہے اسی سے میں بھی خوش ہوتا ہوں
 ورتب نسب قیامت کے روز منقطع ہو جائیں گے سو میرے نسب اور سبب اور دامادی کے طرح الغبۃ میں
 کہ لوگوں نے حضرت صدیقہ سے پوچھا کہ کون شخص زیادہ دوست تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ نے فرمایا کہ فاطمہؑ
 پھر لوگوں نے پوچھا کہ مردوں میں آپ نے فرمایا کہ اوسے شوہر بیان سے انصاف حضرت صدیقہؑ کا اور لون کا
 صدق حال اور دوستی اولاد غیر مسلم سے خیال کر لینا چاہیے دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہؑ کی لوگوں
 نے پوچھا کہ کون شخص زیادہ دوست تھا آنحضرت کو فرمایا عایشہؓ پھر لوگوں نے پوچھا کہ مردوں میں فرمایا اوسے
 باپ بالجملہ سب معمول ہیں بحیثیات مختلفہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؑ کے گھر میں تشریف لائے
 دیکھا کہ آپؐ مونہ کپڑا اونٹ کے بالوں کا بٹا ہوا پہنے بیٹھے ہیں آپؐ انکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ اے
 فاطمہؑ آج مشقت اور تنگی دنیا پر صبر کر کتبہ قیامت میں نعمتیں بہشت کی تیر سے ہی لیے ہونگی ایک دن
 آنحضرتؐ نے اپنا دست مبارک حضرت فاطمہؑ کے سینہ مبارک پر رکھ کر دعا کی کہ اے اللہ اسکو بھوکہ سی ازاؤ کہ
 آپؐ فرماتی ہیں کہ جب مجھکو زندگی بھر بھوکہ کی رحمت نہیں معلوم ہوئی حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے
 ہیں کہ میں نے ایک بار اپنی والدہ کو گھر کی مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا اطلاع ہو کر مجھ تک غور کر کے جب سنا تو معلوم ہوا
 کہ تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعا مانگ رہی ہیں مگر اپنے لیے کچھ دعا نہیں کرتیں میں نے پوچھا
 کہ اے مادر مہربان اپنے لیے تم نے کیوں نہ دعا کی فرمایا کہ اے بیٹے پہلے پڑوسی پھر گھر حضرت عمرؓ الخطابؓ
 سے منقول ہے کہ ایک دن آپؐ حضرت فاطمہؑ کے بیان تشریف لائے اور فرمایا کہ اے فاطمہؑ قسم خدا کی
 میں نے کسی کو تم سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب نہیں دیکھا خدا کی قسم مجھکو مردوں میں کوئی بعد ہٹھا
 باپ کے زیادہ تر دوست نہیں ہے اور مناقب و فضائل اہل بیتؑ بابت بیان تھا میں اور دو قسم کے ہیں ایک
 محل بعوان اہل بیت دوسرے مخصوص حضرات فاطمہؑ علیؑ حسنؑ حسینؑ رضی اللہ عنہم کے چونکہ مقصد بیان کر
 حضرت فاطمہؑ زہرا رضی اللہ عنہا کا ہے لہذا اسی پر اختصار کیا گیا اور کلام معانی اہل بیت و تفسیر کر کے

انما یرید اللہ لیکذب عنکم الوجہ اهل البیت الذی کی بہت ہے جو اور جگہوں پر تفصیل بیان کی گئی ہے وہاں دیکھ لینا چاہیے وباللہ التوفیق انتہی

بیان حال وفات حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا

کتب میر سے ثابت ہے کہ آپ حضرت سرور کائنات رسول مقبول صلم کی وفات کے بعد سے بہت رنجیدہ و غمگین رہا کرتی تھیں چنانچہ بقید ایام حیات بھر آپ کو کسی نے ہنسنے ہوئے نہیں دیکھا نور الابصار نبی سابق آل بیت انہی المختار مطبوعہ مصر کے صفحہ ۷۷ میں ہے کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ بعد دفن آنحضرت صلم حضرت سیدہ قبر شریف پر آئین اور روئین اور ایک مشت خاک قبر شریف سے لیکر آنکھوں سے لگائی اور یہ دوشعر پڑھے مَا ذَا عَلٰی مِنْ شَعْمٍ تَرِيَهُ اَحْمَدُ اِنْ لَا يَشْتَمُ مَدَى الزَّمَانِ

خَوَالِيَا صُبَّتْ عَلٰی مَصَائِبَ لَوْ اَنْهَا صُبَّتْ عَلٰی الْاَيَامِ صَوْنٌ لِّمَا لِيَا بِمَعْنٰی کیا چاہیے اس شخص کو جو خاک مزار آنحضرت صلم سونگھے نہ سونگھے تمام عمر کوئی خوشبو بچہ پر جو مصیبتیں پڑیں وہ اگر دفن پڑتین تو وہ رات ہو جائے میر جمال الدین محدث روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں کہ بعض اہل سیر کا قول ہے کہ یہ دونوں شعر حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے تھے جو حضرت سیدہ نے وقت حاضری مزار مبارک کے پڑھے اور آپ کی طرف جو دوا اشارتعلق بہ مرثیہ وفات آنحضرت صلم منسوب ہیں وہ یہ ہیں

نَفْسِيْ عَلٰی زَفَاتِهَا مَحْبُوسَةٌ يَا لَيْتَهَا خَرَجَتْ مَعَ الزَّفَاتِ لَا بَعْدَ غَيْرِهَا

فِي الدُّنْيَا وَانْمَا بِاَبْكِيْ مَخَافَةً اَنْ تَطُوْلَ حَيَاتِيْ بِمَعْنٰی میری ذات اپنی ٹھنڈی سانسوں کے سب سے رُکی ہوئی ہے کاش وہ نکل جاتی ان ٹھنڈی سانسوں کے ساتھ آپ کے بعد دنیا میں کوئی نہیں میں روتی اس وجہ سے ہوں کہ میں میری زندگی نہ بڑھ جائے اور صاحبِ رالابصار کی تحریر سے مرثیہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ اشعار معلوم ہوتے ہیں اشعار

سَلَّمَ اللہ بَی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے بڑی باتیں اسے اہل بیت ۱۲

اوی سے میں بھی غصہ ہوتا ہوں اور جرات سے وہ خوش ہوتی ہے اوی سے میں بھی خوش ہوتا ہوں اور تب نسب قیامت کے روز منقطع ہو جائیں گے سو میرے نسب اور سبب اور دامادی کے علیہ جان بوجہ میں کہ لوگوں نے حضرت صدیقہ سے پوچھا کہ کون شخص زیادہ دوست تھا آنحضرت صلم کو آپ نے فرمایا کہ فاطمہ پھر لوگوں نے پوچھا کہ مردوں میں باپ نے فرمایا کہ ان کے شوہر میان سے انصاف حضرت صدیقہ کا اور لون کا صدق حال اور دوستی اولاد پیغمبر صلم سے خیال کر لینا چاہیے دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت فاطمہ زہراؑ نے پوچھا کہ کون شخص زیادہ دوست تھا آنحضرت صلم کو فرمایا عایشہ پھر لوگوں نے پوچھا کہ مردوں میں فرمایا ان کے باپ بالجملہ سب محمول ہیں بحیثیات مختلفہ ایک دن آنحضرت صلم حضرت فاطمہؑ کے گھر میں تشریف لائے دیکھا کہ آپ مڑنا کپڑا اونٹ کے بالوں کا بنا ہوا پہنے بیٹھے ہیں آپ انھوں میں آنسو بھرا لائے اور فرمایا کہ اے فاطمہ آج مشقت اور تنگی دنیا پر صبر کر کتبہ قیامت میں نعمتیں بہشت کی تیر سہی لیے ہونگی ایک دن آنحضرت صلم نے اپنا دست مبارک حضرت فاطمہؑ کے سینہ مبارک پر رکھ کر دعا کی کہ اے اللہ اسکو بھوکھ پیازا کو آپ فرماتی ہیں کہ جب مجھ کو زندگی بھر بھوکھ کی رحمت نہیں معلوم ہوئی حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار اپنی والدہ کو گھر کی مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا طلوع فجر تک غور کر کے جب سنا تو معلوم ہوا کہ تمام مومن مردوں اور عورتوں کے لیے دعا مانگ رہی ہیں مگر اپنے لیے کچھ دعا نہیں کرتیں میں نے پوچھا کہ اے مادر مہربان اپنے لیے تم نے کیوں نہ دعا کی فرمایا کہ اے بیٹے پہلے پڑوسی پھر گھر حضرت عمر بن الخطابؓ سے منقول ہے کہ ایک دن آپ حضرت فاطمہؑ کے بیان تشریف لائے اور فرمایا کہ اے فاطمہ قسم خدا کی میں نے کسی کو تم سے بڑھ کر آنحضرت صلم کے نزدیک محبوب نہیں دیکھا خدا کی قسم مجھ کو مردوں میں کوئی بعد تم سے باپ کے زیادہ تر دوست نہیں ہے اور مناقب فضائل اہل بیت بیان تھا میں اور دو قسم کے ہیں ایک محل بعنوان اہل بیت دوسرے مخصوص حضرات فاطمہؑ علیؑ حسینؑ رضی اللہ عنہم کے چونکہ مقصد بیان کر حضرت فاطمہ زہراؑ رضی اللہ عنہا کا ہے لہذا اسی پر اختصار کیا گیا اور کلام معانی اہل بیت و تفسیر کیا کہ یہ

اِنَّمَا يَرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ اَلَمْ يَكُنِ هِيَ جَوَادِجُ بَنُوْنَ بِرْتَفِصِلَ بَيَانِ
 كِى گئی ہے وہاں دیکھ لینا چاہیے وَاَللّٰهُ التَّوْفِیْقُ اَنْتِی

بیانِ حال و وفات حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا

کتب سیر سے ثابت ہے کہ آپ حضرت سرور کائنات رسول مقبول صلعم کی وفات کے بعد سے بہت
 ریغیدہ و غلین برآ کرتی تھیں چنانچہ قیامِ حیات بھر آپ کو کسی نے ہتھتے ہوئے نہیں دیکھا نورالابصار فی
 مناقب آل بیت النبی الخمار مطبوعہ مصر کے صفحہ ۷۷ میں ہے کہ حضرت امیرِ کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ بعد
 دفن آنحضرت صلعم حضرت سیدہ قبر شریف پر آئیں اور روئیں اور ایک مشت خاک قبر شریف سے لیکر
 آنکھوں سے لگائی اور یہ دو شعر پڑھے مَا ذَا عَلٰی مِنْ شَمِّ تَرْبَةِ اَحَدٍ اِنْ لَا یَشْمُ مَدَى الزَّمَانِ

خَوَالِیَا صُبَّتْ عَلٰی مَصَائِبِ لَو اَنْهَا صُبَّتْ عَلٰی الْاِیَامِ صُنْ لَیْلَا لَیْلَا یعنی کیا چاہیے اس
 شخص کو جو خاکِ مزارِ آنحضرت صلعم سونگھے نہ سونگھے تمام عمر کوئی خوشبو مجھ پر جو مصبتیں پڑیں وہ اگر دونوں پر
 پڑتیں تو وہ رات ہو جائے سیرِ حلالِ الدینِ محدثِ روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں کہ بعض اہل سیر کا
 قول ہے کہ یہ دونوں شعر حضرت امیرِ کرم اللہ وجہہ کے تھے جو حضرت سیدہ نے وقتِ حاضری مزارِ مبارک کے
 پڑھے اور آپ کی طرف جو دوا اشارتِ معلق بہ مرثیہ وفاتِ آنحضرت صلعم منسوب ہیں وہ یہ ہیں

نَفْسِ عَلٰی زَفَرَاتِهَا مَحْبُوسَةٌ بِیَالِیْتِهَا خَرَجَتْ مَعَ الزَّفَرَاتِ بِذَلَا بَعْدَ غَدَاکِ

فِی الدُّنْیَا وَاِنَّمَا اَبْکٰی مَخَافَةً اَنْ تَطُولَ حَیَاتِیْ یعنی میری ذات اپنی ٹھنڈی سانسوں
 کے بعد سے رُکی ہوئی ہے کاش وہ کل جاتی ان ٹھنڈی سانسوں کے ساتھ آپ کے بعد دنیا
 میں کوئی نہیں مینِ روتی اس وجہ سے ہوں کہ میں میری زندگی نہ بڑھ جائے اور صاحبِ رالابصار
 کی تحریر سے مرثیہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ اشعار معلوم ہوتے ہیں اشعار
 سہ اللہ نبی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے بڑی یامین اے اہل بیت ۲۱

اغدافا والسما وکورت شمس النهار واطلم العسلان والارض من بعد النبي كسبها مسفا
 عليه كثيره الاحزان وقليله شرق البلاد وغربها ولتلكه مضروكل يان وويليكه
 الطوحا لاشتم وجوه ووالبيت ذوالاستار والاركان يا خاتم الوسل المبائر صلو
 عليك منزل القرآن علامه سنوي تاريخ مدينه موسمه ووفاء الوفا في اخبار المصطفی مطبوعه مصر
 صفحه ۳۱۰ من لکھتے ہیں کہ ابن جبر کہتے ہیں کہ بعد وفات آنحضرت حضرت سیدہ بیت الحزن میں بہتی تھیں
 اور وہ مسجد کی طرح پر ایک جگہ تھی جس میں حضرت سیدہ نے بعد وفات آنحضرت صلعم فیہ زمانہ حیات کیا
 کیا تھا انتہی کتب سیر سے اسی قدر معلوم ہوا ہے کہ آپ چند دنوں طویل رہیں لیکن مرض کے متعلق کوئی
 تشریح نہیں لکھی بعض روایات غریبہ میں ہے کہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا ایک روز خلافت عادت صبح کو کھانا
 خوش و خرم اٹھیں اور لونڈی سے جبکہ نام روضۃ الاحباب میں سنی لکھا ہے اشارہ فرمایا کہ میرے نہانے کو
 پانی لاؤ چنانچہ وہ لائی آپ بہت مبالغے سے غسل کیا اور کپڑے پاکیزہ و لطیف پہنے اور استقبال قبلہ لیں اور
 اپنا ہاتھ چہرہ کے نیچے رکھ کر فرمایا کہ میں جان خدا کو سوچتی ہوں اب کوئی شخص مجھ کو نہ کھولے اور اسی جگہ اسی وضع سے
 مجھے دفن کر دے حضرت امیر کرم اللہ وجہہ اس وقت موجود نہ تھے جب وہ تشریف لائے تو انھوں نے
 موافق وصیت عمل کیا مگر ابن جوزی وغیرہ محدثین نے اسکو موضوعات میں لکھا ہے واللہ اعلم امام نووی
 تہذیب الاسماء واللغات میں آپ کے حال میں لکھتے ہیں کہ آپ کی وفات آنحضرت صلعم کی وفات کے چھ ماہ
 بعد ہوئی اور بعض تین ماہ بعد اور بعض آٹھ ماہ بعد اور بعض شتر دن کے بعد اور بعض دو مہینے کے بعد کہتے ہیں
 مگر صحیح اول ہے بعض کہتے ہیں کہ آپ کی وفات تیسری ماہ رمضان سالہ ہجری میں ہوئی اور عمر انیس برس کی
 اور بعض تین برس کی ماہ بعضا کیس برس کی کہتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ آپ کی عمر تینتیس برس کی ہوئی اور آپ کو
 لے غمار کو دو کتارے آسمان کے اور بیٹ دیا گیا آفتاب اور تار یک ہو گیا زمانہ اور زمین بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گلین
 ہے جوہر اور پرافسوس کے بلکہ بہت غم سے فانی ہوئی ہے روتے ہیں اور پر شہر و پر اور پچھم کے بلکہ روتے ہیں دن کہ
 قبیلہ مضر اور کل بن دالے اور بلند پہاڑ اور گھر کہ جو پردوں والے اور ستون والے ہیں۔ اے سب رسولوں کے خاتم مبارک
 ہیں بھائی لو ان کے رحمت بھی تم پر اتارنے والے قرآن یعنی خدا نے ہم سے

عروہ کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی وفات پانی انحضرتؐ کی وفات کے چھ ماہ بعد محمد بن عمر کہتے ہیں کہ میری نزدیکی اشہ ابطلوب
ہی اور تاریخ وفات ۲ ماہ رمضان شب شنبہ ۱۸۰ ہجری ہمارا نکاح انہیں برس کا تھا پانچ برس قبل نبوت کے پیدا
ہوئیں انکے سن میں وقت وفات کے اختلاف ہی زیر ابن بجا کہتے ہیں کہ عبداللہ بن حسن بن حسین شہام عبد الملک
کے بیان نے وہاں کبھی بھی تھے ہشام نے عبداللہ بن حسن سے پوچھا کہ ای اباجہ کیا سن تھا حضرت فاطمہؑ کا ادھون نے
فرمایا تیس برس کا پھر ہشام نے کبھی سے پوچھا ادھون نے کہا بیستین سن کا تب ہشام نے عبداللہ بن حسن سے کہا کہ ای اباجہ
سننے ہو کبھی کیا کہتے ہیں ادھون نے فرمایا کہ ای امیر المؤمنین میری ماں کا حال مجھ سے پوچھو اور کبھی کی ماں کا حال کبھی سے
انہی اوصافہ الصفوین ہر کہ پکی عمر شریف روز وفات اٹھائیں برس چھ مہینہ کی تھی اور ذخائر بعضی میں بقول
مدینی انہیں برس کی لکھی ہے عبداللہ ابن حسن ابن علی بن ابیطالب تیس برس اور کبھی بیستین برس کی کہتے ہیں کہ
ابو عمر نے نقل کیا ہے اور بعضے اٹھائیں برس کی کہتے ہیں اسکو رازی نے نقل کیا ہے ان قولوں پر بحر قول منطاطی
جو مقدم ہو چکا اچھا تو قبل نبوت کی موت ہوا یا تمام ابو بکر احمد بن نصر بن عبداللہ الدیر فی تاریخ موالید اہلبیت میں لکھا
ہے کہ آپ وقت وفات کے اٹھارہ برس پھرتوں کی تھیں آٹھ برس مکہ میں رہیں اور باقی مدینہ شریف میں اور بعد
اپنے والد کی پھرتوں زندہ رہیں اور ایک روایت میں چالیس زندہ رہیں بصری بروایت مالک بن انس کہتے ہیں
کہ انکی نماز پڑھانی حضرت ابو بکرؓ نے اور قبر میں حضرت علیؓ اوفضلؓ نے اتارا اور ادھون نے وصیت کر دی تھی حضرت علیؓ
سے شب میں فن ہوئی اور مالک بن جعفر بن محمد اپنے باپ سے اور وہ اپنی دادا سے جو علی بن الحسن تھی روایت کرتے ہیں کہ
حضرت سیدہ کی وفات مغرب عشا کی دریاں میں ہوئی اور حضرت ابو بکر و عمر و عثمان و ذریر و عبدالرحمن بن عوف
لوگ آئے چنانچہ جب جنازہ نماز کے لیے رکھا گیا تو حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی نماز پڑھائی گو کہ مات حضرت ابو بکر صدیقؓ
نے فرمایا کہ ای ابوالحسن تم گواہ ہو آپ نے فرمایا کہ ہاں اگے بڑھو تم اللہ کی سوا اتھار ان پر کوئی نماز نہیں پڑھایا گات حضرت
ابو بکرؓ کی نماز پڑھائی رضی اللہ عنہم چھین اور شب کو دفن ہوئیں انہی کے دفن تاریخ طہس فی احوال النعمان مطبوعہ مصر اور
شرفیہ روایت صحیحہ ثبت البقیع میں ہے اور بروایت بعض انکی گھر میں ہے کہ جو داخل مسجد ہو گیا ہے کہ انی اخبار الدول شیخ عبد الح

محدث دہلوی جذب القلوب الی دیار المحبوب میں لکھتی ہیں کہ منقول ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہؓ کے فرمایا تھا کہ مجھے میرا
 معلوم ہوتی ہے کہ میری جنازہ کو مردوں کی مٹائی باہر نکالیں اور سوقت میں ایسی عادت تھی کہ جو روتا یا غش کو مردوں کے
 طریقہ پر باہر نکالتے تھے اسما بنت عمیس ختمیہ اور ایک روایت میں ام سلمہؓ نے کہا کہ میں نے حبشہ کی راہ میں ایسی چیز دیکھی ہے جس پر
 غش کھدتی ہیں اور اس سے پورا پورا پردہ ہو جاتا تھا ہر لیے ہم وہی بناؤنگی اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت زہراؓ
 فی وصیت کی تھی کہ میری غسل نکھین کی تکفل اسما بنت عمیس اور علی مرتضیٰ ہوں اور کسی کو وہاں دخل نہواس روایت سے
 اُن کو نکاحا قول رہو تاہو کہ جوتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کو حضرت زہراؓ کی وفات کا علم نہ تھا اور آپؐ کو بھی نماز جنازہ کے
 لیے اسی وجہ سے تشریف نہیں لائے کیونکہ ان دنوں میں اسما بنت عمیس حضرت صدیق اکبرؓ کے نکاح میں تھیں اور نہایت بعید
 ہے کہ بی بی موجود ہو اور وہی غسل ہی اور شوہر کو خبر نہ تھیں کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت صدیق کو اس کا علم نہ ہو اور انہوں
 تشریف لانی کا ہو لیکن چونکہ حضرت علیؓ نے اسے مخفی رکھنے میں کوشش کی لہذا آپ کو وہاں جانا مناسب معلوم ہوا یا یہ کہ نہایت
 میں کوئی مصلحت ہو شیخ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت صدیق کو علم ہو اور خیال ہو کہ حضرت علی مرتضیٰؓ
 حضرت صدیق کو نماز اور دفن میں شرکت کے لیے بلائیں گے اور حضرت علیؓ کو گمان ہو کہ وہ بغیر بلائے تشریف لائیں گے واللہ اعلم
 اور صحیح تر اس امر میں کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو حضرت زہراؓ کی وفات کا علم تھا یہ ہے کہ حضرت زہراؓ نے جب یہ فرمایا کہ میرا
 جنازہ مردوں کی سامنے نہ جا جیسا کہ ان دنوں میں سنتور تھا تو اسما بنت عمیس نے کچھ کی چھڑیوں سے اپنے غش حبشہ کی طرف
 پر بنائی اور حضرت زہراؓ کو دکھائی آپؐ کو دیکھ کر خوش ہوئیں اور ہنسنے لگیں حالانکہ آپؐ بعد وفات اپنی والدہ کی تسبیح
 نہیں ہوئیں اور اسماؓ کی وصیت کی کہ تم اور علیؓ مجھ کو نہ لانا اور کسی میری قبر میں نہ آئی دینا جب آپؐ کی وفات ہوئی تو حضرت
 عایشہ صدیقہؓ نے گھر میں آنا چاہا تو اسماؓ نے انکو منع کیا حضرت عائشہؓ نے اسکی شکایت اپنی والدہ کی اور کہا کہ اسے
 کیا پڑی ہے جو میری اور بنت رسول اللہؐ کی درمیان میں مل جوتی ہے اور مجھ کو تنگے پاس جانی سے روکتی ہے اور انکی جنازہ کے
 لیے ایک چیز نسل ہو چھڑی کی اپنی تجویزی بنائی ہے تب حضرت صدیق اکبرؓ حضرت زہراؓ کی مکان پر تشریف لائے اور
 پکار کر کہنے لگے کہ اسی اسما تو زوجہ رسول اللہؐ کو بنت رسول اللہؐ کی پاس جانی سے کیوں روکتی ہے کہ لو کہ کن چیز جدید تو نے لگے ہے

مثل ہودج عروسی کے بنائی ہوئی آسمانی کماچہ کہ حضرت سیدہ فی حبیبہؓ کا تھا کہ کوئی اور سوا تیسرے اعلیٰ کی بیان
 نہ کیا جائے اور جو چیز کہ مینے بنائی ہو وہ انکو دکھلا کر بنائی ہوئی لذائذ میں کیا بت حضرت صدیق اکبرؓ کی کا اگر قبضہ
 اٹلج پر ہو جو انھوں نے وصیت کی ہو وہی کرنا چاہیے اس روایت کا ہی حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات حضرت سیدہ
 پر ظاہر ہے اور نہ دفن ہونا ایسا اٹلج خاص میں واضح کیونکہ اگر گھر ہی میں فن ہو تو حضرت لغش بنانکی نعرہ
 مردوں پر پردہ کر نیکی کیا تھی انتہی میں کہتا ہوں کہ دلچ الغیۃ میں لکھا ہے کہ انکی وفات شب شنبہ تیسری مہسان
 کو حضرت کی وفات کی کچھ مہینہ بعد واقع ہوئی اور شہر صحیح قول ہی ہے اور اور قول بھی ہیں جو درجہ صحت سے دور ہیں
 اور بقیع میں رات کو مدفون ہوئے اور نماز جنازہ حضرت علیؓ کی بیٹھائی اور ایک قول میں حضرت عباسؓ کی وفات کے
 دوسری روز حضرت شہین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم ہم جہین فی حضرت علیؓ کی شکایت کی کہ اپنے ہلو کیوں اطلاع نہ کی ہم
 انکی نماز جنازہ میں شریک ہونی کا شرف حاصل کرتی آپؓ نے عذر کیا کہ مینے انکی وصیت کی وجہ سے کیا اور انکی وصیت تھی
 کہ جب میں مردن تورات کو مجھے دفن کرنا تاکہ انحرام کی نظر میری جنازہ پر نہ پڑی اور لوگوں میں مشہور نہ ہو وہ اللہ احباب
 میں ہی مذکور ہے اور اور روایتوں میں حضرت صدیق اکبرؓ کا تشریف لانا اور نماز پڑھانا اور حضرت عثمان بن عفانؓ
 حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ و حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم کا آنا بھی آیا ہے آپکے مدفون میں اختلاف ہے بعض کہتی
 ہیں کہ مرقد بطور ایک بقیع میں ہے قبہ عباس میں جہاں کہ تمام اہل بیت نبوت مدفون ہیں اور بعض کہتی ہیں کہ آپؓ
 گھر میں فن ہوئے جو داخل مسجد نبوی ہو گیا ہے اور آپکے جنازہ کو گھر سے باہر نہیں لینگے اور کب زیارت بھی اسکی متعارف
 نہیں ہے دوسرا قول ہے کہ ایک نماز بقیع میں اس مسجد میں ہے جو آپکی طرف منسوب ہے جانب قبہ عباس کو اہل مشرق چاہتے
 اور غم غالیؓ کی زیارت بقیع میں اس مسجد کا ذکر کیا ہے اور اس میں نماز پڑھنے کی وصیت بھی کی ہے اور اور لوگوں نے بھی اس مسجد
 شریف کا ذکر کیا ہے اور کہا کہ وہ مشہور ہے بیت الحزن کی نام کیونکہ حضرت فاطمہؓ شہزادیؓ نے انہیں حزن و مصیبت صال حضرت
 میں لوگوں کی صحبت سے وحشت اور جدائی اختیار کر کے ہاں تمامت کی تھی اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مقام وہ گھر ہے جو حضرت علیؓ
 مرتضیٰ نے بقیع میں لیا تھا و اللہ اعلم اور قول اہل معجم و موافق اخبار و آثار ہے سنوی مروج الذہب میں لکھتی ہیں کہ لوگوں نے

موضع قبور حضرت امام حسن و حضرت امام زین العابدین و حضرت امام محمد باقر و حضرت امام جعفر صادق سلام اللہ علیہم
 میں ایک پتھر یا جیسپر لکھا ہوا تھا ہذا قبر فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدۃ النساء العالمین و فقیر
 حسن بن العلی و علی بن الحسین بن علی و محمد بن علی و جعفر بن محمد علیہم السلام و السلام اور یہ پتھر تین سو
 بتیس میں ظاہر ہوا تھا اور قصہ در فن امام مسلمین حسن بن علی رضی اللہ عنہما میں منقول ہے کہ آپ صیت کی بھی کہ اگر
 لوگ مجھے میرے جد انحضرت کے پہلو میں دفن ہوں تو میں قبر نبی بن سیری والا کے پاس دفن کجیو بالجہ مختار قبر شریف
 حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں ہی تمام شیخ محب طبری ذخائر البقیۃ میں لکھتی ہیں کہ مجھے ایک صالح شخص نے
 جو مجھ سے اخوت فی اللہ رکھتا تھا بیان کیا کہ جب شیخ ابو العباس مہرے شاگرد حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ
 بقیع کی زیارت کو جاتے تھے تو قبر عباس کے سامنے کھڑے ہو کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر سلام عرض کرتے تھے اور فرماتے کہ
 مجھے قبر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی تمام پر کشف ہوئی یہ بزرگ کشف میں بہت بڑھے تھے انکا قول ہے کہ میں ت
 درازمک جو عباس اعتقاد کی جو مجھ کو حضرت شیخ کی خدمت میں تھا اسی اعتقاد پر تھا یہاں تک کہ جو ابان ابن عبد البر نے قصہ
 وفات حضرت امام حسن علیہ السلام میں نقل کی ہے میں نے دیکھی اور میرے یقین کشف شیخ پر زائد ہوا اور مجھے حدیث کی صحت
 کشف شیخ ثابت ہوئی اور صدق کشف شیخ حدیث کی ثابت ہوا اللہ اعلم انتہی روضۃ الاجاب میں ہے کہ احادیث
 مرویہ آپ کی کتب متداولہ میں اٹھارہ حدیثیں ہیں ایک حدیث متفق علیہ ہے باقی اور کتابوں میں مروی ہیں انتہی اور
 آپ سے روایت حدیث آپ کے دونوں صاحبزادوں اور انکے والد یعنی حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور
 حضرت عایشہ اور حضرت ام سلمہ و سلمیٰ ام ایمن و انس بن مالک نے کی اور بطریق اصال حضرت فاطمہ بنت الحسین
 وغیرہ بھی روایت کرتی ہیں کہ انہی شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ مطبوعہ مصر

بیان حال اولاد حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا

آپ کی پانچ اولاد ہیں جو ہیں حضرت امام حسن حضرت امام حسین حضرت محسن بصریہ مہرے فتح حاکم و کفر میں شد کہ جنہوں نے
 بچپن ہی میں انتقال کیا اولاد کو زمین اور حضرت ام کلثوم حضرت زینب اولاد انات میں اور بعضوں کا قول ہے کہ چار اولاد

تقریظ مشعر رایج طبع کتاب نتیجہ فکر شاعر اکمال مومن فصیح
المقال - شمع بزم سخنوری - مولوی محمد عالم قصیری کاکووی

بنام آنکہ دانش کنش مخفیست
یکی بحر است گویندش خرابات
درین دریائے ناب است جفان
خوشی در خروش و ناله خاموشش
سکون و جوش عین بحسب تمکین
بفکر بگر بگریصنا
وجود بحسب تار ان بر خود آمد
دنازش خاست طرز در بائی
نسب شاد بحسب خویش عاشق
چو حرف عشق آمد در میان
ظہور اولین او تسلیم شد
کماح معنوی افتاد در دین
مجاز آمد ز تحلیق حقیقی
از ان آمد کماح اندر شریعت
شریعت جمیع ترتیب کمالات
بنی بگزید کار عشق با زری
شیونات آنکہ اصل کل صفات اند
بنظریہ و تشبہہ یحیی ان
خستین سرفات آمد خود بکجہ
بعالم درہ البیضاء آمد
خوشا آنکہ شایانش ولی شد
بحسب وحی منزل عقد سعدین
یکی را شنیدہ آمد خطابے
یکی را بضعتی منی بیابانے

بذات او صفاتش کنش مخفیست
کہ التوحید اسقاط الاضافات
بحوش اندر غروشان و نمو شان
سکون اندر سکون خویش پر جوش
کزان خیزد ہزاران موج طوین
کہ جان بحسب شد لولو لا لا
احد را نام دیگر احمد آمد
نسب شان جناب کبریائی
نیاز او بنا ز او موافق
ظہور شش ادو عالم شد بہانہ
بلوح افتاد و مصروف رہم شد
جان را نفس کلی داد کابین
نغم الحق فی حلقی رہیقی
تا یکدات بحسب خیر امت
کہ آمد از حقیقت و اضافات
کہ تا عین حقیقی شد مجازی
ازیشان نام ز دبا امہات اند
مجازش امہات المومنین ان
کزو یک در مکنون شد نتیجہ
ظہور طہیہ نہ سراء آمد
نسب خاتون کہ زوج او علی شد
سول شد از مشرق قرۃ العین
دگر شد خاکبان را جو ترے
دگر از حکم حق نشانی

از ایشان شد ظهور پاک حسین
 ظهور نور رب ذوالنورین شد
 ازین حضرات خمسہ ہر کمالے
 جو خواہد کس کہ وجہ افتخار
 ز جاہ الحق این معنی عیان شد
 جو نور مصطفیٰ در مرتعہ نیافت
 نظر بر رستے حیدر طاعت آمد
 ہر آن فردیکہ دار وقبہ در گاہ
 گروہ اولیاء با قزو اقبال
 از ایشان مرشد ماشاء اللہ
 امام و ہمناسے حق بیان
 بجا ہر عالم علم شریعت
 کتابے خوشگل رقم زو عالماء
 ز نور آل و از واج مطہر
 خصوصاً علی بن ابی طالب
 و زین شان سید و ہم سرور
 بعالم دارث فقر ہم پیور
 بداد آن نامہ را ترتیب و تکمیل
 ز تقدیس چو ارکان شد فوق
 لباس طبع پوشیدہ بری شد
 بطبعش خدمتے معقول آمد
 بہین اجر کیہ خدمت را سزاوار
 چو این نامہ چراغ دہبری شد

شباب اہل جنت روح کو نین
 بقدرت عیان از بختین شد
 رسید اصحاب دل ربانے زو کمالے
 نیک پیغمبر ذیجباہ ہمین شد
 کہ در حق نبی از حق بیان شد
 حدیث نور را حد در سنیافت
 کتاب اللہ صین عتبت آمد
 محب الہیبت آمد و رین راہ
 بحکم عمرت اطہار خوش حال
 بہ کج معرفت یکتا شنادر
 نصیر و یاور زندان وستان
 با قطن واقف ستر حقیقت
 کہ نقوش عام با داح و لوانہ
 بہینی حوت عرفش را منور
 حلق سیدہ نبوت خامہ
 شہنشاہ حبیب حیدر ما
 کہ دارد از ولایت چتر بر سر
 دو صد خوبی قزو از حسن فعل
 بحسنش ہر گاہ گشت عاشق
 جالش از بیان نابری شد
 کہ از بیع عتی قبول آمد
 بکارش با داندانے داوار
 بفکر سال طبعش قیصری شد

ب یاد آمد ندے عالم جان

۱۳۱۵

کہ حال عمرت اطہار خوان

سکالہ ط

غلطنامہ سال اللہ البصیر فی تحقیق صدق فاطمہ الزہراء

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۹	ہوے	ہو گے	۳۰	۱۸	ہوئے کے	سوئے کے
۵	۸	ل	کہ	۱۹	۱۹	بر	پہ
۱۱	۱۳	کہا	کہا	۴۰	۴	جیتہ	جہیز
۶	۱۹	عید	مید	۴۲	۱۰	دے	دینے
۱۱	۹	مال	مال	۴۵	۱۹	عل	علی
۱۴	۴	ابھی	بھی	۴۶	۱۵	ہوئے کو	ہوئے کو
۶	۶	ید تر	بد تر	۴۷	۲	تلی دار	بتلی دار
۵	۱۵	و لعم	و لعم	۴۹	۸	ہوا	سوا
۱۶	۱	لر کے	لڑکوں	۵۲	۱	اخبار	اجبار
۱۹	۱۳	دو	دوم	۵۳	۴	در	زد
۲۳	۱۹	ہوں کے	ہوں گے	۵۶	۹	شہ	شہر
۲۴	۱۳	گو	کو	۵۷	۱۰	-	-
۲۶	۳	ام الدرداء	ام الدرداء	۶۰	۱۸	سی	رہی
۲۷	۱۶	الحديث	الحديث	۶۱	۱۹	کے	گئے
۳۰	۱۹	حمر	عمر	۶۲	۱۳	ش	ماشہ
۳۲	۶	ین	مین	۶۳	۱۴	دڑھ	دڑھ
۶	۹	علی	جلبی	۶۴	۱۴	دنیار	دنیار
۶	۱۸	بر	پہ	۶۵	۷	داج حسین	داج حسین
۶	۱۹	الديار	الديار	۶۷	۱۸	بنا	بنا
۳۳	۱۸	درجہ	درجہ	۶۸	۳	بی	بی
۳۵	۱۷	شاد نسائی	شاد نسائی	۷۵	۱۹	بکیل	دکیل
۶	۱۸	برودان	بروزن	۷۶	۱۷	اورا	غودرا
۳۵	۳۰	تذیب اساتذہ الامام	تذیب اساتذہ الامام	۷۷	۱۸	ماحد	مانند
		النفوس	النفوس				

از ایشان شد ظهور مالک حسنین
ظهور نور رب ذوالنور شد
ازین حضرات خمس هر کمالی
چو خواهد کس که وجهه القدس شد
ز جلال حق این معنی بیان شد
چو از نقطه در مرتبه نیافت
نظر بر رتبه حیدر طاعت آمد
هر آن فردی که دار و دلب درگاه
گروه اولیا با ذوق اقبال
از ایشان مرشد شاه انوار
امام و بهمنای حق بیان
بقا هر عالم علم شریعت
کتابی خوشگل رقم زوالماء
ز نور آل و از واج مظهر
خصوصاً طاعت عسائی نام
وزین شان شد و هم سرور
بعالم و ارث فقر تمیز
بداد آن نام را ترتیب و تکمیل
ز تقدیس چو ارکان شد موفق
لباس طبع پوشیده بری شد
طبعش خدمت معقول آمد
بهین اجر یک خدمت راستوار
چو این نام چراغ به بری شد

شباب اهل جنت روح کوین
بید قدرت عیان از بختن شد
رسید اصحاب دل را به زوال
لایح پیغمبر ذیجبا به بیند
که در حق نبی از حق بیان شد
حدیث نور واحد در سنیافت
کتاب الله صین عبت آمد
محبت الهیت آمد درین راه
بمحبت عترت اطهار خوش حال
به بحر معرفت یکتا شنادر
نصیر و یاور زندان وستان
بیاقین و اقیانوس حقیقت
که نقش عالم با دایره روانه
به بینی حوت عرفش را منور
صلح سیده نبوت خامه
شهنشاه حبیب حیدر و ما
که دار و از ولایت چتر بر سر
دو صد خوبی فزود از حسن فعل
بجشنش هر گنج گشت ماثق
جمالش از بیان نابری شد
که از مجمع عسائی مقبول آمد
بکارش با دانه نایه دادار
بقدر سال طبعش قیصری شد

به یاد آمد ندای عالم جان

۱۳۲۵

که حال عترت اطهار بر خوان

شکسته

غلطنامہ سال اللہ البصیر فی تحقیق صدق فاطمہ الزہراء

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۱۹	ہوے	ہو گئے	۳۸	۱۸	ہوئے گئے	سوئے گئے
۵	۸	کہ	کہ	۱۹	۱۹	کہ	پہ
۱۱	۱۳	کہا	کہا	۲۰	۲۰	جیتہ	جہیز
۶	۱۹	عید	عید	۳۳	۱۰	دے	دینے
۱۱	۹	مال	مال	۲۵	۱۹	عل	علی
۱۲	۲۱	ابھی	بھی	۲۶	۱۵	ہوئے لو	ہوئے کو
۵	۶	یدتر	بدتر	۳۷	۲	تلی دار	پتلی دار
۵	۱۵	دبعم	دابعم	۳۹	۸	ہوا	سوا
۱۶	۱	رہے	لوگوں	۵۲	۱	اجبار	اجبار
۱۹	۱۳	دو	دوم	۱۱	۳	در	زر
۲۳	۱۹	ہوں گے	ہوں گے	۵۶	۹	شہ	شہر
۲۴	۱۳	گو	کو	۱۰	۱۰	۔	۔
۲۶	۳	ام الدرداء	ام الدرداء	۱۸	۱۸	سی	رہی
۲۷	۱۶	الحديث	الحديث	۱۹	۱۹	کے	گئے
۳۰	۱۹	حمر	عمر	۴۲	۱۳	ش	ماش
۳۲	۶	ین	مین	۱۶	۱۶	ڈٹرھ	ڈٹرھ
۱۱	۹	علی	علی	۳۳	۱۶	دنیار	دنیار
۱۸	۱۸	یہ	یہ	۶۵	۷	واج حسین	واج حسین
۱۹	۱۹	الدیار	الدیار	۶۷	۱۸	بنا	بنا
۳۳	۱۸	درجہ	درجہ	۶۸	۳	بی	بی
۳۵	۱۷	شاد نسائی	شاد نسائی	۷۵	۱۹	بکیل	دکیل
۱۸	۱۸	برودان	برودان	۷۶	۱۷	اورا	خودرا
۳۵	۳۰	تذیبات اللغات	تذیبات اللغات	۷۷	۱۸	ماحد	مانند

صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ
صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ	صفحہ
۸۱	۱۳	صلے	صلہ	۱۵۲	۳	از	اور
۸۲	۱۸	اد	اور	۱۶۰	۸	اشا	اشاد
۸۳	۳	ار	از	۱۶۲	۱۴	دسی	دی
۸۴	۴	اس	افس	۱۶۳	۴	نفیس	نفیس
۸۵	۱۳	ہسر	نہیہ	۱۶۸	۱۶	لے	لے
۸۶	۹	لے	نے	۱۶۹	۵	تت	بن
۸۷	۱۱	وقلت	وقت	۱۷۰	۴	شہ	نہ
۸۸	۹	کہاے	کہاے	۱۷۱	۳	تا	تا
۸۹	۱۵	جابر	جابر	۱۷۲	۹	لی	لی
۹۰	۱۶	ادعوت	دعوت	۱۷۳	۱۳	رو	وہ
۹۱	۱۲	ہیں	ہیں	۱۷۴	۱۵	چاہے	چاہے
۹۲	۱۴	آپ	آپ	۱۷۵	۹	اولاد	اور اولاد
۹۳	۱۸	حس	جس	۱۷۶	۱۴	بلد	بلکہ
۹۴	۱۱	نے	نے	۱۷۷	۵	ہر	ہو
۹۵	۹	حال	سال	۱۷۸	۴	جس کے	جس کے
۹۶	۴	مضیعہ	مطیعہ	۱۷۹	۹	تہیہ	رقیہ
۹۷	۱۵	تروید	تروید	۱۸۰	۱۳	جہنم	سمند
۹۸	۱۸	لے	جائے	۱۸۱	۲	رہتی	رہتی
۹۹	۱۳	ات	رات	۱۸۲	۱۵	عنہ	سہ
۱۰۰	۱۰	خوین	خوین	۱۸۳	۱۶	ضیف	ضیف
۱۰۱	۳	کہا	کہا	۱۸۴	۵	اور	اور
۱۰۲	۱۴	روایت	روایت	۱۸۵	۱۹	کے	لے
۱۰۳	۱۶	مکوہ	مکوہ	۱۸۶	۲۱	الغالی	الغالی
۱۰۴	۱۶	روایت	روایت	۱۸۷	۰	ابن	ابن
۱۰۵	۳	ابن	ابن	۱۸۸	۰	ابن	ابن